طلباء وطالبات کیلئے ایک بہترین تحفہ

کامیاب طالبِ علم

ایک طالبِ علم کن صفات کو اپنا کر علم میں پختگی، عمل میں مضبوطی، اخلاق میں درستگی پیدا کرکے کامیاب طالبِ علم بن سکتا ہے۔ زیرِ نظر کتاب میں انہی سنہری اصولوں کو آسان انداز میں بیان کیا گیا ہے، خصوصاً طالبِ علم سے متعلق آداب کی اہمیت تفصیل سے بیان کی گئی ہے، نیز علم سے متعلق اکابر کے واقعات وارشادات کو بھی دلچسپ ودلنشین انداز میں ذکر کیا گیا ہے۔

تقریظ

حضرت مولانا امداد اللہ صاحب دامت برکاتہم

استاذ جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

پسند فرمودہ

خلیفہ مجاز حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت سید حشمت علی صاحب مدظلہم

مؤلف

روح اللہ نقشبندی صاحب

ترتیب

عبدالعزیز / محمد زبیر

فاضلان جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن

دار الہدیٰ

طلباء وطالبات کیلئے ایک بہترین تحفہ

ایک طالب علم کن صفات کو اپنا کر علم میں پختگی، عمل میں مضبوطی، اخلاق میں درستگی پیدا کرکے کامیاب طالب علم بن سکتا ہے۔ زیرِ نظر کتاب میں انہی سنہری اصولوں کو آسان انداز میں بیان کیا گیا ہے، خصوصاً طالب علم سے متعلق آداب کی اہمیت تفصیل سے بیان کی گئی ہے، نیز علم سے متعلق اکابر کے واقعات وارشادات کو بھی دلچسپ و دلنشین انداز میں ذکر کیا گیا ہے۔

پسند فرمودہ
خلیفہ مجاز حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ
حضرت سید حشمت علی صاحب مدظلہم

تقریظ
حضرت مولانا امداد اللہ صاحب مدظلہم
استاذ جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

مؤلف
روح اللہ نقشبندی صاحب

ترتیب
عبدالعزیز / محمد زبیر
فاضلان جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن

دار الہدیٰ

11060710

کتاب کا نام .... کامیاب طالب علم

مؤلف .... روح اللہ نقشبندی صاحب

تاریخِ اشاعت .... جولائی ۲۰۱۰ء

باہتمام .... احباب دارالہدیٰ

— ملنے کے پتے —

زم زم پبلشرز، اردو بازار، کراچی 021-32761671

دارالاشاعت، اردو بازار کراچی 021-32213768

مدرسہ بیت العلم گلشن اقبال، کراچی 021-34976073

صدیقی ٹرسٹ، لسبیلہ چوک، کراچی 021-32224291

بیت القرآن، اردو بازار، کراچی 021-32630744

مرکز القرآن، کراچی 021-32624608

بیت القرآن، چھوکی گھٹی، حیدر آباد 022-2630744

حافظ اینڈ کو، لیاقت مارکیٹ، نواب شاہ 0244-360623

مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار، لاہور 042-37355743

مکتبۃ الحسن، اردو بازار، لاہور 042-37241355

ادارہ اسلامیات، لاہور 042-37353255

کتب خانہ رشیدیہ، راولپنڈی 051-5771798

دارالقرآن اکیڈمی، محلہ جنگی، پشاور 091-2665956

مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ 081-2662263

مکتبہ بیت العلم:

موبائل: +92-321-8213802

فون: +92-21-32726509

— ناشر —

مکتبہ دارالہدیٰ

شاہ زیب ٹیرس، فرسٹ فلور، روم نمبر 8، اردو بازار کراچی

موبائل: +92-0322-2179295

موبائل: +92-0321-7816019

فون: +92-213-2711814

Website: www.mbi.com.pk

email: info@mbi.com.pk

بیش قیمت علمی تحفہ

محترم قاری! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ہر طالب علم چاہتا ہے کہ وہ اپنے ساتھی کو بہترین تحفہ پیش کرے۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ ایک طالب علم کے لئے بہترین تحفہ کیا ہے؟

ایک طالب علم کے لئے بہترین تحفہ ''علم کا شوق، عمل کا جذبہ، اخلاق میں درستگی'' ہے۔ آپ یہ کتاب اپنے ساتھیوں کو ہدیتاً دے کر اس ''بہترین تحفہ'' کے حصول میں ان کے مددگار بن سکتے ہیں اور ساتھ ساتھ ان باتوں پر بھی عمل کرنے والے بن سکتے ہیں۔

❶ اس حدیث پر عمل کرنے والے بن سکتے ہیں:

''تَهَادَوْا تَحَابُّوْا.'' (مؤطا مالك: ص۷۰۷)

تَرجَمہ: ''آپس میں ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو اس سے محبت بڑھے گی۔''

❷ نیکی کے پھیلانے، علمِ دین اور کتابوں کی اشاعت کا ثواب حاصل کر سکتے ہیں۔

❸ آپ خود بھی علم دوست بن سکتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی بنا سکتے ہیں، اس لئے کہ کتاب جہاں کہیں بھی رکھی جاتی ہے وہ لوگوں کو پڑھنے کی طرف دعوت دیتی ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو استطاعت دی ہے تو اپنی حیثیت کے مطابق یہ کتاب لے کر مدرسہ یا اسکول یا محلّہ کی لائبریری میں صدقۂ جاریہ کی نیت سے رکھ دیں۔

هَدِيَّةٌ مِنْ ....

اِلٰی ....

انتساب

میں اپنی اس حقیر اور ناچیز سعی کو سیّد عالی نسب ولیٔ کامل شیخ العربِ والعجم حضرت مولانا محمد عبدالغفور عباسی مدنی نقشبندی نور اللہ مرقدہ کے نام منسوب کرتا ہوں۔

حضرت نوراللہ مرقدہ کے بارے میں بندۂ ناچیز کا ایک نذرانۂ عقیدت ملاحظہ فرمائیں:

ماہِ منیر و مہرِ درخشاں چلا گیا — قندیلِ علم و حکمت و عرفاں چلا گیا

روتے ہیں جن کو منبر ومحراب رات دن — وہ سنتِ نبیؐ کا ثنا خواں چلا گیا

بکھرے ہیں یوں تو علم کے موتی چہار سو — لیکن وہ ایک لعلِ بدخشاں چلا گیا

سرشار جن سے ہوتے تھے سب طالبانِ حق — وہ ساغرِ نشاطِ خمستاں چلا گیا

تیرا وجود رونقِ مرکز تھا اے ولی — تو کیا گیا کہ دِید کا ساماں چلا گیا

جانے کو یوں تو روز ہی جاتے ہیں سینکڑوں — تو کیا گیا زمیں سے اک انساں چلا گیا

راقم الحروف

محمد روح اللہ نقشبندی غفوری

فہرست مضامین

صفحہ	عنوان

تقریظ

حضرت مولانا امداد اللہ صاحب مدظلہم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین، والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین
وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔

اما بعد!

خیر کے ہر کام کو عمدگی سے بجا لانا شرعی تقاضوں میں شامل ہے
اس لیے کہ کسی بھی کام کو بہترین، مفید اور کارآمد انجام تک پہنچانے کیلئے
فطرۃ بھی کچھ اصول، آداب اور قواعد وضوابط کا پاس اور لحاظ ضروری ہوتا ہے
دین اسلام کی نشر واشاعت کی اساس معلم ومتعلم کا دینی و روحانی رشتہ ہے،
پھر تعلیم وتعلم کی نزاکت کا اندازہ لگانے کیلئے یہی کافی ہے کہ یہ مشغولیت براہ راست
منصب رسالت سے رشتہ جوڑ دیتی ہے۔

اس لیے معلم کی طرح متعلم کیلئے بھی ضروری ہے کہ وہ طالب علمانہ
اوصاف ومحامد سے آراستہ ہو، ایک طالب علم کیلئے یہ فکر "روح" کی
مانند ہونی چاہیے کہ وہ اپنے تعلیمی سفر میں کن کن مراحل سے کس طرح
گزرتا ہے، اور ایسے اصول وآداب اور امور و اشیاء کیا کیا ہیں جو اسے
اس کی منزل تک پہنچانے میں ممد ومعاون ہو سکتے ہیں۔ اگر کوئی
طالب علم اس فکر کا حامل ہو اور اپنے سفر کیلئے مطلوبہ اصول وآداب سے
آراستہ ہو تو وہ واقعی طالب علم ہے اور کامیاب طالب علم ہے بصورت دیگر
اس کا طالب علمانہ ڈھانچہ بلا روح شمار ہوگا۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے ...... روح اللہ نقشبندی صاحب

کو انہوں نے "کامیاب طالب علم" کے عنوان سے اس کی ضرورت

کا احساس فرمایا اور بہت ہی عمدہ کوشش فرمائی ہے۔ ہمارے فضلاء جناب مولوی زبیر

اور مولوی عبدالعزیز صاحبان نے تصحیح، تحوین اور ربط و ضبط کا خصوصی اہتمام فرمایا

اس کتاب کی افادیت میں مزید اضافہ فرمایا، بندہ دعاگو ہے کہ اللہ تعالیٰ ان حضرات

کی اس زریں کوشش کو منظور و مقبول فرمائے۔ اور عزیز طلبہ کو اس

کتاب سے بھرپور استفادہ کی توفیق بخشے۔

قوی امید ہے کہ اگر کوئی طالب علم اس کتاب میں لکھا کردہ

اصولوں کی رہنمائی میں اپنا تعلیمی سفر طے کرتا رہے تو وہ باکمال

عالم اور صحیح معلم بن سکتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و آلہ و صحبہ اجمعین

فقط والسلام

[دستخط]

استاذ جامعۃ العلوم الاسلامیہ

علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

۲۵/۱۱/۱۴۲۶ھ

پسند فرمودہ

باسمہٖ تعالیٰ

از سیّد حشمت علی المدنی فضل غفوری

میں نے ''کامیاب طالب علم'' تالیف جناب مولانا محمد روح اللہ نقشبندی غفوری کو اکثر مقامات سے دیکھا۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائیں کہ دریا کو کوزہ میں بھر دیا ہے اور بڑی تحقیق کے بعد ضروری معلومات جمع فرما دی ہیں اور ماشاء اللہ ان کا تالیفی جذبہ بہت قابل قدر ہے۔ اور ان تصنیفات سے مخلوق خدا کو مستفید اور مستفیق ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ طلبہ کے لئے یہ بہت ہی مفید کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ جناب مولانا محمد روح اللہ صاحب کو اپنے اعلیٰ انعامات سے نوازیں۔ آمین

حشمت علی غفرلہٗ
مدینہ منورہ سعودی عرب
۲۱/۸/۱۴۲۱ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

عرضِ حال

ہمارا تعلیمی نظام اگرچہ بے شمار خوبیوں کا حامل ہے، مگر طلبہ و اساتذہ میں جو خاص تعلق اور نسبت ہونی چاہئے اب وہ مفقود نظر آ رہی ہے، اَخلاق و کردار، استعداد اور علمی لیاقت میں دن بدن کمزور ہوتے جا رہے ہیں، اخلاص، للّٰہیت، دینی درد اور مذہبی حمیت جیسی صفات سے دوری بڑھتی جارہی ہے، یہی وجہ ہے کہ فراغت کے بعد ہمارے یہ نونہال جب زندگی کے میدان میں قدم رکھتے ہیں تو وہ خود بھی اپنے آپ کو ادھورا محسوس کرتے ہیں اور امت کو بھی اُن سے پورا فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

ہمارے موجودہ نظامِ تعلیم سے متوقع نتائج برآمد نہ ہونے کی آخر کیا وجہ ہے؟ یہ ایک سوال ہے جو نہ صرف اہلِ علم حضرات بل کہ ملت کے ہر دردمند کے دل میں پیدا ہوتا ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ کوئی کام کتنا ہی عظیم اور مفید کیوں نہ ہو، اگر اس کے صحیح اسباب سے صرفِ نظر کر لی جائے اور اس کی راہ میں جو موانع ہیں ان سے دامن نہ بچایا جائے تو وہ مفید نتائج اور ثمرات برآمد ہو ہی نہیں سکتے جن کی اس سے توقع کی جاسکتی ہے۔ صحیح اسباب کا حصول اور ارتفاعِ موانع، متوقع نتائج کے حاصل کرنے کے لئے روح کا درجہ رکھتے ہیں۔

آج ہماری تعلیم اور نظامِ تعلیم اس روح سے خالی ہو چکا ہے، ورنہ ابھی قریبی دور میں جن علوم کو پڑھ کر امت میں قاسم ورشید، محمود وانور، یحییٰ وخلیل، مدنی وتھانوی، عثمانی اور کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہم جیسے سینکڑوں علماء پیدا ہوئے جنہوں نے ایک عالم کو سیراب کیا، جو آسمانِ علم و ہدایت کے آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے، جن کے علوم نے اس آخری دور میں سمرقند و بخارا اور بغداد کی یاد تازہ کر دی، تو کوئی وجہ نہیں کہ اب

انہیں علوم کو پڑھ کر ویسی شخصیتیں پیدا نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان بزرگانِ دین، علمائے حق کے علمی وروحانی فیض کو جاری وساری رکھے۔ آمین

طالبِ علم علم تو حاصل کر رہا ہے مگر استاد کے فیض وبرکات سے محروم ہے اساتذہ کی قدر وقیمت وہ نہیں ہے جو ہونی چاہیے، عزت واحترام، تعظیم وتکریم میں کافی کمی پائی جاتی ہے۔ طلبا حضرات استاد کی اہمیت سے آگاہ نہیں ہیں اساتذہ کرام کو اس موضوع پر شاگردوں کو سمجھانا چاہیے، کیوں کہ یہ بھی تربیت میں شامل ہے تربیت صحیح نہ ہونے کی وجہ سے طالبِ علم علم تو حاصل کر لیتا ہے مگر حقیقت میں وہ منزل تک نہیں پہنچ پاتا، بل کہ وہ اپنی اصل منزل سے ہی دور ہوتا ہے۔

اس حالت کے پیشِ نظر ایک داعیہ پیدا ہوا کہ اگر کوئی رسالہ اس قسم کا لکھ دیا جائے جس میں طالبانِ علومِ دین کو اکابر کے حالات کے ذریعہ ان کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس دلایا جائے جس سے وہ اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہوں اور مزید آگے چل کر اِحیاءِ سنت اور اِصلاحِ امت کے فرائض انجام دے سکیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ کام اختتام کو پہنچا، اب بفضلہٖ تعالیٰ اس رسالہ کا نام......

"کامیاب طالب علم"

......رکھتا ہوں۔ اللہ پاک بندۂ ناچیز کی اس حقیر خدمت کو قبول فرمائے اور اللہ پاک ہم سب کو دینِ اسلام پر مکمل چلنے کی توفیق نصیب فرمائے اور سب کے طفیل سے اس سیاہ کار کی بھی اصلاح فرمائے۔ آمین، ثم آمین یاربّ العالمین۔

خادم اہل اللہ وخاکپائے خانقاہ غفوریہ حقانیہ نقشبندیہ

محمد روح اللہ نقشبندی غفوری

۱۴؍محرم الحرام ۱۴۲۱ھ بمطابق ۲۰؍اپریل ۲۰۰۰ء

شوقِ علم

ہمیں دنیا سے کیا مطلب مدرسہ ہے وطن اپنا
مریں گے ہم کتابوں پر ورق ہوگا کفن اپنا

کسی کو مال وسیم وزر ہمیں علم و ہنر بخشا
اسی پر مرمٹیں گے ہم گھلادیں گے بدن اپنا

سیاحت کا جسے ہو شوق پھرتا ہے وہ شہروں میں
کتب بینی ہے سیر اپنی، کتابیں ہیں چمن اپنا

ہمارا شغل ہے شب و روز تعلیم و تعلّم کا
نہیں بنتے ہیں فتنہ راہ میں فرزند و زن اپنا

نہیں مقصد ہمارا کسبِ دولت علم ملت سے
لگانا ہے رفاہِ عام میں یہ علم و فن اپنا

عمل مقصودِ اول ہے یہی مطلوبِ فطرت ہے
اگرچہ خام رہ جائے ذرا تابِ سخن اپنا

ہم اپنی دُھن کے پکے ہیں اور اپنے عشق میں کامل
بنا سکتا نہیں کچھ بھی دار و رسن اپنا

جو راہِ عشق میں کام آئیں تو گور و کفن مت دو
یونہی کھایا کریں گے لحم و خوں زاغ و زغن اپنا
ہمارا علم سے ہے عشق وہ لیلیٰ ہے ہم مجنوں
اسی پر ہیں فدا مغز و دل و چشم و دہن اپنا
ہمارا فرض ہے تعلیم بھی ورزش، ریاضت بھی
کریں پھر ہند پر حملہ تو ہو دہلی، دکن اپنا
تمنائے خلیق اتنی ہے تجھ سے ربّ سبحانی
کہ ہر شاگرد بن جائے اتالیقِ زمن اپنا

علم ساری رفعتوں کا نقطۂ آغاز ہے

علم ساری رفعتوں کا نقطۂ آغاز ہے
عرش و کرسی سے بھی آگے علم کی پرواز ہے
علم نے آدم کو مسجودِ ملائک کردیا
علم نے لقمان کو حکمت کا سیم و زر دیا
علم نے سود و زیاں کی پرکھ کا مسطر دیا
جس نے رشتہ اس سے جوڑا رتبہ برتر دیا
علم ساری رفعتوں کا نقطۂ آغاز ہے
عرش و کرسی سے بھی آگے علم کی پرواز ہے

کس نے نعماں کو تھمائی اہلِ سنت کی زِمام
کس نے مالک کو بنایا دارِ ہجرت کا امام
شافعی اور ابنِ حنبل کو دیا اعلیٰ مقام
کس نے رازی اور غزالی کو بنایا نیک نام

علم ساری رفعتوں کا نقطۂ آغاز ہے
عرش و کرسی سے بھی آگے علم کی پرواز ہے

علم نے بزمِ جہاں میں کیا سے کیا رنگ بھر دیئے
علم نے قطرے اٹھائے اور دریا کردیئے
علم نے دنیا کو کتنے قائد و رہبر دیئے
علم نے قاسم، رشید و اشرف و انور دیئے

علم ساری رفعتوں کا نقطۂ آغاز ہے
عرش و کرسی سے بھی آگے علم کی پرواز ہے

علم سنگِ میلِ منزل علم جوشِ کارواں
علم ہر اک کی ضرورت مرد و زن پیر و جواں
علم سر وحدتِ حق علم بحرِ بیکراں
علم میراثِ نبوت علم آبِ تشنگاں

علم ساری رفعتوں کا نقطۂ آغاز ہے
عرش و کرسی سے بھی آگے علم کی پرواز ہے

مال کا ہے تو محافظ علم تیرا پاسباں
مال تیرا زندگی تک، علم زادِ دو جہاں

مال میں ہے چھینا جھپٹی علم میں اس سے اماں
علم خرچ ہو تو بڑھے اور مال خرچ ہو تو زیاں

علم ساری رفعتوں کا نقطۂ آغاز ہے
عرش و کرسی سے بھی آگے علم کی پرواز ہے

علم کی خاطر مشقت میں سنبھلنا چاہیے
شمعِ محفل کی طرح ہر دم پگھلنا چاہیے
سستی و غفلت کو چستی سے بدلنا چاہیے
ہر قدم منزل ہے یارو! دل مچلنا چاہیے

علم ساری رفعتوں کا نقطۂ آغاز ہے
عرش و کرسی سے بھی آگے علم کی پرواز ہے

علم کی فضیلت

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کمیل رحمہ اللہ تعالیٰ سے ارشاد فرمایا: اے کمیل! علم مال سے بہتر ہے، علم تیری حفاظت کرتا ہے اور تو مال کی، علم حاکم ہے، اور مال محکوم ہے مال خرچ کرنے سے گھٹتا ہے اور علم خرچ کرنے سے زیادہ ہوتا ہے۔

ایک اور موقع پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: دن بھر روزہ رکھنے والے اور رات بھر جاگ کر عبادت کرنے والے مجاہد سے عالم افضل ہے۔

علم کی فضیلت میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ اشعار کہے ہیں:

مَا الْفَخْرُ اِلَّا لِاَهْلِ الْعِلْمِ اِنَّهُمْ   عَلَى الْهُدٰى لِمَنِ اسْتَهْدٰى اَدِلَّاءُ

ترجمہ: ”فخر کا حق صرف علماء کو حاصل ہے کہ وہ خود بھی ہدایت پر ہیں اور طالبانِ ہدایت کے رہنما بھی ہیں۔“

وَقَدْرُ كُلِّ امْرِءٍ مَاكَانَ يُحْسِنُهُ   وَالْجَاهِلُوْنَ لِاَهْلِ الْعِلْمِ اَعْدَاءُ

ترجمہ: ”انسان کی قدر اچھائی سے ہے، یوں تو جاہل اہلِ علم کے دشمن ہوتے ہی ہیں۔“

فَفُزْ بِعِلْمٍ تَعِيْشُ حَيَاتُهُ اَبَداً   اَلنَّاسُ مَوْتٰى وَاَهْلُ الْعِلْمِ اَحْيَاءُ

ترجمہ: ”ایسا علم حاصل کر جس سے تو ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہ سکے، لوگ مر جائیں گے صرف اہلِ علم زندہ رہیں گے۔“

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے متعلم ہونے پر فخر کرتے ہوئے یہ شعر کہے:

رَضِيْنَا قِسْمَةَ الْجَبَّارِ فِيْنَا   لَنَا عِلْمٌ وَلِلْجُهَّالِ مَالُ

ترجمہ: ”ہم اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی ہیں کہ اس نے ہمیں علم دیا ہے

اور جاہلوں کو مال۔"

لِاَنَّ الْمَالَ یَفْنٰی عَنْ قَرِیْبٍ وَاِنَّ الْعِلْمَ بَاقٍ لَایَزَالُ

ترجمہ: "اس لئے کہ مال عنقریب ختم ہو جائے گا اور علم ہمیشہ باقی رہے گا۔"

حضرت امامِ اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کو والدہ نے ایک تھیلی دی تھی، دورانِ تعلیم اس سے اپنے اخراجات پورے کرتے رہے، جب فارغ ہوئے تو پوری تھیلی الٹ کر تقسیم کردی، احباب نے وجہ پوچھی تو فرمایا: "اب مجھے اللہ نے ایسی دولت دے دی ہے کہ اس کے مقابلہ میں کسی دوسری دولت کی ضرورت نہیں (یعنی علم کی لازوال دولت مل گئی ہے)۔"

ایک استاد بچوں کو پڑھاتے وقت فرماتے تھے میں تمہیں لاکھوں روپے کا ایک ایک مسئلہ پڑھا رہا ہوں، طلباء بڑے خوش تھے، ایک دن ایک طالب علم کا جوتا ٹوٹ گیا، موچی کے پاس گیا اور کہا:

موچی بابا! جوتا ٹھیک کردو!

اس نے کہا کیا دو گے؟ طالب علم نے کہا ایک مسئلہ بتا دوں گا۔

موچی نے کہا: مسئلہ اپنے پاس رکھو مجھے تو بھائی دو آنے دو۔

طالب علم حیران ہوا کہ استاد صاحب تو مسئلہ کی قیمت لاکھ فرماتے تھے اور یہ دو آنے کے برابر بھی نہیں سمجھ رہا، دل میں کہا استاد صاحب ساری عمر دھوکہ ہی دیتے رہے، غمگین واپس ہوا، استاد نے غم کی وجہ پوچھی تو قصہ بتایا۔

وہ اصل مرض جان گئے انہوں نے ایک ہیرا دیا اور فرمایا جاؤ سبزی منڈی میں اس کی قیمت کراؤ مگر فروخت نہ کرنا۔ وہ ہیرا لے کر گیا، کسی نے چمکیلا پتھر جان کر دو شلجم اور دو آلو قیمت بتائی اور کوئی لینے کے لئے تیار نہ ہوا۔

واپس ہوا تو استاد نے فرمایا: اب صرافہ بازار جا کر اسے دکھاؤ، وہ چھوٹے

صراف کے پاس گیا تو اس نے کہا پوری دکان اس کی قیمت نہیں بن سکتی، بڑے صراف نے کہا یہ اتنا قیمتی ہیرا ہے کہ تمام صرافہ بازار اس پر لٹایا جاسکتا ہے، جب استاد صاحب کے پاس آیا تو انہوں نے فرمایا: دیکھا کسی چیز کی قیمت اس کی حقیقت جاننے والے ہی لگاتے ہیں۔ یہی حال علم کا ہے جو لوگ علم کی قیمت نہیں جانتے انہیں کیا پتا مسئلہ کیا ہوتا ہے انہیں آنہ دو آنے چاہئیں۔

عربی کے کسی شاعر نے کہا:

اَلْعِلْمُ يَجْلُو الْعَمٰى عَنْ قَلْبِ صَاحِبِهٖ كَمَا يَجْلِى سَوَادَ الظُّلْمَةِ الْقَمَرُ

ترجمہ: ’’علم دل کے اندھیروں کو اس طرح روشنی میں تبدیل کرتا ہے جیسے چاند تاریکی میں روشنی بکھیرتا ہے۔‘‘

علم کی عظمت و شرافت اُس تقویٰ کے حصوں کا ذریعہ ہے جو آدمی کی عنداللہ کرامت اور ابدی سعادت کا ذریعہ ہے جیسا کہ حضرت محمد بن حسن رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا:

تَعَلَّمْ! فَاِنَّ الْعِلْمَ زَيْنٌ لِاَهْلِهٖ وَفَضْلٌ وَعُنْوَانٌ لِكُلِّ الْمَحَامِدِ

ترجمہ: ’’علم حاصل کر! بے شک علم، اہلِ علم کے لئے زینت وفضیلت کا باعث ہے اور قابلِ تعریف کارنامہ ہے۔‘‘

وَكُنْ مُسْتَفِيْدًا كُلَّ يَوْمٍ زِيَادَةً مِنَ الْعِلْمِ وَاسْبَحْ فِيْ بُحُوْرِ الْفَوَائِدِ

ترجمہ: ’’ہر روز علم کی زیادتی کا استفادہ کر اور فوائدِ علمی کے سمندروں میں تیر۔‘‘

تَفَقَّهْ فَاِنَّ الْفِقْهَ اَفْضَلُ قَائِدٍ اِلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَاَعْدَلُ قَاصِدِ

ترجمہ: ’’یعنی علم (فقہ) حاصل کر کیوں کہ علم فقہ نیکی اور تقویٰ کی جانب بہترین اور متوازن رہنما ہے۔‘‘

هُوَ الْعِلْمُ الْهَادِىْ اِلٰى سُنَنِ الْهُدٰى هُوَ الْحِصْنُ يُنْجِىْ مِنْ جَمِيْعِ الشَّدَائِدِ

ترجمہ: ''صرف علم ہی ہدایت کی راہوں کی طرف رہنما ہے یہ ایک ایسا قلعہ ہے جو تمام مشکلات میں نجات دہندہ ہے۔''

فَاِنَّ فَقِیْهاً وَاحِدًا مُتَوَرِّعاً اَشَدُّ عَلَی الشَّیْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ

ترجمہ: ''بے شک ایک پرہیزگار فقیہ شیطان پر ہزار (بے علم) عبادت گزاروں سے زیادہ گراں ہے۔''

انسان کی پیدائش کا مقصد اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی عبادت اور اس کے احکام کی اطاعت ہے اور یہ تینوں کام علم کے بغیر نہیں ہوسکتے، اس لئے ہر مسلمان پر اتنا علم حاصل کرنا فرض ہے جس سے وہ یہ تین مقاصد حاصل کرسکے۔

گزارش! ہر طالب علم/ طالبہ کو چاہئے کہ ان گیارہ اشعار کو زبانی یاد کرلے، اور اپنی تپائی وغیرہ پر لکھ کر رکھے تاکہ ہر وقت نظر ان پر پڑتی رہے۔

علم کی حقیقت

❶ ''اَلْعِلْمُ یُنْجِدُ وَالْحِکْمَةُ تُرْشِدُ''

ترجمہ: ''علم (عالم کو) بلند کردیتا ہے اور حکمت (اس کے لئے) باعث رشد و ہدایت ہوتی ہے۔''

❷ ''اَلْعِلْمُ بِالْفَهْمِ''

ترجمہ: ''علم فہم کے ساتھ ہوتا ہے۔''

❸ ''اَلْعِلْمُ عِزٌّ، وَالطَّاعَةُ حِرْزٌ''

ترجمہ: ''علم غلبہ اور عزت ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ذریعے دنیا و آخرت کے مہالک و شدائد سے پناہ ملتی ہے۔''

❹ ''اَلْعِلْمُ یُنْجِیْكَ، اَلْجَهَالَةُ ضَلَالَةٌ''

ترجمہ: ''علم تجھے نجات دیتا ہے اور جہالت سراسر گمراہی ہے۔''

۵ "اَلْعِلْمُ حَیَاةٌ، اَلْاِیْمَانُ نَجَاةٌ."

ترجمہ: "علم زندگی ہے اور ایمان نجات ہے۔"

۶ "اَلْعِلْمُ مَجِلَّةٌ، اَلْجِهْلُ مَضِلَّةٌ."

ترجمہ: "علم بزرگی کا محل ہے اور جہالت گمراہی کی جگہ یا علم بزرگ کرنے والا ہے اور جہالت گمراہ کرنے والی ہے۔"

۷ "اَلْعِلْمُ اَفْضَلُ شَرَفٍ"

ترجمہ: "علم سب سے زیادہ فضیلت والا اشرف ہے۔"

۸ "اَلْعِلْمُ خَیْرُ دَلِیْلٍ"

ترجمہ: "علم ایک بہترین رہنما ہے یا مطلب تک بہترین طور پر پہنچانے والا ہے۔"

۹ "اَلْعِلْمُ اَجَلُّ بِضَاعَةٍ."

ترجمہ: "علم بہترین سرمایہ ہے۔" کیوں کہ اخروی سعادت کا ذریعہ ہے۔

۱۰ "اَلْعِلْمُ حِجَابٌ مِّنَ الْاٰفَاتِ"

ترجمہ: "علم آفات کو روکنے والا ہے۔"

۱۱ "اَلْعِلْمُ اَفْضَلُ قِنْیَةٍ"

ترجمہ: "علم بہترین کمائی ہے۔"

۱۲ "اَلْعِلْمُ مَرْکَبُ الْحِلْمِ."

ترجمہ: "علم، حلم کی سواری ہے۔" یعنی جس کے پاس علم ہوگا وہ صاحبِ حلم بھی ہوگا۔

۱۳ "اَلْعِلْمُ اَصْلُ کُلِّ خَیْرٍ."

ترجمہ: "علم ہر نیکی اور خیر کی جڑ ہے۔"

⑭ "اَلْعِلْمُ عُنْوَانُ الْعَقْلِ."

تَرْجَمَہ: "علم عقل کی نشانی ہے۔" جس کے پاس علم ہوگا وہ صاحبِ عقل ہوگا۔

⑮ "اَلْعِلْمُ لِقَاحُ الْمَعْرِفَةِ"

تَرْجَمَہ: "علم سے (اللہ تعالیٰ کی) معرفت حاصل ہوتی ہے۔"

⑯ "اَلْعِلْمُ يُنْجِدُ الْفِكْرَ."

تَرْجَمَہ: "علم فکر کو قوت وجلا بخشتا ہے۔"

⑰ "اَلْعِلْمُ اَفْضَلُ هِدَايَةٍ."

تَرْجَمَہ: "علم سب سے بہترین ہدایت ہے۔"

⑱ "اَلْعِلْمُ لَا يَنْتَهِيْ."

تَرْجَمَہ: "علم کی انتہا نہیں۔"

⑲ "اَلْعِلْمُ كَنْزٌ عَظِيْمٌ لَايَفْنِيْ."

تَرْجَمَہ: "علم ایک ایسا عظیم خزانہ ہے جو (خرچ کرنے سے) کبھی ختم نہیں ہوتا۔"

⑳ "اَلْعِلْمُ رُشْدٌ لِمَنْ عَمِلَ بِهٖ."

تَرْجَمَہ: "علم اس کے لئے ہدایت ہے جو اس پر عمل کرتا ہے۔"

㉑ "اَلْعِلْمُ كُلُّهٗ حُجَّةٌ اِلَّا مَاعُمِلَ بِهٖ."

تَرْجَمَہ: "علم سب کا سب حجت ہے مگر وہ جس پر عمل کیا جاتا ہے۔"

㉒ "اَلْعِلْمُ جَمَالٌ لَا يَخْفٰى وَنَسِيْبٌ لَا يَقْطَعُ."

تَرْجَمَہ: "علم ایک ایسا حسن ہے جو پوشیدہ نہیں رہتا اور ایسا اپنا ہے جو قربت کے تعلق کو قطع نہیں کرتا۔"

㉓ "اَلْعِلْمُ زَيْنُ الْاَغْنِيَاءِ وَغِنَى الْفُقَرَاءِ."

ترجمہ: ''علم امراء کی زینت ہے اور فقراء کے لئے امارت ہے۔''

۲۴ ''علم خزانہ ہے، اور اس کی چابی سوال ہے، پس سوال کرو کہ بے شک اس میں اجر ہے چار کے لئے:

۱ سوال کرنے والے کے لئے۔

۲ عالم کے لئے۔

۳ علم سے فائدہ حاصل کرنے والے کے لئے۔

۴ علم سے محبت رکھنے والوں کے لئے۔

اگر طالب علم کو کسی سے استفادہ کرنا پڑے تو عار ہرگز محسوس نہ کرے۔ ہاں! سوال اچھے انداز سے پوچھے کیوں کہ:

* حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا انتہائی بلیغ ارشاد ہے۔

''حُسْنُ السُّؤَالِ نِصْفُ الْعِلْمِ''

ترجمہ: ''اچھے انداز میں سوال کرنا آدھا علم ہے۔''

یعنی بہترین سوال کرنا آدھا علم ہے، اچھے اور بامقصد سوال سے استاد کے ذہن میں بھی انشراح اور وسعت پیدا ہوتی ہے اور شاگرد کی تائید و اصلاح اور علم میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔

۲۵ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا گیا ''کَیْفَ اَدْرَکْتَ الْعِلْمَ'' آپ نے اتنا زیادہ علم کیسے حاصل کیا؟

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا:

''بِلِسَانٍ سَئُوْلٍ وَقَلْبٍ عَقُوْلٍ''

ترجمہ: ''یعنی زیادہ سوال کرنے والی زبان اور زیادہ سمجھنے والے دل سے۔''

* حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''مجھے اپنے استادِ مکرم حضرت حماد رحمہ اللہ تعالیٰ کی صحبت میں رہنے کا جتنا موقع ملا، اتنا کسی دوسرے کو نہ ملا، میں ان سے بڑی کثرت سے سوال کرتا، وہ بھی نہایت شفقت سے جوابات سے نوازتے۔''

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

* ''مَا اسْتَنْكَفْتُ مِنَ الْاسْتِفَادَةِ مَابَخِلْتُ بِالْاِ فَادَةِ''

ترجمہ: ''میں نے استفادہ حاصل کرنے کے لئے سوال کرنے سے عار نہیں کیا اور کسی کو فائدہ دینے سے بخل نہیں کیا۔''

گزارش: طلبہ کو چاہئے کہ ان ۲۵ فضائل کو یاد کرلیں۔

اخلاصِ نیت

کامیاب طالب علم بننے کے سنہری اصولوں میں پہلا اصول طالب علم کے لئے یہ ہے کہ طالب علم اپنی نیت میں اخلاص پیدا کرے اور تحصیلِ علم کا مقصد صرف یہ رکھے کہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے احکام پر عمل کیا جائے۔

طالبِ علم کو یہ بات خاص طور سے ذہن نشین کرنی چاہئے کہ سال کے آخر میں امتحان، ڈگری اور سند حاصل کرنے کے لئے نہ دے، بل کہ مقصود صرف اور صرف رضائے الٰہی اور قربِ الٰہی ہو، اور امتحان کا مقصد بھی یہی ہوتا ہے کہ سال کے آخر میں وہ تمام کتابیں نظر سے گزر جائیں جو شروع سال سے آخر سال تک پڑھی ہیں اس بات کو ذہن نشین کرلیں کہ امتحان کا مقصود ممتاز مع الشرف، جید ومقبول نہ ہو، بل کہ صرف رب العزت کی رضا مقصود ہو کہ اگر ممتاز مع الشرف لے کر نفس تکبر و غرور سے پھول گیا تو ہلاکت ہے، کیوں کہ تکبر علم کو کھا جاتا ہے اور اس ممتاز مع

الشرف میں اللہ ربّ العزت کی رضا نہ ہوئی تو یہ بھاگ دوڑ کسی کام کی نہیں۔

لہٰذا امتحان کے لئے خوب محنت سے کام لیں، لیکن مقصود ربّ العزت کی رضا ہو اور پھر اس میں اللہ تعالیٰ ممتاز مع الشرف یا پوزیشن عطا کر دے تو بجائے تکبر و غرور کے خاکساری و فروتنی کا اظہار کریں، اور اپنے رب عزوجل سے نفس کی شرارتوں سے پناہ مانگیں۔

اس لئے علم حاصل کرنے میں اخلاص پیدا کریں، ورنہ فضول مشقت ہے کیوں کہ جو علم دنیا کمانے کے لئے حاصل کیا جاتا ہے، وہ علم قلب میں جگہ نہیں پاتا۔

اخلاص کے معنی لغت میں ہیں: ''کسی چیز کو خالص کرنا۔''

شریعت کی اصطلاح میں اخلاص کے معنی ہیں: ''عمل کو خالص اللہ تعالیٰ کے لئے کرنا۔''

شریعت کے نزدیک اخلاص کے معنی یہ ہوئے کہ عمل سے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہو ریاکاری اور دکھاوے کا شائبہ بھی نہ ہو۔ اخلاص بڑی اہم چیز ہے جب تک نیت یہ نہ ہو کہ میرا یہ عمل خالص اللہ کے لئے ہے، اس وقت تک عمل مقبول نہیں ہوتا۔

بزرگوں نے لکھا ہے کہ:

''اگر ایک عمل میں ایک نیت دین کی ہو اور ایک دنیا کی تو اس کو اخلاص نہیں کہا جائے گا۔''

اخلاصِ نیت سے متعلق احادیث و اقوال

1 ...... رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہر عمل کا بدلہ نیت پر موقوف ہے اور ہر شخص کو وہی ملتا ہے جو اس کی نیت ہو، اگر

اچھی نیت سے خالص اللہ کے لئے اس نے وہ کام کیا ہے تب تو ثواب ہے اور اگر کوئی فاسد غرض شامل ہے، تو اس کے واسطے اللہ پاک کے یہاں کچھ اجر نہیں۔

۲ ...... حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جس نے علم اللہ کے علاوہ کے لئے سیکھا اس کو اپنا ٹھکانا جہنم میں بنانا چاہئے۔[1]

لہٰذا جس کو اپنے عمل کا ثواب زیادہ سے زیادہ حاصل کرنا ہو، اس کو چاہئے کہ زیادہ سے زیادہ اخلاص حاصل کرے۔

آگے اخلاص نیت سے متعلق واقعات واقوال ملاحظہ فرمائیں۔

۱ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں روایات مین موجود ہے کہ ان کہ پاس جب لوگ طلبِ علم کی خاطر آتے تو آپ پہلے غسل فرماتے، خوشبو لگاتے، نیا لباس زیبِ تن فرماتے اور اپنی چادر سر پر رکھتے۔

پھر اپنی نشست پر بیٹھتے اور کافی دیر تک عود کی دھونی لیتے، جب خوشبو میں بس جاتے تو اگر مکروہ وقت نہ ہوتا تو دو رکعت نماز پڑھتے، اس کے بعد تدریس کے لئے باقاعدہ نیت خالص کرتے اور کہتے یا اللہ میں علم کی نشر و اشاعت آپ کے احکامات دوسروں تک پہنچانے کی خاطر کر رہا ہوں، کیوں کہ یہ احکام میرے پاس امانت ہیں اور مجھے انہیں دوسروں تک پھیلانے کا حکم دیا گیا ہے۔[2]

۲ آپ ہی کے بارے میں ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ جب اپنی کتاب ''موطا'' لکھ کر فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگی کہ یا اللہ یہ کتاب میں نے صرف آپ کی اور آپ کے دین کی اشاعت کی خاطر تصنیف کی ہے، اگر میرے خلوص میں اس کتاب کی تالیف کے دوران ذرا بھی کوتاہی رہی ہو تو میں اس کتاب کو پانی میں ڈال دوں گا، یا اللہ آپ اس کے حروف مٹا دیجئے گا، ورنہ اس کو اسی حال پر

---

[1] باب آداب العلم والسوال، جمع الفوائد: ۱/۵۰

[2] تذکرة السامع و المتکلم: ص۲۱

برقرار رکھے گا۔ اس کے بعد انہوں نے اسے پانی میں ڈال دیا، جب واپس نکالا تو وہ بالکل صحیح سالم تھی اور اس کا ایک حرف بھی نہیں مٹا تھا۔[۱]

۳ حضرت قاضی امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے میری قوم! اپنے علم کی غایت اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کو بناؤ، اس لئے کہ میں کبھی کسی مجلس میں نہیں بیٹھا مگر میں نے تواضع کی نیت کی ہے، اس مجلس سے جب میں کھڑا ہوا تو مجلس میں سب سے زیادہ باعزت تھا اور جب میں علو کی نیت کر کے بیٹھا تو سب سے زیادہ ذلیل تھا، اس لئے کہ علم ایک عبادت ہے، اللہ تعالیٰ کی بندگی اور قربت کا ذریعہ ہے اس کو دنیا کے لئے استعمال کیا جائے تو سوائے ذلت کے کچھ حاصل نہ ہوگا، اس لئے دین سے دنیا کمانے کی نیت نہ ہونی چاہئے۔

۴ حضرت امام ابوالقاسم قشیری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''شیطان پر اخلاص سے زیادہ کوئی چیز گراں اور شاق نہیں ہے، وجہ یہ ہے کہ اخلاص کی وجہ سے شیطان کو اس عمل میں سے کوئی حصہ نہیں ملتا اس لئے اس کی گرانی کا سبب ہوتا ہے۔''

۵ حضرت علی ہجویری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''جس کام میں بھی کوئی نفسانی خواہش ہوتی ہے، اس میں برکت نہیں رہتی اور دل صراطِ مستقیم سے بھٹک کر دنیاوی کاموں میں مشغول ہو جاتا ہے۔''

۶ شیخ الحدیث محدث العصر حضرت مولانا یوسف بنوری نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں:

''واللہ میں نے یہ مدرسہ (جامعۃ العلوم الاسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن کراچی، آپ اس مدرسہ کے بانی ہیں) اس لئے نہیں بنایا کہ مہتمم یا شیخ الحدیث کہلاؤں۔''

جلال میں آکر فرماتے: ''اس تصور پر لعنت''

---

[۱] الزرقانی شرح الموطا

پھر فرماتے: اگر کوئی مدرسہ کا اہتمام اور بخاری شریف پڑھانے کا کام اپنے ذمہ لے لے، تو مجھے خوشی ہوگی اور میں ایک عام خادم کی طرح سے مدرسہ کا ادنیٰ سے ادنیٰ کام کرنے میں کوئی عار محسوس نہ کروں گا۔"[1]

❼ محدث العصر حضرت علامہ سیّد محمد یوسف بنوری نور اللہ مرقدہ جامعہ علوم اسلامیہ کی سالانہ افتتاحی تقریب میں طلباءِ علوم نبویہ، مہمانان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہوتے ہوئے دو باتوں کی بہت اہمیت کے ساتھ تلقین فرماتے تھے: ان میں سے ایک اصلاح نیت سے متعلق ہوتی یعنی علوم قرآن وحدیث کے حصول کا مقصد صرف اور صرف رضائے خداوندی اور اشاعتِ دین ہونا چاہئے، ورنہ آج ہی اس مدرسہ سے رخصت ہو جایئے، کیوں کہ دینی علوم کو دنیاوی اغراض کے لئے حاصل کرنے والے، بدبختوں کی فہرست میں پہلے نمبر پر ہیں۔

❽ مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مفتی شفیع صاحب نوراللہ مرقدہ فرمایا کرتے:

تم شروع سال ہی سے اپنی نیت کو درست کرلو اپنی نیت یہ رکھو کہ ہم جو کچھ پڑھ لکھ رہے ہیں اس سے رضائے الٰہی حاصل کرنا ہے، اگر اس مقصد کو مدنظر رکھ کر تم نے تعلیم کی ابتدا کی تو ان شاء اللہ تم کو پڑھنے کا پورا پورا ثواب ملے گا اگر خدانخواستہ یہ علم پڑھنے کا کوئی اور ارادہ ہے مثلاً یہ کہ لوگ تمہاری عزت کریں، تمہیں مفتی صاحب کہیں اور تمہارے بالوں اور قدموں کو بوسہ دیں، اگر یہ نیت ہے تو فوراً توبہ کرو اور اپنی نیت کو فوراً صحیح کرو۔

اسی طرح ایک مرتبہ طلباء سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

❾ میں اپنی اسّی سالہ زندگی کا نچوڑ اور حاصل آپ کو بتلاتا ہوں اس کو توجہ سے سنو! یہ خلاصہ ساری دنیا دیکھ کر اور دنیا داروں اور دینداروں کا تجربہ کر کے اور زندگی کے تمام اتار چڑھاؤ دیکھ کر بیان کر رہا ہوں۔

---

[1] ارشادات اکابر: ص ۲۷ ملفوظ نمبر ٤٥

وہ یہ ہے کہ آپ جس کام میں لگے ہیں (یعنی تعلیم و تعلّم) اگر یہ خلوص کے ساتھ محض حق تعالیٰ شانہ کی رضا کے لئے ہے، تب تو یہ ایسا عظیم الشان کام ہے کہ دنیا کا کوئی کام اس کے برابر نہیں یہ سب سے بہتر اور افضل ہے اور اگر خدانخواستہ مقصود اس سے رضائے الٰہی نہیں دنیا کمانا پیشِ نظر ہے جیسا کہ آج کل یہ کام صرف ایک پیشہ بن کر رہ گیا ہے تو میرے عزیزو! پھر دنیا میں اس سے بدتر کوئی کام نہیں۔ (العیاذ باللہ)

طالب علم کیا نیت کرے؟

علامہ زرنوجی رحمہ اللہ تعالیٰ "تعلیم المتعلّم" میں لکھتے ہیں:

"لَابُدَّلَہٗ مِنَ النِّیَّۃِ فِیْ زَمَانِ تَعَلُّمِ الْعِلْمِ اِذَا النِّیَّۃُ ھِیَ الْاَصْلُ فِیْ جَمِیْعِ الْاَحْوَالِ لِقَوْلِہٖ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ."[1]

تَرجَمَہ: "طالب علم کے لئے ضروری ہے کہ علم حاصل کرنے کے زمانے میں نیت کو درست رکھے، تمام حالات میں نیت ہی اصل چیز ہے، کیوں کہ حدیث شریف میں ہے کہ اعمال کا مدار نیتوں پر ہے۔"

پھر چند سطر کے بعد لکھتے ہیں:

"وَیَنْبَغِیْ اَنْ یَّنْوِیَ الْمُتَعَلِّمُ بِطَلَبِ الْعِلْمِ رِضَاءَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَالدَّارَ الْاٰخِرَۃِ وَاِزَالَۃَ الْجَھْلِ عَنْ نَفْسِہٖ وَعَنْ سَائِرِ الْجُھَّالِ وَاِحْیَاءَ الدِّیْنِ وَاِبْقَاءَ الْاِسْلَامِ فَاِنَّ بَقَاءَ الْاِسْلَامِ بِالْعِلْمِ وَلَا یَصِحُّ الزُّھْدُ وَالتَّقْوٰی مَعَ الْجَھْلِ (اِلٰی اَنْ قَالَ) وَیَنْوِیَ بِہِ الشُّکْرَ عَلٰی نِعْمَۃِ الْعَقْلِ وَصِحَّۃِ الْبَدَنِ وَلَا یَنْوِیْ بِہٖ

---

[1] تَعْلِیْمُ الْمُتَعَلِّمْ، فَصْلٌ فِی النِّیَّۃِ: ص۱۱

اِقْبَالَ النَّاسِ اِلَیْهِ وَلَا اسْتِجْلَابَ حُطَامِ الدُّنْیَا وَالْکَرَامَةَ عِنْدَالسُّلْطَانِ وَغَیْرِہٖ.'' [۱]

تَرْجَمَہ: ''علم حاصل کرنے سے طالب علم کی نیت اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور آخرت کی کامیابی ہونی چاہئے، اور یہ بھی نیت کرے کہ میں جہالت کو اپنے نفس سے اور دوسرے جاہلوں سے دور کروں گا تاکہ میں اور تمام مسلمان علم کی روشنی میں اسلام پر چل سکیں نیز علم کے ذریعہ دین کو زندہ رکھنے کی بھی نیت کرے، جہالت کے ساتھ زہد اور تقویٰ صحیح نہیں ہوسکتا اور علم حاصل کرنے میں یہ بھی نیت کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو مجھے عقل عنایت فرمائی ہے اور بدن تندرست رکھا ہے، اس کا شکر ادا کر رہا ہوں، علم سے یہ نیت نہ کرے کہ لوگ میری طرف متوجہ ہوں گے اور دنیا کھنچ کر آئے گی اور بادشاہ وغیرہ کے نزدیک علم کے ذریعہ عزت پانے کی بھی نیت نہ کرے۔''

امام زرنوجی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ اشعار نقل کرتے ہیں:

مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِلْمَعَادِ فَازَ بِفَضْلٍ مِنَ الرَّشَادِ

فَیَا لِخُسْرَانِ طَالِبِیْهِ لِنَیْلِ فَضْلٍ مِنَ الْعِبَادِ

تَرْجَمَہ: ''جس شخص نے آخرت کے لئے علم حاصل کیا تو وہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ذریعے ہدایت سے سرفراز ہوا۔ اور ان طالب علموں کے لئے خسارہ ہے جو لوگوں میں بزرگی (کے حصول) کے لئے (علم حاصل کریں)۔''

---

[۱] تَعْلِیْمُ الْمُتَعَلِّمْ، فَصْلٌ فِی النِّیَّةِ: ص۱۲

حصولِ علم کی خاطر مشقتیں اٹھانا

اربابِ بصیرت کے ہاں یہ بات مسلم ہے کہ ہر محبوب و مرغوب چیز کو حاصل کرنے کے لئے اس سے کم مرغوب ومحبوب چیز سے دست بردار ہونا ضروری ہوتا ہے، تو علم اعلیٰ درجہ کا مرغوب ومحبوب اور ارفع قسم کا شرف ہے اور مشکل راستوں دشوار گزار گھاٹیوں کی سیر کر کے حاصل ہوتا ہے، اس تک بہت ساری چیزوں مثلاً مال، وقت، اہل وعیال، احباب کی محبت اور مباح اشیا کی قربانی دیئے بغیر وصول ناممکن ہے۔

عربی کا مقولہ ہے:

''مَنْ طَلَبَ شَيْئاً وَجَدَّ وَجَدَ.''

ترجمہ: ''جو شخص کسی چیز کا طالب ہے اور اس کے لئے کوشش بھی کرتا ہے تو اپنی کوشش کے مطابق اس کو ضرور پالے گا۔''

''مَنْ قَرَعَ الْبَابَ وَلَجَّ وَلَجَ.''

ترجمہ: ''جس نے دروازہ کھٹکھٹایا اور اہتمام کیا وہ ضرور داخل ہوجائے گا۔''

ایک بزرگ کا مقولہ ہے:

''اَلْعِلْمُ لَا يُعْطِيكَ بَعْضَهُ حَتّٰى تُعْطِيَهُ كُلَّكَ.''

ترجمہ: ''علم تم کو اپنا ایک حصہ بھی نہیں دے گا جب تک کہ پورے طور پر اپنے آپ کو اس کے حوالے نہ کردو۔''

حضرت ابوالاحوص رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان نقل کرتے ہیں:

"اِنَّ الرَّجُلَ لَایُوْلَدُ عَالِمًا وَاِنَّمَا الْعِلْمُ بِالتَّعَلُّمِ."

ترجمہ: "ماں کے پیٹ سے کوئی پڑھ کر نہیں آتا علم تو سیکھنے سے آتا ہے۔"

طالب علم کو چاہیے کہ علم جیسی بے بہا نعمت حاصل کرنے میں جو دشواریاں آئیں انہیں برداشت کرے اور اپنے اکابر کی زندگی کو سامنے رکھے کہ انہوں نے علم دین کی خاطر کیسے کیسے مصائب برداشت کئے، ہر طرح کی تنگی کے باوجود وہ اس میں لگے رہے اگر وہ ایسا نہ کرتے تو آج ہم تک دین کس طرح پہنچتا؟ جن سے کچھ فیض پہنچا ہے وہ تقریباً سبھی ایسے تھے، جنہوں نے طالب علمی کی حالت میں بڑی بڑی مشکلات جھیلی ہیں۔

حضرت علامہ محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ تعلیمی سال کی ابتدا میں طلبہ بنوری ٹاؤن کو دو باتوں کی خاص طور سے تلقین فرماتے۔

"ایک تصحیح نیت اور دوسری بات جس کی بہت زیادہ تلقین فرماتے اور اس سلسلے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصہ بہت زیادہ اہتمام کے ساتھ سنایا کرتے تھے یہ کہ اس راہ میں مشکلات اور مصائب کا سامنا بھی کرنا پڑے گا اور رکاوٹیں ہی رکاوٹیں آئیں گی، ان پر صبر کئے بغیر علومِ نبویہ کا حصول ناممکن ہے اور "لِکُلِّ شَیْءٍ آفَةٌ وَلِلْعِلْمِ آفَاتٌ" فرماتے اور آفات کے الف کو دس پندرہ الف کے برابر طویل فرماتے، کہ ہر قدم پر مشکل ہی مشکل ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرماتے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تعلیم کے دوران بار بار ایسا ہوا کہ بھوک کی وجہ سے آپ بے ہوش ہو گئے اور لوگوں نے سمجھا کہ آپ کو مرگی کا دورہ پڑ گیا ہے اور وہ آپ کو جوتا سونگھا کر ہوش میں لانے کی کوشش کرتے۔

ایک مرتبہ تین دن گزر گئے اور سوائے پانی کے آپ کے حلق سے کوئی چیز نہ

اتری تو آپ مجبور اور پریشان ہوکر "صفہ" سے باہر نکلے کہ کوئی ساتھی مل جائے تو اس سے کچھ کھانے کی چیز لے لوں، اتنے میں دیکھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لا رہے ہیں، آپ نے بڑھ کر سلام کیا اور ان سے چلتے چلتے مسائل پر گفتگو شروع کردی کہ اس بہانہ گھر تک پہنچ جائیں، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو توجہ نہیں ہوئی یا آپ کے گھر میں بھی کچھ نہیں تھا اس لئے آپ نے ساری گفتگو گھر سے باہر ہی ختم کر کے مصافحہ کر کے رخصت کیا۔

اتنے میں دیکھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لا رہے ہیں آپ نے ان سے مصافحہ کیا اور چلتے چلتے مسائل پر گفتگو شروع کردی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کی طرح گھر لے جانے کی بجائے باہر ہی سے رخصت کردیا۔

آپ واپس ہو رہے تھے کہ دیکھا محبوبِ رب العالمین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھتے ہی مسکرانے لگے اور فرمایا: ابوہریرہ! معلوم ہوتا ہے کہ بھوک کی شدت سے بے تاب ہو۔

آپ نے اِثبات میں سر ہلایا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آؤ میرے ساتھ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے گھر میں داخل ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اندرونِ خانہ تشریف لے گئے اور گھر والوں سے پوچھا: کچھ کھانے کے لئے ہے؟

گھر والوں نے جواب دیا کہ ایک پیالہ دودھ کا آپ کے لئے ہدیہ کے طور پر کسی نے بھیجا ہے، آپ نے وہ پیالہ لیا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لائے، دودھ کے پیالہ پر نظر پڑتے ہی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جان میں جانِ آئی کہ ان کا رزق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک

سے مل رہا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

"یَا اَبَا هُرَیْرَةَ! اِنْطَلِقْ اِلٰی اَهْلِ الصُّفَّةِ فَادْعُهُمْ."

ترجمہ: "اے ابو ہریرہ! جاؤ اہلِ صفہ کو بلا لاؤ۔"

اس وقت صفہ میں مہمانانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعداد ستر تھی، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کا ارشاد سن کر طبیعت پر گرانی ہوئی اور سوچا:

"مَا یَفْعَلُ هٰذَا اللَّبَنُ مَعَ اَهْلِ الصُّفَّةِ."

ترجمہ: "یہ (ایک پیالہ) دودھ اہلِ صفہ (کی کثیر تعداد) کو کیا کام دے گا۔"

لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے سامنے جاں نثار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم فوراً سرِ تسلیم خم کرتے تھے، اس لئے فوری طور پر آپ اصحابِ صفہ کو بلانے کے لئے گئے اور دل ہی دل میں اپنے آپ کو تسلی دیتے رہے کہ چوں کہ میری حالت سب سے زیادہ ابتر ہے اس لئے سب سے پہلے مجھے دودھ پلائیں گے۔ بہرحال تمام مہمانانِ رسول حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر آ گئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا:

"خُذْ یَا اَبَا هُرَیْرَةَ! فَاَعْطِهِمْ."

ترجمہ: "اے ابو ہریرہ! یہ دودھ لو اور اہلِ صفہ کو (پینے کے لئے) دے دو۔"

حضرت ابو ہریرہ نے حکم کی اتباع میں ایک ایک ساتھی کو دودھ پلانا شروع کیا ہر ساتھی سیر ہو کر دودھ پیتا رہا، یہاں تک کہ ستّر کے ستّر اصحاب سیر ہو گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اب ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ دودھ

پیو، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیر ہو کر دودھ پیا، آپ نے فرمایا اور پیو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اور پیا، آپ نے تیسری مرتبہ ارشاد فرمایا کہ اور پیو، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اور پیا اس کے بعد فرمایا کہ حضرت اب بالکل گنجائش نہیں ہے، اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی ماندہ دودھ نوش فرمایا۔[1]

یہی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ "میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ تو کوئی باغ لگاتا تھا اور نہ بازار میں مال بیچتا تھا، میں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں پڑا رہتا تھا اور صرف یہ کام تھا کہ کوئی بات یاد کرنے کو مل جائے یا کچھ کھانے کو مل جائے۔"

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ مشہور تابعی ہیں فرماتے ہیں کہ ایک ایک حدیث کے لئے میں دنوں اور راتوں کو پیدل چلا ہوں جب کہیں جا کر گوہرِ مقصود حاصل ہوا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی تھے اور قرآن کریم کے علوم پر مہارت رکھتے تھے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی آمد پر کھڑے ہو کر استقبال فرماتے۔ ایک مرتبہ کسی صحابی نے سوال کیا کہ آپ بڑے بڑے صحابہ کے لئے نہیں کھڑے ہوتے مگر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے لئے کھڑے ہوتے ہیں؟

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ میں ان کے علم کی وجہ سے ان کا احترام کرتا ہوں۔

ان تمام اوصاف کے باوجود حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

---

[1] الخصائص الکبری، بَابُ مُعْجِزَاتِهِ صلی اللہ علیہ وسلم فی تکثیر الطعام الخ: ۸۰/۲

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو میں نوجوان تھا، میں نے ایک انصاری نوجوان کو کہا کہ آؤ ہم اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علم حاصل کریں اور مسائل کے بارے میں ان سے دریافت کریں، اس لئے کہ اس وقت صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کثیر تعداد میں موجود ہیں، اس انصاری نے کہا:

اے ابن عباس تجھ پر تعجب ہے! کیا تو سمجھتا ہے کہ لوگوں کو مسائل پوچھنے کی تجھ سے بھی ضرورت پڑے گی، جب کہ لوگوں میں جلیل القدر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم موجود ہوں؟

فرماتے ہیں کہ وہ تو میرے ساتھ شریک نہ ہوئے لیکن میں حصولِ علم کی طرف متوجہ ہوگیا اور اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث سیکھنے میں لگ گیا، میں جب کسی صحابی کے پاس حدیث کے بارے میں جس کا مجھ کو پتہ چلتا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے، آتا اور ان کو دوپہر کے وقت قیلولہ کرتے ہوئے پاتا تو میں اپنی چادر کو بستر بنا کر ان کے دروازے پر لیٹ جاتا، ہوا میرے چہرے پر دھول اڑاتی رہتی، یہاں تک کہ وہ باہر تشریف لے آتے، تو فرماتے:

اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے! تم کو کیا چیز یہاں لے آئی؟

تم نے میری طرف پیغام بھیجا ہوتا تو میں خود ہی حاضر ہوجاتا، میں عرض کرتا کہ نہیں، میرا ہی حق ہے کہ میں حاضری دوں۔

پھر میں عرض کرتا کہ مجھ تک ایک حدیث آپ کے حوالہ سے پہنچی ہے کہ آپ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں اس لئے میں آپ ہی سے اس کو سننا چاہتا ہوں۔

بعد میں میرا وہ ساتھی مجھے دیکھا کرتا تھا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا انتقال ہوگیا اور لوگ میرے گرد جمع ہوگئے اور مجھ سے مسائل پوچھنے لگے: میرے وہ ساتھی کہا کرتے تھے کہ یہ نوجوان مجھ سے

عقل مند نکلا۔

امام حاکم اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ یہ حدیث اصل الاصول ہے طلبِ حدیث اور توقیرِ محدث کے باب میں۔

اسی طرح ابوسلمہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرمایا کرتے تھے: میں نے زیادہ تر علم اس محلّہ انصار میں حاصل کیا، میں یہاں آکر کسی کے دروازے پر لیٹ جایا کرتا تھا، اگر میں ان کے گھر کے اندر جانے کی اجازت حاصل کرتا تو وہ مجھے اجازت دے دیتے، لیکن میں ان کے آرام کا خیال رکھتا تھا۔

تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جن اکابر علماءِ کرام نے حصولِ علم کے لئے تکالیف اُٹھائیں اللہ تعالیٰ نے ان کو علم کی دولت سے مالا مال کیا، اسی لئے کہا گیا ہے:

مَنْ طَلَبَ الْعُلٰی مِنْ غَیْرِ مَجَدٍّ   اَضَاعَ الْعُمْرَ فِیْ طَلَبِ الْمَحَالِ

ترجمہ: ”جو بغیر محنت وکوشش اور جدوجہد کے بلندی کا طلب گار ہوتا ہے وہ اپنی زندگی محال چیز کی جستجو میں ضائع کرتا ہے۔“

اسی طرح کہا گیا:

”مَنْ طَلَبَ الْعُلٰی سَهِرَ اللَّیَالِیْ“

ترجمہ: ”جو سر بلندی چاہتا ہے وہ شب بے داری کو وطیرہ بنالیتا ہے۔“

ہم اپنے اکابرین حضرت شاہ عبدالعزیز، حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، فقیہ الامت حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، شیخ العرب والعجم حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندی، حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی، مفکر اسلام مولانا مفتی محمود اور محدث العصر مولانا سیّد محمد یوسف

بنوری رحمہم اللہ تعالیٰ کی زندگیوں کا مطالعہ کرتے ہیں، تو ہمیں ان کی زندگیاں حصولِ علم کے سلسلے میں جاں فشانی، تنگ دستی اور مصائب سے پر نظر آتی ہیں۔

ہمارے ہی زمانے کے بزرگ عالم شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب مدظلہ العالی جو اپنے طالب علمی کے حالات سناتے ہیں تو رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں کہ ان حضرات نے علم کے حصول کے لئے کتنی قربانیاں دی ہیں، ان اکابر کی زندگیاں مستقبل میں آنے والے علماءِ کرام کے لئے مشعلِ راہ ہیں۔

طلبہ کو چاہئے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی پاکیزہ زندگی اور اکابر علماء کی سوانح کا ہدایت کی نیت سے مطالعہ کریں، ہم یہاں کچھ کتابوں کا نام لکھتے ہیں وہ ہر طالب علم/ طالبہ اپنے مطالعہ میں رکھے۔

❶ صور من حياة الصحابه. الدكتور عبدالرحمن رأفت الباشا، مكتبه غفوريه عاصميه.

❷ صور من حياة التابعين. الدكتور عبدالرحمن رأفت الباشا، مكتبه غفوريه عاصميه.

❸ صحابہ کے واقعات، اردو ترجمہ مفتی محمد حنیف عبدالمجید، دارالہدیٰ۔

❹ تابعین کے واقعات، اردو ترجمہ مفتی محمد حنیف عبدالمجید، دارالہدیٰ۔

❺ صحابہ کی زندگی...... مفتی محمد حنیف عبدالمجید و مولانا عمران برمی، مکتبہ بیت العلم۔

❻ اشرف السوانح۔

❼ سوانح مولانا محمد عمر پالن پوری صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ۔

❽ کاروانِ دعوت وعزیمت، مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

❾ تذکرۃ الرشید، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کی سوانح۔

❿ تذکرۃ القاسم، حضرت مولانا قاسم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی سوانح۔

⓫ آپ بیتی، حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی سوانح۔

⑫ حیاتِ طیبہ، حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی سوانح۔

الغرض طالب علم کو چاہئے کہ اپنے بزرگوں کی ان تمام سوانح کا ضرور مطالعہ کرے۔

مندرجہ ذیل واقعات سے اکابر کی حصولِ علم میں کوششوں کا اندازہ ہوگا۔

① امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بَابُ حِفْظِ الْعِلْمِ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا:

لوگ کہتے ہیں ابوہریرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ احادیث نقل کرتے ہیں مہاجرین وانصار اتنی کثرت سے نقل نہیں کرتے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اگر قرآن کریم کی دو آیتیں نہ ہوتیں تو میں ایک حدیث بھی بیان نہ کرتا۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالْهُدٰی مِنْۢ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِی الْكِتٰبِ ۙ اُولٰٓئِكَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَیَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَیَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَیْهِمْ ۚ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ۝﴾[1]

ترجمہ: ”جو لوگ ہماری اتاری ہوئی دلیلوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں باوجود یہ کہ ہم اسے اپنی کتاب میں لوگوں کے لئے بیان کر چکے ہیں اُن لوگوں پر اللہ کی اور تمام لعنت کرنے والوں کی لعنت ہے۔ مگر وہ لوگ جو توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں اور بیان کردیں تو میں ان کی توبہ قبول کر لیتا ہوں اور میں توبہ قبول کرنے والا اور رحم وکرم کرنے والا ہوں۔“

پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

مہاجرین بھائیوں کو تو بازار کی خرید وفروخت نے مشغول کر رکھا تھا اور ہمارے

[1] سورۂ بقرہ آیت: ۱۵۹، ۱۶۰

انصار بھائیوں کو ان کے مال نے مشغول کر رکھا تھا، اور ابوہریرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کو لازم پکڑتا صرف کھانا میسر آجانے پر، اور وہاں حاضر رہتا جہاں یہ دوسرے حضرات حاضر نہیں رہ سکتے تھے اور وہ چیزیں حفظ کرتا جو یہ دوسرے نہیں کر سکتے تھے۔[1]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے **فَتحُ البَارِی** میں اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ دنیا کی قلت حفظِ علم میں زیادہ مؤثر ہے۔

❷ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کو طلبِ علم کے حصول میں جو تکالیف اور مشکلات پیش آئیں اس بارے میں حافظ ابن رجب حنبلی کی **"ذیل طبقات الحنابلہ"** میں لکھا ہے۔

میں سبزیوں کا کوڑا کرکٹ، کانٹے اور درختوں کے پتے نہر کے کنارے سے چنا کرتا تھا اور بغداد میں گرانی اس انتہا کو پہنچ چکی تھی کہ کئی دن تک میں بغیر کھائے پیئے رہا، بل کہ لوگوں کی پھینکی ہوئی چیزیں اٹھا کر کھایا کرتا تھا۔

ایک دن میں سخت بھوک کی حالت میں نہر کے کنارے کی طرف گیا کہ شاید گھاس یا سبزی کے پتے وغیرہ گزارے کے لئے مل جائیں، میں جب اُس جگہ پہنچا تو کوئی دوسرا مجھ سے سبقت لے جاچکا تھا اور اگر کسی جگہ کوئی چیز ملی تو فقراء اس پر جھپٹے ہوئے تھے، فقراء کی محبت کی وجہ سے میں نے اس جگہ کی طرف بڑھنا پسند نہ کیا۔

میں اسی طرح واپس آگیا اور شہر کے وسط میں چلنے لگا، جہاں کوئی چیز گری پڑی ملتی تو کوئی دوسرا پہلے ہی وہاں پہنچا ہوا ہوتا، مجھ کو کمزوری نے بالکل نڈھال کر دیا تھا، یہاں تک کہ میں اپنے آپ کو تھامنے سے بھی عاجز آگیا۔ میں چلتے چلتے بازارِ ریاحین کی مسجدِ یاسین تک پہنچا اور اندر جا کر بیٹھ گیا، میں موت کے ساتھ مصافحہ کرنے کے قریب ہی تھا کہ ایک عجمی نوجوان مسجد میں داخل ہوا اس کے پاس روٹی اور بھونا ہوا

---

[1] بخاری، كِتَابُ الْعِلْمِ، بَابُ حِفْظِ الْعِلْمِ: ۲۲/۱

گوشت تھا وہ بیٹھ کر کھانے لگا، وہ جب بھی ہاتھ میں لقمہ لے کر منہ کے قریب کرتا تو بھوک کی شدت کی وجہ سے میرا منہ کھل جاتا، میں نے خود بھی اس بات کو اپنے حق میں نامناسب سمجھا۔

اس عجمی نے مجھے دیکھا اور کہا بھائی بسم اللہ کیجئے، میں نے انکار کیا اس نے مجھے قسم دی، میرا نفس مجھ سے جلد بازی کا طالب تھا لیکن میں نے اس کی مخالفت کی اس نے پھر مجھ کو قسم دی میں نے اس کی دعوت قبول کی اور تھوڑا سا کھالیا، وہ اس کے بعد مجھ سے پوچھنے لگا آپ کیا کام کرتے ہیں؟ اور کہاں کے رہنے والے ہیں؟ اور کس نام سے پہچانے جاتے ہیں؟

میں نے کہا میں جیلان کا رہنے والا ہوں، اس نے کہا میں بھی جیلان کا رہنے والا ہوں، پھر کہا کیا آپ ایک جیلانی نوجوان جن کا نام عبدالقادر ہے جانتے ہیں؟

میں نے کہا وہ میں ہوں، وہ پریشان ہوگیا اس کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور اس نے کہا: میں بغداد پہنچا اور میرے پاس میرے خرچ کا کچھ مال بچا ہوا تھا میں نے آپ کے بارے میں بہت پوچھا لیکن کسی نے آپ کے بارے میں میری راہنمائی نہیں کی اور میرا خرچ بھی تین دن بعد ختم ہوگیا، میرے پاس معمولی گزارے کے لئے بھی کچھ نہ بچا سوائے اس چیز کے جو آپ کی میرے پاس تھی اور میں اس حالت کو پہنچ گیا کہ مردار میرے لئے حلال ہو چکا تھا، آپ کی امانت ہی سے میں نے یہ روٹی اور گوشت خریدا ہے اب اس کو پاکیزہ سمجھ کر کھائیں، اب میں آپ کا مہمان ہوں جبکہ پہلے آپ میرے مہمان تھے۔

میں نے کہا اس کا قصہ کیا ہے؟

اس نے کہا کہ جب میں آرہا تھا تو آپ کی والدہ نے آپ کے لئے میرے ہاتھ آٹھ دینار بھیجے تھے، تو بامرِ مجبوری میں نے یہ کھانا خریدا میں اس پر آپ سے معذرت خواہ ہوں۔

میں نے اس کو تسلی دی اطمینان دلایا اور بچا ہوا کھانا اس کو دے دیا اور مزید نفقہ کے لئے کچھ سونا دے دیا جو اس نے قبول کرلیا اور واپس چلا گیا۔

۳ امام ابن الجوزی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب "صَیْدُ الخَاطِرْ" میں اپنے طلبِ علم کے ابتدائی زمانہ کے متعلق فرمایا: کہ میں طلبِ علم کی وجہ سے بہت شدائد میں مبتلا ہوا جو کہ میرے نزدیک شہد سے زیادہ شیریں تھے بوجہ میری طلب اور میری امید کے۔

وَمَنْ تَكُنِ الْعُلْيَاءَ هِمَّةُ نَفْسِهٖ
فَكُلُّ الَّذِيْ يَلْقَا فِيْهَا مُحَبَّبُ

تَرجَمہ: "جس کی ہمتِ نفس بلند مرتبت کی طالب ہو تو اس کے لئے جس بوجھ سے اسے واسطہ پڑے وہ اس کو محبوب ہوتا ہے۔"

میں اپنے بچپن میں اپنے ساتھ خشک روٹی لیتا اور حدیث پڑھنے کے لئے چلا جاتا اور بغداد میں نہرِ عیسیٰ کے قریب بیٹھ جاتا کیوں کہ بغیر پانی کے وہ روٹی مجھ سے نگلی نہ جاتی تھی، جب میں لقمہ لیتا تو اس پر پانی کا گھونٹ لیتا اور میری ہمت کی آنکھ کو تحصیلِ علم کی لذت کے علاوہ کچھ نظر نہیں آتا تھا، اس کا ثمرہ مجھ کو یہ ملا کہ میرا تعارف، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی کثرتِ سماع، ان کے آداب اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم و تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کے حالات جاننے سے ہوا۔

اور یہ بھی فرمایا: میں نے ایک فن پر قناعت نہیں کی بل کہ میں حدیث اور فقہ کے سماع کے ساتھ زاہدوں کی مجلس میں بھی جاتا، پھر میں نے لغت پڑھی اور میں نے کسی روایت کرنے والے اور وعظ کہنے والے کی مجلس کو نہیں چھوڑا اور نہ ہی کسی آنے والے اجنبی کی مجلس کو۔

سماعِ حدیث کے لئے میں مشائخ کی مجالس کے چکر لگایا کرتا تھا، بھاگتے بھاگتے میرا جسم ٹوٹ جاتا، تاکہ مجھ سے کوئی سبقت نہ لے جائے اور میری صبح و شام

اس حالت میں ہوتی کہ میرے پاس کھانے کو کچھ نہ ہوتا تھا، لیکن اللہ نے مجھ کو مخلوق کے سامنے کبھی ذلیل نہیں کیا، اگر میں تفصیل سے اپنے احوال لکھوں تو شرح بہت طویل ہوجائے گی۔

❹ ''تذکرۃ الحفاظ'' میں امام شعبہ بن حجاج کے بارے میں آیا ہے ان کے شاگرد ابوقطن کہتے ہیں کہ اشتغالِ علم اور کپڑے دھونے کی فرصت نہ ہونے کے سبب شعبہ کے کپڑوں کا رنگ مٹی کی طرح ہوگیا تھا۔

❺ حافظ ذہبی ''تاریخ الاسلام'' میں جلیل القدر تابعی حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ حضرت عروہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

جب مجھے کسی مہاجر صحابی کے حوالے سے کوئی حدیث پہنچتی تو اس حدیث کو ان سے سننے کے لئے ان کے گھر پر حاضر ہوتا، وہ قیلولہ کر رہے ہوتے تو میں ان کے دروازے پر بیٹھ جاتا جب وہ باہر تشریف لاتے تو ان سے پوچھ لیا کرتا تھا۔

❻ حضرت عاتکہ رحمہا اللہ تعالیٰ یعنی حماد بن ابی سلیمان کی بہن فرماتی ہیں: نعمان (امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ) ہمارے گھر کے باہر ہماری روئی دُھنا کرتے تھے اور دودھ، سبزی اور سودا سلف بازار سے خرید لاتے تھے، جب کبھی کوئی مستفتی دروازے پر آتا اور مسئلہ دریافت کرتا تو اسے جواب دیتے، پھر سائل سے کہتے تھوڑی دیر ٹھہر جاؤ، ابھی آتا ہوں۔ چنانچہ اپنے استاد حضرت حماد رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس تشریف لے جاتے اور کہتے کہ باہر ایک شخص آیا ہے اس نے مجھ سے یہ مسئلہ دریافت کیا ہے، میں نے اسے یہ جواب دیا ہے، آپ کی اس مسئلے میں کیا رائے ہے؟

حضرت حماد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے: یہ حدیث علماء نے بیان فرمائی اور ہمارے اصحاب کا ارشاد یہ ہے، ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے، پھر نعمان ان سے اجازت طلب کرتے کہ یہ بات آگے بیان کردوں ان کی اجازت کے بعد آگے روایت کر دیتے۔

۷ امام دارمی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی "سنن" میں جلیل القدر تابعی حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت نقل کی ہے:

فرماتے ہیں: میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ رات کے وقت مکہ مکرمہ کا سفر کیا کرتا تھا، وہ مجھے احادیث بیان کرتے تو میں پالان کے اگلے حصہ پر ان کو لکھتا رہتا، جب صبح ہوتی تو ان کو کسی دوسری چیز پر نقل کر لیا کرتا تھا۔

۸ ابن جریج رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: بیس سال تک عطا بن ابی رباح رحمہ اللہ تعالیٰ کا بستر مسجد میں رہا ہے، اسماعیل بن امیہ کہتے ہیں عطا بہت خاموش رہا کرتے تھے، پھر جب کبھی بات کرتے تو خیال ہوتا کہ یہ جو کچھ کہہ رہے ہیں فرشتے ان کی تائید کر رہے ہیں۔

جب کہ آپ کا رنگ سیاہ، آنکھیں بھینگیں، اور ناک چپٹی تھی، آپ شل اور لنگڑے تھے، پھر نابینا بھی ہوگئے تھے، ان کے جسم میں چھ عیوب تھے۔

۹ حضرت عبدالرحمٰن بن قاسم رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ میں صبح منہ اندھیرے امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور ان سے دو تین یا چار مسئلے پوچھتا اس وقت ان کی طبیعت میں انشراح ہوتا تھا اور میں ہر سحری کے وقت آتا۔ میں نے ایک مرتبہ ان کی چوکھٹ پر ٹیک لگائی تو مجھ پر نیند کا غلبہ ہوگیا اور میں سو گیا، امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ مسجد جانے کے لئے نکلے اور مجھ کو پتہ ہی نہ چل سکا، مجھ کو امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک سیاہ رنگ والی لونڈی نے ٹھوکر لگائی اور کہا کہ تمہارا آقا گھر سے نکل گیا ہے، وہ کبھی ایسے غافل نہیں ہوئے جیسا کہ آج تو غافل ہوگیا حالاں کہ ان کی عمر ۴۹ برس ہے۔ بہت کم ہی ایسا ہوا ہوگا کہ انہوں نے عشاء کے وضو سے صبح کی نماز نہ پڑھی ہو میرے کثرت سے امام مالک کے پاس آنے کی وجہ سے لونڈی نے مجھے امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا غلام سمجھ لیا تھا۔

ابن القاسم رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: میں امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے دروازے

پر سترہ برس تک پڑا رہا اس عرصہ میں، میں نے کوئی خرید و فروخت نہیں کی۔

جب میں ان کے پاس تھا، مصر کے حجاجِ کرام اور ایک نوجوان نقاب اوڑھے ہوئے اندر داخل ہوئے، نوجوان نے امام مالک کو سلام کرنے کے بعد پوچھا کہ تم میں ابن القاسم ہے؟ کسی نے میری طرف اشارہ کر دیا وہ میری طرف متوجہ ہوا اور میری آنکھوں کو بوسہ دینے لگا، مجھ کو اس سے اچھی خوشبو آئی وہ میرے بیٹے کی خوشبو تھی، وہ میرا بیٹا تھا۔

ابن القاسم رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی بیوی حاملہ چھوڑ کر آئے تھے، ان کی بیوی ان کے چچا کی بیٹی تھی، ابن القاسم رحمہ اللہ تعالیٰ نے چوں کہ لمبے سفر کا ارادہ کر لیا تھا، اس لئے انہوں نے اپنی بیوی کو اختیار دے دیا تھا، لیکن انہوں نے ابن القاسم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نکاح میں رہنے کو ترجیح دی۔

۱۰ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کی سوانح میں آیا ہے قتیبہ بن سعید کہتے ہیں: امام وکیع بن جراح رحمہ اللہ تعالیٰ جب عشاء کی نماز پڑھ لیتے تو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ چلے جاتے اور ان کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے، امام وکیع رحمہ اللہ تعالیٰ ان کو احادیث یاد کرواتے۔ امام وکیع رحمہ اللہ تعالیٰ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے اساتذہ میں سے ہیں۔

ایک دن امام وکیع رحمہ اللہ تعالیٰ نے دروازے کے دونوں چوکھٹ پکڑ کر کہا: ابوعبداللہ! میں چاہتا ہوں کہ تم کو حدیثِ سفیان سناؤں، انہوں نے عرض کیا فرمائیے! امام وکیع رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم کو سفیان کی سلمہ بن کہیل والی روایت یاد ہے؟ امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہاں! یہ روایت مجھ کو یحییٰ نے بیان کی، پھر امام وکیع رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم کو سلمہ کی فلاں فلاں حدیثیں یاد ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہاں مجھ کو یہ حدیثیں عبدالرحمٰن نے بیان کیں۔

پھر امام وکیع رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا تم کو سلمہ کی یہ یہ حدیثیں یاد ہیں؟

انہوں نے کہا ہاں، یہ آپ نے مجھ کو بیان کی ہیں، یہاں تک کہ سلمہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی احادیث سے فارغ ہوگئے۔

پھر امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا آپ کو سلمہ کی فلاں فلاں حدیث یاد ہے؟ امام وکیع رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ نہیں، پھر امام احمد ان کو حدیث بتلاتے رہے اور امام وکیع فرماتے: نہیں مجھ کو یاد نہیں، یہ حضرات کھڑے رہے کہ اسی اثنا میں لونڈی آئی اور اس نے کہا کہ زہرہ ستارہ طلوع ہوگیا، یعنی صبح ہوگئی۔

⑪ عبدالرحمٰن بن ابی حاتم کہتے ہیں: میں نے اپنے والد کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں بغداد میں قتیبہ بن سعید رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس موجود تھا کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ ان کے پاس آئے اور کچھ احادیث کے بارے میں ان سے پوچھا انہوں نے وہ احادیث بیان کیں، پھر ان کے پاس ابوبکر بن ابی شیبہ اور ابن نمیر رحمہما اللہ تعالیٰ رات کے وقت کوفہ میں آئے، میں بھی ان کے ساتھ ان کی مجلس میں حاضر ہوا وہ اور میں صبح تک ان سے منتخب احادیث کے بارے میں پوچھتے رہے۔

⑫ ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ کی "مناقب امام احمد بن حنبل" میں آیا ہے کہ عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: میں نے اپنے والد کو فرماتے ہوئے سنا: بعض مرتبہ میں درسِ حدیث کے لئے صبح سویرے آنا چاہتا تو میری والدہ میرے کپڑے پکڑ لیتیں اور فرماتیں کہ نہیں اذان ہوجانے دو، لوگوں کو صبح کر لینے دو اور کبھی صبح سویرے ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ تعالیٰ کی مجلس میں چلا جاتا۔

ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ صالح بن احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ایک شخص نے میرے والد کے پاس دوات جو انہوں نے اٹھائی ہوئی تھی دیکھی اور کہا کہ ابوعبداللہ! تم تو امام المسلمین ہو یہ تم کیا کام کر رہے ہو؟ یعنی سیاہی کی دوات اٹھائے پھر رہے ہو، تو انہوں نے جواب میں فرمایا:

"مَعَ الْمِحْبَرَةِ اِلَى الْمَقْبَرَةِ"

ترجمہ: ''دوات کے ساتھ قبر تک جاؤں گا۔''

عبداللہ بن محمد بغوی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ سے سنا آپ فرمارہے تھے کہ میں علم کو طلب کرتا رہوں گا یہاں تک کہ قبر میں داخل ہوجاؤں۔

ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ محمد بن اسماعیل رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں بغداد کے ایک سفر پر تھا کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر گزر ہوا، وہ دوڑتے ہوئے جارہے تھے، اور ان کی جوتیاں ان کے ہاتھ میں تھیں، میرے والد نے ان کو کپڑے سے پکڑ کر کہا، عبداللہ! تم کو شرم نہیں آتی تم کب تک بچوں کی طرح دوڑتے رہوگے، انہوں نے فرمایا: موت تک۔

⓭ عبدالرحمٰن بن یونس رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ میں نے سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو کہتے ہوئے سنا: جو حدیث کا طالب ہو وہ مفلس ہوجاتا ہے، میں نے اپنی والدہ کی سلفچی سات دینار میں فروخت کی، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب ''اَلعِلَلُ فِی مَعْرِفَةِ الرِّجَالِ'' میں فرمایا: میں حکم بن عیینہ کے پاس اٹھارہ مہینے رہا، انہوں نے اپنے گھر کے پتھر بھی فروخت کردیئے تھے۔

⓮ امام ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ''سیر اعلام النبلاء'' میں زید بن حباب کے احوال میں ہے کہ انہوں نے حصولِ علم کے لئے مشرقِ بعید، مرو، شاہجان سے سفر شروع کیا، مصر تک گئے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ اندلس بھی گئے۔

ان سے امام بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے روایت کی اور فرمایا کرتے تھے: وہ بہت دانا، صاحبِ حیثیت تھے، حدیث کے لئے انہوں نے مصر اور خراسان کے سفر کئے۔ ان سے زیادہ فقر پر صبر کرنے والا کوئی نہ تھا، میں نے ان سے کوفہ اور بغداد دونوں میں کتابتِ حدیث کی۔

⓯ ابوالیمن علیمی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''المنهج الاحمد'' میں امام احمد بن حنبل

رحمہ اللہ تعالیٰ کے احوال میں لکھا ہے:

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ عبدالرزاق رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس ۱۹۷ھ میں صنعاء یمن گئے اور امام یحییٰ بن معین کو بھی اس سفر میں ساتھ لیا، امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جب ہم عبدالرزاق رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس یمن کی طرف نکلے تو ہم نے حج کیا، میں طواف کر رہا تھا کہ دیکھا کہ امام عبدالرزاق رحمہ اللہ تعالیٰ بھی طواف کر رہے ہیں، میں نے ان کو سلام کیا اور عرض کی: یہ آپ کا بھائی احمد بن حنبل ہے۔

انہوں نے کہا: اللہ اس کو زندہ سلامت رکھے اور ثابت قدم رکھے، ان کے تمام بہترین کام مجھ تک پہنچے ہیں، میں نے امام احمد کو فرمایا: اللہ نے ہمارا سفر کم کردیا جن سے یمن میں جا کر ملنا تھا وہ یہیں مل گئے اور نفقہ بھی وافر کردیا اور ایک مہینہ کے سفر سے ہم بچ گئے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ میں نے بغداد سے نکلتے وقت نیت کی تھی کہ میں صنعا جا کر امام عبدالرزاق رحمہ اللہ تعالیٰ سے سماع کروں گا، اس لئے میں اپنی نیت تبدیل نہیں کرسکتا، یحییٰ بن معین رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ جب ہم صنعا کے لئے نکلے تو راستہ میں امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا خرچہ ختم ہوگیا، امام عبدالرزاق رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت سے درہم دینے چاہے لیکن امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے انکار کردیا، پھر انہوں نے فرمایا: اچھا قرض لے لو، انہوں نے قرض لینے سے بھی انکار کردیا، ہم نے اپنے خرچ سے ان کو کچھ دینا چاہا تو انہوں نے اس سے بھی انکار کردیا، ہم نے ان کی نگرانی شروع کی کہ گزارہ کس طرح کرتے ہیں، تو وہ مزدوری کی اجرت سے روزہ افطار کرتے تھے۔

(۱۶) قاضی ابن ابی یعلی رحمہ اللہ تعالیٰ نے "طبقات الحنابلہ" میں امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے شیخ امام عبدالرزاق رحمہ اللہ تعالیٰ کے احوال میں لکھا ہے:

عبدالرزاق رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک دن امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا تذکرہ شروع کیا تو ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور فرمایا کہ امام احمد ہمارے پاس (طلبِ علم کے حصول کے لئے) دو سال سے کچھ کم عرصہ رہے اس اثنا میں ہم کو پتہ چلا کہ ان کا خرچ ختم ہو چکا ہے، میں نے ان کا ہاتھ پکڑا اور دروازے کے پیچھے کھڑا کر دیا، وہاں ہمارے علاوہ دوسرا کوئی نہ تھا، میں نے ان کو کہا میرے پاس کبھی دینار جمع نہیں ہوئے، جب ہم اناج فروخت کرتے ہیں تو اس رقم کو کسی کام میں لگا دیتے ہیں، خواتین کے پاس سے مجھے دس دینار مل گئے، ان کو آپ اپنی ضروریات میں صرف کر دیں مجھے امید ہے کہ یہ ابھی آپ کے پاس ختم نہیں ہوئے ہوں گے کہ ہمارے پاس کوئی دوسری چیز تیار ہو جائے گی۔

کہتے ہیں کہ مجھ کو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اگر مجھ کو لوگوں سے کچھ قبول کرنے کی عادت ہوتی تو میں ضرور آپ کا یہ مال قبول کرتا۔

❊ ابن الجوزی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسحاق بن راہویہ سے نقل کیا، وہ کہتے ہیں: جب امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ امام عبدالرزاق رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس جانے کے لئے نکلے تو راستہ میں ان کا خرچ ختم ہو گیا، تو انہوں نے شتر بانوں کے ساتھ مزدوری پر اپنے آپ کو لگا دیا یہاں تک کہ صنعا پہنچ گئے، ان کے کچھ احباب نے ان کی مدد کرنی چاہی لیکن انہوں نے قبول نہ کیا۔

❊ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے "البدایہ والنہایہ" میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کی ان سختیوں کا ذکر کیا ہے جو ان کو یمن کے سفر میں پیش آئیں، فرمایا:

امام احمد تحصیلِ علم کے لئے یمن میں مقیم ہو گئے، ایک دن ان کے بعض کپڑے گم ہو گئے تو انہوں نے اپنے گھر کے دروازے بند کر دیئے اور اندر بیٹھ گئے، جب ان کے ساتھیوں نے ان کو غیر حاضر پایا تو ان کے گھر سے پوچھا، احوال معلوم ہو جانے کے بعد ان کی خدمت میں کچھ پیش کرنا چاہا، انہوں نے سوائے ایک دینار

کے کچھ قبول نہ کیا، وہ بھی اس شرط پر کہ اس دینار کے بدلے ان کو کتاب لکھ دیں گے، احمد بن سنان واسطی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ امام احمد نے یمن سے جاتے وقت اپنی جوتیاں ایک نان بائی کو دے دی تھیں، ان روٹیوں کے عوض جو انہوں نے اس سے لی تھیں۔

⑰ امام محمد بن حاتم الوراق رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

میں نے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کو فرماتے ہوئے سنا: میں عسقلان آدم بن ابی ایاس کے پاس گیا، میرا سفرِ خرچ ختم ہوگیا تھا یہاں تک کہ میں زمین کی گھاس پھونس کھانے لگ گیا تھا اور میں نے کسی کو اس کی خبر نہ کی، جب تیسرا دن ہوگیا تو ایک شخص آیا جس کو میں جانتا نہ تھا اس نے مجھ کو دینار کا ایک تھیلا دیا اور کہا اس کو اپنے اوپر خرچ کردو۔

⑱ حافظ ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے "العبر" میں اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے "تہذیب التہذیب" میں حافظ یعقوب بن سفیان فارسی رحمہ اللہ تعالیٰ کے احوال میں لکھا ہے:

ابواسحاق بن حمزہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ مجھ کو یعقوب بن سفیان نے کہا کہ میں تیس سال سفر میں رہا سفر کے دوران میرا سفرِ خرچ کم پڑ گیا، تو میں رات کو پابندی کے ساتھ کتابت کیا کرتا تھا اور دن کو پڑھا کرتا تھا۔

ایک رات میں چراغ کی روشنی میں بیٹھا لکھ رہا تھا، سردیوں کا موسم تھا میری آنکھوں میں پانی اتر آیا، مجھے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا، میں علم کے فوت ہونے اور شہر سے دور ہونے کی وجہ سے رونے لگا، مجھے اس حالت میں نیند آگئی۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے مجھ کو آواز دی:

یعقوب تم کیوں رو رہے ہو؟

میں نے عرض کیا حضرت میری نگاہ ختم ہوگئی ہے اور اس کی وجہ سے جو چیز مجھ

سے فوت ہو رہی ہے اس کا مجھ کو افسوس ہے۔

آپ نے فرمایا میرے قریب ہو جاؤ، میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہو گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری آنکھ پر دستِ مبارک پھیرا جیسے کچھ پڑھ رہے ہوں، پھر میں جاگ گیا اور وہ نسخہ لے کر میں نے لکھنا شروع کر دیا۔

۱۹ حافظ ذہبی نے ''تذکرۃ الحفاظ'' میں حافظ امام جوال حسن بن علی رحمہ اللہ تعالیٰ کے احوال میں لکھا ہے:

میں عسقلان میں سماعِ حدیث کرتا تھا کہ مجھ کو نفقہ کی تنگی ہو گئی، کئی دن میں بغیر کھائے پیئے رہا، میں لکھنے بیٹھا تو اس سے بھی عاجز رہا لکھ نہ سکا، میں ایک نان بائی کی دکان پر گیا اور قریب بیٹھ گیا تاکہ روٹی کی خوشبو سے قوت حاصل کر لوں پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فتوحات کے دروازے کھول دیئے۔

۲۰ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحصیلِ علم میں بے حد محنتیں اٹھائی تھیں، تفصیلات کے لئے تو سوانح عمری کا مطالعہ کیا جائے یہاں نمونے کے لئے ایک واقعہ درج کیا جاتا ہے، حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی آپ بیتی میں تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت اقدس مولانا الحاج شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری نور اللہ مرقدہ نے اپنی طالبِ علمی کے واقعات بہت ہی کثرت سے سنائے، یہ ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ سردی میں کوئی کپڑا سردی کا نہیں تھا کسی سے اظہار کو غیرت، مانع تھی، اس کی انتہائی کوشش میں رہتا تھا کہ کسی کو خبر نہ ہو۔

جب تک مسجد کے کواڑ کھلے رہتے حمام کے سامنے سینکنے کے بہانے سے بیٹھا رہتا، اور جب سب چلے جاتے تو مسجد کے اندر زنجیر لگا کر مسجد کی ایک صف کے ایک کونے پر لیٹ کر کروٹیں بدلتا ہوا دوسرے کونے تک پہنچ جاتا، وہی صف اوڑھنا بچھونا بن جاتی تھی، سر اور پاؤں کی طرف سے خوب ہوا لگتی رہتی تھی، تہجد کے وقت

اسی طرح کروٹیں بدلتا ہوا دوسری جانب آجاتا صف بچھ جاتی۔

❊ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب نوراللہ مرقدہ ۔نے سہارنپور کے دورِ طالب علمی کے بارے میں فرمایا:

''مدرسہ کے اندر اس وقت مطبخ تک قائم نہیں ہوا تھا، طلبہ کو وظیفہ ملا کرتا تھا، دارالطلبہ بھی نہیں بنا تھا، اس لئے طلبہ کا قیام مساجد میں رہتا تھا، حضرت فرمایا کرتے تھے کہ ایک مسجد میں ہمارا پانچ آدمیوں کا قیام تھا، ایک طالبِ علم امام تھا، ان کا کھانا محلّہ سے آتا تھا اور دو کا وظیفہ مدرسہ سے تھا، اسباق سے فارغ ہونے کے بعد وہ اپنی روٹی خود پکایا کرتے تھے کبھی دال بھی پکا لی ورنہ چٹنی، تین آدمیوں کا کھانا ہم پانچ آدمی کھایا کرتے تھے۔''[1]

اللہ تعالیٰ اکابرین کے ان واقعات کی برکت سے ہمارے اندر بھی علم کے حصول کا شوق پیدا فرمائے اور اس کے لئے خوب محنت اور کوشش کرنے کی توفیق بھی عطا فرمائے۔

حصولِ علم کے شوق میں مجرد زندگی گزارنا

نکاح کرنا اسلام کے احکام میں سے ایک حکم ہے اور اس کو اختیار کرنے کی سخت تاکید کی گئی ہے انسان کی سیرت اور سلوک، عفت اور پاک دامنی، دین کے کمال استقرارِ نفس اور دل جمعی پر اس کے پاکیزہ اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اور اس امر کا داعیہ انسانی فطرت میں طبعی طور پر موجود ہے، اسی فطری داعیہ کی وجہ سے انسان اس کی طرف سعی کرتا ہے۔ انسان کی زندگانی کی حاجاتِ اصلیہ کا یہ ایک انتہائی اہم حصہ ہے، انسان کی ذات کی تکمیل، اولاد کی نشونما نوعِ انسانی اور بقاءِ نسل اور اس

---

[1] آپ بیتی: جلد ا صفحہ ۴۲

جہاں کی تعمیر و ترقی کے لئے یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے۔

اسلام نے بھی اس شخص کے لئے جس کو اپنے بارے میں گناہ اور زنا میں پڑنے کا اندیشہ ہو، نکاح کرنے کی سخت تاکید کی ہے۔ بعض فقہاء نے اس کو عبادات کی قسم میں شمار کیا ہے، اس لئے کہ نسلِ صالح کا وجود اور بقا اس پر موقوف اور مرتب ہے، آباء و اجداد سے اسلام قبول کرنا، سیکھنا اور اولاد تک پہچانا بھی اسی سے متعلق ہے اور سلسلہ اسی طرح چلتا رہے گا، یہاں تک کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ زمین اور جو کچھ اس کے اوپر ہے کے تنہا وارث ہو جائیں گے۔

انسان کی طبعی شہوت جب کسی غیر شادی شدہ شخص میں بیدار ہو جاتی ہے تو اس کی فکر اور رائے پراگندہ اور متفرق ہو جاتی ہے اور کبھی انسان جادۂ مستقیم سے بھی ہٹ جاتا ہے اور یہ کیفیت اس کو اہانت اور ہلاکت کے گھڑے میں گرنے کے قریب کر دیتی ہے۔

اسی وجہ سے نکاح ایک مشروع اور اساسی حکم ہے، اس کے بغیر رہنا انسان کے لئے مشکل ہو جاتا ہے، سوائے اس شوق کے جو انسان پر غالب اور اس کے دل کا روگ ہو یا کسی اعلیٰ درجہ کی چیز کے ساتھ اس کا تعلق ہو جو اس کے نفس پر غالب ہو کہ اس چیز کا اس کے ساتھ تعلق نکاح کے تعلق سے فائق ہو اور دل و دماغ پر اس کا قبضہ اور تعلق روز بروز بڑھتا جاتا ہو، جیسا کہ بعض علماء کا تعلق علم کے ساتھ یا بعض مجاہدین کا تعلق جہاد کے ساتھ ہوتا ہے، یا جیسے بلند ہمت اولوالعزم لوگوں کی نظر میں بلندی کے حصول کا شوق ہوتا ہے۔

مجرد زندگی اختیار کرنا یہ انسانی زندگی کا ایک سخت ترین عمل ہے، جس سے انسانی روح مفقود ہو سکتی ہے، سکونِ نفس تباہ ہو سکتا ہے اور اس کو اپنے کنوارے پن کی وجہ سے کھانے پینے، صفائی ستھرائی، گھر کی خدمت کی مشقت بھی خود برداشت کرنا پڑتی ہے اور اس کے سبب سے بیماری لاحق ہو جانے کی صورت میں یہ کسی عورت کی

مہربانی اور خدمت سے بھی محروم ہوتا ہے اور بڑھاپے میں اولاد کی خدمت سے بھی محرومی رہتی ہے۔ یہ تہہ بہ تہہ شدائد و مصائب ہیں، جن کو صرف وہ شخص برداشت کرسکتا ہے جس کی نظر میں اس پر صبر آسان ہو۔

علماء مجرد زندگی گزارنے پر کیوں آمادہ ہوئے؟

علماء کے اس باب سے متعلق احوال نقل کرنے سے پہلے میں بہتر سمجھتا ہوں کہ اختصار کے ساتھ اس سبب کی طرف اشارہ کروں، جس نے ان علماء کو مجرد زندگی گزارنے پر آمادہ کیا، جب کہ ان کو نکاح کے احکام اور اس کی فضیلت، مجرد زندگی کے خطرات اور مشکلات کا علم تھا اور بالخصوص کوئی ایسی صریح نص بھی وارد نہیں ہے جو مجرد زندگی گزارنے پر آمادہ کرے یا اس کی تاکید ہو، تو وہ کون سی چیز ہے جس نے ان کو مجرد زندگی گزارنے پر آمادہ کیا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ان علماء کا انفرادی مسلک تھا جو انہوں نے اپنی خاص بصیرت سے اختیار کیا، ان کی نظر میں خیرِ علم خیرِ ازدواج پر غالب تھی، لہٰذا انہوں نے اپنے ایک مطلوب کو دوسرے مطلوب پر مقدم کیا اور اپنے اس مسلک کی طرف لوگوں میں سے کسی کو انہوں نے دعوت نہیں دی۔ اور نہ انہوں نے لوگوں کو یہ کہا کہ علم کے لئے تجرد کی زندگی شادی سے بہتر ہے اور نہ کبھی یہ کہا کہ جو طرزِ زندگی ہمارا ہے یہ بہتر ہے تمہارے طرزِ زندگی سے۔

اب میں ان علماء کے احوال نقل کرنا چاہتا ہوں، جنہوں نے تنہائی کی زندگی کو شادی پر ترجیح دی تاکہ بہت سارے لوگوں کے لئے یہ بطور نمونہ کے ہوجائیں، جنہوں نے اپنی لذتِ نفس کو قربان کر کے غیروں کو نفع پہنچایا۔ اللہ ان سے راضی ہوجائے اور ان کے ساتھ ایسا بھلائی والا معاملہ کرے، جو انہوں نے علم اور اہلِ علم کے ساتھ کیا، ان احوال کے نقل کرنے کو کنوارے پن کی زندگی کی طرف دعوت نہ

سمجھا جائے۔

جن مجرد زندگی گزارنے والے علماء کے احوال میں نقل کرنا چاہتا ہوں، اس میں میں نے یہ اہتمام کیا ہے کہ میں ان حضرات کی سوانح بیان کروں جن کی سیرت قابل توجہ، سبق آموز اور لائقِ اقتدا ہو اور یہ کہ اُن کی حیاتِ علمی اور حیاتِ سلوکی برانگیختہ کرنے والی اور جوش دلانے والی ہو، فضائل و مآثر کے انواع سے پر ہو اور وہ اپنے پڑھنے والے کی شخصیت میں علم کی چنگاری پیدا کرے اور اس کو صلاح وتقویٰ کی جانب کھینچ لائے۔

اور آج کے طالب علم ان حضرات کے احوال میں علم کی قدر و منزلت اور ان حضرات کی نظر میں علم کے اعلیٰ مقام ہونے کا مشاہدہ بھی کرلیں، کہ یہ وہ علماء ہیں جنہوں نے اپنے نفس کو عورت کے انس اور نفع حاصل کرنے سے زندگی بھر کے لئے محروم کئے رکھا، صرف اس لئے کہ وہ علم کو حاصل کریں اور علم میں ترقی کریں اور علم کی خدمت کریں اور اپنے بعد آنے والوں کو پہنچائیں۔ انہوں نے عورت، اولاد اور نسل کے حصول پر ہم لوگوں کو ترجیح دی۔

اللہ ان کو علم، اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے بہترین جزا دے اور اپنے جوارِ رحمت سے ان کی عزت افزائی فرمائے اور حورِعین ان کو بطور بدلہ کے عنایت فرمائے اور ان کا مقام انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ کردے۔

① حضرت امام یونس بن حبیب رحمہ اللہ تعالیٰ

قاضی ابن خلکان نے ''وَفَیَاتُ الْاَعْیَانْ'' میں ان کے احوال میں لکھا ہے:

ان کی ولادت ۹۰ھ اور وفات ۱۸۲ھ میں ہوئی انہوں نے علمِ ادب ابوعمرو بن العلاء اور حماد بن سلمہ سے حاصل کیا، علم نحو کے ساتھ ان کو خصوصی مناسبت تھی، انہوں نے عرب سے سماع کیا، سیبویہ نے ان سے بکثرت روایت کی ہے، فراء اور کسائی

نے ان سے سماع کیا، بصرہ میں ان کے حلقہ میں عرب اور اہلِ بادیہ کے فصحاء اور اُدباء آیا کرتے تھے۔

✼ معمر بن مثنیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں چالیس برس تک یونس بن حبیب رحمہ اللہ تعالیٰ کی مجلس میں جایا کرتا تھا اور میں روزانہ ان کے حفظ سے اپنی تختیاں بھرا کرتا تھا۔

✼ ابوزید انصاری رحمہ اللہ تعالیٰ کہا کرتے تھے کہ میں یونس بن حبیب رحمہ اللہ تعالیٰ کی مجلس میں دس سال بیٹھا ہوں اور مجھ سے پہلے خلف الاحمر دس سال بیٹھے تھے۔

✼ اسحاق بن ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ یونس بن حبیب رحمہ اللہ تعالیٰ ۸۸ سال زندہ رہے، وہ نہ تو مال دار ہوئے اور نہ ہی انہوں نے شادی کی، ان کا طلبِ علم اور لوگوں کے ساتھ علمی گفتگو کے علاوہ کوئی دوسرا مشغلہ نہ تھا۔ ان کی تصانیف میں اہم ترین کتابیں معانی القرآن الکریم، کتاب اللغات، کتاب الامثال، کتاب النوادر الصغیر، کتاب النوادر الکبیر اور معانی الشعر ہیں۔

❷ حضرت امام بشر حافی رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۵۰ھ میں آپ ''مرو'' میں پیدا ہوئے پھر بغداد آئے اور اسی کو اپنا مسکن بنایا اور وہیں سماعِ حدیث کیا، بغداد اور دوسری جگہوں کے کثیر شیوخ سے آپ نے اخذِ حدیث کیا، ان کے شیوخ میں حماد بن زید، عبداللہ بن مبارک، عبدالرحمٰن بن مہدی مالک بن انس، ابوبکر بن عیاش، فضیل بن عیاض رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ شامل ہیں۔

اکابر ائمہ کی ایک جماعت نے ان سے سماع کیا، ان میں امام احمد بن حنبل ابراہیم حربی، زہیر بن حرب، سری سقطی، عباس بن عبدالعظیم، محمد بن حاتم رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ حضرات شامل ہیں۔

❊ احمد بن مابان رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ سے ورع کے بابت ایک مسئلہ پوچھا گیا تو فرمایا:

اَستَغفِرُ اللّٰه، مجھ کو ورع کے بارے میں بات کرنا زیب نہیں دیتا جب کہ میں بغداد کا اناج کھاتا ہوں، اگر بشر بن حارث ہوتے تو وہ اس قابل تھے کہ تم کو جواب دیتے، وہ بغداد اور عراق کے دیہاتوں کا اناج نہیں کھایا کرتے تھے۔

❊ حسن بن لیث رازی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کو کہا گیا کہ بشر بن حارث رحمہ اللہ تعالیٰ آپ کے پاس آنا چاہتے ہیں تو فرمایا: شیخ کو تکلیف مت دو ہم ان کے پاس جانے کے زیادہ حقدار ہیں۔

❊ ابوبکر مروزی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: میں نے ابوعبداللہ کو بشر بن حارث کا ذکر کرتے ہوئے سنا کہ ان میں ایک اُنس و محبت ہے حالاں کہ میں نے کبھی ان سے بات نہیں کی۔

❊ عبدالفتاح رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ صرف ان کی مجلس میں بیٹھنے اور ان کا دیدار اور مجلس کی خوشبو سونگھنے پر اکتفا کیا کرتے تھے۔

❊ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے:

بشر نے جو راستہ اختیار کیا اس پر حاوی ہوگئے اس لئے کہ وہ تنہا تھے اور عیال دار نہ تھے، عیال دار شخص تنہا کی طرح نہیں ہوسکتا اگر میری یہ حالت ہوتی تو میں ہرگز پرواہ نہ کرتا کہ میں کیا کھا رہا ہوں اگر لوگ شادی کرنا چھوڑ دیں تو کون دشمن کا دفاع کرے گا، بچے کا باپ کے سامنے رونا اور باپ کو فکر مند کرنا اور باپ سے روٹی طلب کرنا، یہ اس کام سے بہتر ہے، اس کے ساتھ تنہا زندگی گزارنے والا عابد کہاں مل سکتا ہے۔

❊ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کو جب اُن کی موت کی خبر ہوئی تو فرمایا:

اللہ ان پر رحم فرمائے خود تو فوت ہوگئے، مگر دنیا میں سوائے عامر بن قیس کے

اپنا کوئی نظیر نہیں چھوڑا، اگر یہ شادی کر لیتے تو ان کا معاملہ مکمل ہو جاتا اور اپنے بعد اپنا مثل چھوڑ کر نہ جاتے۔

❊ محمد بن مثنیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: میں نے احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کو کہا کہ آپ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ کس شخص کے بارے میں؟ میں نے کہا کہ بشر کے بارے میں۔

فرمایا: میرے نزدیک ان کی مثال ایسی ہے جیسا کہ ایک شخص نے زمین میں نیزہ گاڑھ لیا ہو اور پھر اس کی نوک پر بیٹھ گیا ہو، تو کیا اس نے کسی دوسرے کے بیٹھنے کے لئے جگہ چھوڑی۔

❊ زہیر ابن ابی سلمٰی رحمہ اللہ تعالیٰ امام بشر حافی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں کہتے ہیں: ان کے بعد ایک قوم نے ان کو پانے کی سعی کی، لیکن وہ نہ تو ان کو پا سکے اور نہ ہی ان کے قریب پہنچ سکے اور نہ واپس اپنی جگہ پر آ سکے۔

❊ عبدالفتاح رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: امام بشر حافی رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد ابراہیم حربی ان کو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تشبیہ دیتے تھے، اور ان کی تعریف میں فرماتے:

بغداد نے ان سے زیادہ کامل عقل اور زبان کی حفاظت کرنے والا شخص پیدا نہیں کیا، ان سے کبھی کسی مسلمان کی غیبت نہیں سنی گئی، گویا کہ اس کے ہر بال میں عقل ہے اگر ان کی عقل کو اہلِ بغداد پر تقسیم کر دیا جاتا تو تمام اہلِ بغداد عقل مند ہو جاتے، اور ان کی عقل میں کوئی کمی نہ آتی۔

❊ خطیب بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: بشر بن حارث رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے ہم عصروں سے ورع اور زُہد میں فائق تھے اور حسنِ طریقت، استقامتِ مذہب اور نفس سے بے رغبتی میں منفرد تھے۔ آپ بہت احادیث کو جاننے والے تھے۔

❊ حافظ دارقطنی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ بشر بن حارث زُہد کے پہاڑ تھے صحیح

حدیث ہی کی روایت کیا کرتے تھے اور بعض مرتبہ جس سے روایت کرتے اس کو آزمائش میں مبتلا کر دیا کرتے تھے۔

۳ حضرت امام محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ تعالیٰ

ان مجدّد دین میں حضرت امام طبری رحمہ اللہ تعالیٰ طبرستان کے ''آمل'' شہر میں ۲۲۴ھ میں پیدا ہوئے، سات سال کی عمر میں قرآن حفظ کیا، کتابتِ حدیث نو سال کی عمر میں شروع کی۔

امام یافع رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف انہوں نے طلبِ علم کا سفر بارہ سال کی عمر میں کیا۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات کے بعد ۲۶۱ھ میں واپس آئے، امام احمد سے ان کی ملاقات نہ ہوسکی، علماء کی ملاقات اور تحصیلِ علم کے لئے انہوں نے اقالیمِ اسلام کا طواف کیا، آپ نے خراسان، عراق شام اور مصر کے چکر لگائے پھر بغداد کو وطن بنا لیا اور وفات تک وہاں ہی قیام فرمایا وہ منصبِ امامت پر آغازِ جوانی میں فائز ہوگئے اور اپنے زمانے کے امام بن گئے۔

* حافظ ابوبکر رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں کہا:

وہ ائمہ علماء میں سے ایک تھے، ان کے قول پر فیصلہ کیا جاتا تھا اور ان کی رائے کی طرف رجوع کیا جاتا تھا بوجہ ان کی معرفت اور فضل کے، انہوں نے ایسا علم جمع کیا تھا، جس میں ان کا کوئی شریک نہ تھا، وہ کتاب اللہ کے حافظ اور قرائتوں کے عارف، احکام کے فقیہہ اور معانی کی بصیرت رکھنے والے تھے، صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین اور بعد میں آنے والوں کے آثار کی معرفت رکھنے والے تھے، حرام و حلال میں اور لوگوں کے احوال و اخبار کے عارف تھے۔

ان کی مشہور تفسیر ''جَامِعُ الْبَيَانْ عَنْ وُجُوْهِ آيِ الْقُرْآن'' ہے اس جیسی تفسیر نہیں لکھی گئی ہے، تاریخ میں ان کی مشہور کتاب ''تَارِيخُ الرُّسُلِ وَالْاَنْبِيَاءِ

وَالْمُلُوْكِ وَالْاُمَمْ" ہے اور "تَہْذِیْبُ الآثَارِ وَ تَفْصِیْلُ الثَّابِتِ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ مِنَ الْاَخْبَار" ہے۔

میں نے اس باب میں اس کے علاوہ کوئی کتاب نہیں دیکھی، لیکن وہ اس کو مکمل نہ کر سکے۔ اصول فقہ اور فروع میں ان کی بہت سی کتب ہیں، فقہاء کے مختار اقوال میں بھی ان کی کتب ہیں، کچھ مسائل میں ان کا تفرد ہے جو میں نے ان سے حفظ کیے ہیں۔

❊ امام ابوحامد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا:

تفسیر ابنِ جریر کے حصول کے لئے اگر کسی کو چین کا سفر کرنا پڑ جائے تو یہ زیادہ نہیں ہے۔

❊ امام ابوبکر بن خزیمہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: میں نے اس کے اول آخر کو دیکھا ہے، روئے زمین پر مجھ کو ابن جریر سے بڑا کوئی عالم نظر نہیں آیا۔

❊ خطیب بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ میں نے سمسمی کو بیان کرتے ہوئے سنا: ابن جریر چالیس سال تک روزانہ چالیس ورقے لکھا کرتے تھے۔

❊ ابومحمد عبداللہ بن احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب "اَلصِّلَة" میں کہا ہے کہ ان کے شاگردوں نے ان کی زندگی کے تمام دنوں کا حساب لگایا بلوغ سے وفات تک وہ ٨٦ سال کے تھے، پھر ان کی زندگی کے ایام پر ان کی مصنّفات کے اوراق تقسیم کیے تو ہر دن پر چودہ ورق تقسیم ہوئے۔

آپ دنیا اور اہلِ دنیا سے کنارہ کش تھے اور اپنے آپ کو ان چیزوں کے تقاضوں سے بہت بلند و بالا رکھتے تھے اور آپ اس قاری کی طرح تھے جو قرآن کے علاوہ کسی چیز کو نہ جانتا ہو، اور اس محدث کی طرح تھے جو سوائے حدیث کے کسی چیز کو نہ جانتا ہو اور اس حاسب کی طرح تھے جو حساب کے علاوہ کسی چیز کو نہ جانتا ہو۔

آپ ظاہر میں بہت عقل مند اور ہوشیار تھے، باطن میں بہت صاف ستھرے

تھے ہم مجلسوں کے ساتھ حسنِ معاشرت کرنے والے تھے، اپنے اصحاب کی خبر گیری رکھنے والے تھے اور تمام احوال میں نہایت ہی مہذب تھے۔

اپنے بعض احباب کے ساتھ صحراء میں تشریف لے جاتے اور وہاں کھانا تناول فرماتے، مجلس کے بعد جب وہ اپنے گھر میں داخل ہوتے تو بوجہ تصانیف میں مشغولیت کے کسی کو اندر داخل ہونے کی اجازت نہیں ہوا کرتی تھی۔

✲ ابوبکر بن کامل رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: آپ ہر علم سے بھر پور تھے، وہ اخلاق جو اہلِ علم کے شایانِ شان نہ ہوتے وہ ان سے دور رہنے والے تھے، وہ ان اخلاق کو پسند نہ کرتے تھے جو برے ہوتے اگرچہ وہ مرجاتے، تمام احوال میں سچائی کو پسند فرماتے۔

✲ استاد محمد علی کرد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: ان سے یہ بات بھی منقول نہیں کہ انہوں نے کبھی اپنی زندگی کا ایک لمحہ بھی ضائع کیا ہو سوائے افادہ یا استفادہ کے۔

✲ معافی بن زکریا رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل کیا ہے:

وہ امام طبری رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس ان کی موت سے تھوڑی دیر قبل موجود تھے، ان کے سامنے جعفر بن محمد سے ایک دعا کا ذکر کیا گیا، تو انہوں نے کاغذ اور دوات منگوا کر اس کو لکھ لیا ان کو کہا گیا کہ کیا اس حالت میں بھی، تو فرمایا کہ انسان کو چاہئے کہ وہ علم کے اقتباس کو مرتے دم تک نہ چھوڑے۔

۴ امام محمد بن قاسم بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ

وہ نحو اور ادب میں سب سے بڑے عالم تھے اور یہ علوم ان کو سب سے زیادہ یاد تھے، اپنے زمانہ کے علماء کے جمِ غفیر سے انہوں نے سماع کیا اور اسی کثرت کی وجہ سے ان سے بھی سماع کیا گیا، انہوں نے بہت سی کتب علوم القرآن، غریب الحدیث، مشکل الحدیث، وقف اور ابتداء میں تصنیف کیں۔ ان کو ایک سو بیس تفاسیر

اسناد کے ساتھ یاد تھیں۔

اور ان کو تین لاکھ سے زیادہ اشعار یاد تھے، قرآن کریم کے علوم پر یہ ان سے استشہاد کیا کرتے تھے، بغیر کتاب کے وہ اپنی یاد سے املاء کروایا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ بیمار ہوئے تو ان کے ساتھی عیادت کے لئے گئے، انہوں نے ان کے والد کو دیکھا کہ وہ بہت ہی پریشانی کا اظہار کر رہے ہیں تو انہوں نے ان کے والد کو تسلی دی، ابوبکر رحمہ اللہ تعالیٰ کی عافیت کے بارے میں انہوں نے کہا کہ میں پریشانی کا اظہار کیوں نہ کروں کہ یہ جو کچھ تم دیکھ رہے ہو یہ سب کچھ اس نے حفظ کیا ہے اور ایک مٹکے کی طرف اشارہ کیا جو کتب سے بھرا پڑا تھا۔

❊ محمد بن اسحاق ندیم نے اپنی کتاب میں لکھا ہے: یہ اپنے والد سے افضل اور بڑے عالم تھے، انتہائی ذکی، فطین، اچھی طبیعت والے اور سریع الحفظ تھے، اس کے ساتھ ساتھ وہ حاضر جوابی میں ضرب المثل تھے۔

❊ ابوالحسن عروضی نے بیان کیا کہ میں اور امام ابوبکر ابن انباری خلیفہ راضی باللہ کے ہاں کھانے پر جمع تھے، ابوبکر رحمہ اللہ تعالیٰ نے باورچی کو اپنے کھانے کے بارے میں بتا دیا تھا کہ وہ ان کے لئے اونٹ کا خشک گوشت بنائے، ہم نے کھانوں کے مختلف انواع و اقسام تناول کئے اور وہ اسی خشک گوشت کے ساتھ لگے رہے، جب ہم فارغ ہوگئے تو عمدہ قسم کا حلوہ لایا گیا، لیکن انہوں نے اس کو چکھا تک نہیں، پھر ہم تمام، عمدہ قسم کے بستروں میں سونے کے لئے اٹھے، تو ابوبکر رحمہ اللہ تعالیٰ اس عمدہ بستر پر نہیں بلکہ اس کے سامنے نیچے سو گئے اور ہم ان بستروں کے اوپر سو گئے۔

جب عصر کے بعد کا وقت ہوا تو انہوں نے غلام کو کہا کہ اپنا کام کرو، غلام مشک سے پانی لایا، انہوں نے برف کا ٹھنڈا پانی چھوڑ دیا، مجھ پر یہ معاملہ سخت گراں گزرا امیر المؤمنین نے مجھ کو اپنی مجلس میں حاضر ہونے کا حکم دیا اور پوچھا ماجرا کیا ہے؟

میں نے کہا کہ اس شخص نے اپنے نفس کے لئے جو نظام مرتب کیا ہے وہ

نتہائی مجاہدہ والا ہے۔ یہ اپنے نفس کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتے اور اسے قتل کرنا چاہتے ہیں۔ امیر المؤمنین ہنس پڑے اور کہا کہ اس میں ایک لذت ہے اب انہیں اس کی عادت ہوچکی ہے اور انہیں اس سے الفت ہوچکی ہے، انہیں تکلیف نہیں ہوتی۔

پھر میں نے ان کو کہا کہ ابوبکر تم یہ اپنا کیا حشر کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا: میں اپنے حفظ اور اپنے آپ کو باقی رکھنا چاہتا ہوں، میں نے کہا کہ لوگ تمہارے پہلے حفظ کو بہت سمجھتے ہیں تم اور کیا حفظ کرنا چاہتے ہو؟

انہوں نے کہا: میں تیرہ صندوق اور حفظ کرنا چاہتا ہوں، محمد بن جعفر رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: یہ مقدار ان سے پہلے اور ان کے بعد کسی نے حفظ نہیں کی۔

وہ کھجوریں اٹھا کر سونگھتے، پھر کہتے کہ تم بہت اچھی چیز ہو لیکن تم سے بھی زیادہ پاکیزہ اور اچھا علم کا حفظ کرنا ہے جو اللہ نے مجھ کو عطا کیا، جب مرض الموت میں بیمار ہوئے تو جس چیز کو دل نے چاہا وہ انہوں نے کھائی اور کہا کہ یہ بھی مرض الموت ہی ہے۔ انہوں نے مرتے دم تک شادی نہیں کی۔

❺ امام ابوعلی فارسی رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ کی ولادت ملکِ فارس کے شہر ''فسا'' میں ہوئی اس نسبت کی وجہ سے آپ کو فارسی اور فسوی کہا جاتا ہے، انہوں نے علم حاصل کیا، پھر ۳۰۷ھ میں بغداد چلے گئے اور وہیں مقیم ہوگئے۔

پھر وہ مختلف شہروں میں گئے ملکِ شام میں داخل ہوئے، حلب، طرابلس اور معرۃ النعمان گئے، ۳۴۱ھ میں امیر سیف الدولہ بن حمدان کے پاس تقریباً سات سال رہے، مشہور شاعر ابوالطیب متنبّی اور ان کے درمیان کئی سال مجالس منعقد ہوئیں، ابن خالویہ کے ساتھ حلب میں خصومت کی وجہ سے یہ آزمائش میں بھی مبتلا ہوئے، ابن خالویہ سیف الدولہ کے خواص اور قریبی لوگوں میں سے تھے تو ابوعلی رحمہ

اللہ تعالیٰ کا وہاں رہنا ان کو گوارہ نہ تھا۔

ابوعلی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حلب شہر چھوڑ دیا اور واپس فارس آ گئے، ۳۴۸ھ میں یہ شیراز شہر میں وارد ہوئے، وہاں بیس سال رہے اور بادشاہ عضدالدولہ کے پاس آتے جاتے رہے، ان کے ہاں انہوں نے بڑا مقام پایا، عضدالدولہ کو علم نحو پڑھائی عضدالدولہ کہا کرتا تھا کہ میں علم نحو میں ابوعلی کا بچہ ہوں۔ ابوعلی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے کتاب "الاِیْضَاح" تصنیف کی اور "التکملہ"۔ جب عضدالدولہ نے بغداد پر غلبہ پایا تو ابوعلی رحمہ اللہ تعالیٰ پھر بغداد آ گئے اور وفات تک وہیں مقیم رہے۔

امام ابوعلی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے سفروں میں اور ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل ہوتے وقت علماء کی مجالس میں جاتے اور طلبہ کے ساتھ حاضر ہوتے، اور گہرے اور مشکل سوالات کا جواب دیتے، ان سوالات اور دوسرے مسائل پر انہوں نے بہت کتابیں تصنیف کیں۔

حلب، شیراز، بغداد، بصرہ وغیرہ میں کبار علماء سے سوالات پوچھے گئے تو انہوں نے سائلین کے جواب کے لئے کتابیں تصنیف کیں، جس شہر میں کتاب تصنیف کی اسی شہر کی طرف نسبت کی، جیسے "اَلْبَغْدَادِیَات" "اَلْبَصْرِیَاتْ" "اَلشِّیْرَازِیَات" "الحَلَبِیَات" وغیرہ۔

اللہ نے ابوعلی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عمر میں برکت فرمائی تھی آپ تقریباً ۹۰ برس زندہ رہے اور اہلِ علم کی خدمت کرتے رہے، علم القرآن اور علوم العربیہ میں انہوں نے اپنی نوع کی منفرد کتابیں تصنیف کیں، شادی نہیں کی اور اپنے پیچھے کسی کو نہیں چھوڑا، ان کی اولاد اور نسل وہ کتابیں تھیں جو ان کے بعد آج تک باقی ہیں یہ تقریبا ۲۵ کتابیں ہیں۔

* امام ابن جنی رحمہ اللہ تعالیٰ امام ابوعلی فارسی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خاص تلامذہ میں سے تھے اور ان کے ساتھ انتہائی عقیدت اور محبت رکھتے تھے، انہوں نے اپنی کتاب

میں خوب جی بھر کر ان کی تعریف کی ہے، ان کے علوم اور معارف کے اقتباسات نقل کیے اور اتنے نقل کیے کہ قریب تھا کہ ان کے علم کا احاطہ کر لیتے، انہوں نے ان کی مجرد زندگی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ تعلیم و تالیف اور قواعد کی تاصیل و تاسیس کی وجہ سے بیوی بچوں سے خالی رہے۔

یہاں صرف ان پانچ علماء کے تذکرہ پر اکتفا کیا جاتا ہے جنہوں نے علم کو شادی پر ترجیح دی۔

قرآن مجید حفظ کرنے کے سنہری اصول

کچھ اصول و قواعد جو قرآن پاک حفظ کرنے میں معاون ہو سکتے ہیں پیش خدمت ہیں، دعا ہے کہ اللہ پاک انہیں ہم سب کے لئے فائدہ مند بنائے۔ (آمین)

❶ ''اخلاص''

قرآن پاک کے حفظ اور اس کے لئے کی جانے والی محنت کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا اور جنت کا حصول ہونا چاہئے۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں تمام شرکاء کے شرک سے مستغنی ہوں، جو کوئی عمل کرے اور اس میں میرے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے، میں اسے اور اس کے عمل کو چھوڑ دیتا ہوں۔''[1]

اس لئے آپ حفظ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے کیجئے کسی اور

[1] مُسْنَد اَحْمد، مسند ابی هريرة: ۵۸۲/۲، رقم: ۷۹۳۹

مقصد کو پیشِ نظر مت رکھیئے۔ اخلاص کے متعلق مزید تفصیل کتاب کے شروع میں ''اخلاصِ نیت'' کے تحت گزر چکی ہے۔

۲ ''درست قرأت اور صحیح تلفظ''

اخلاص کے بعد قرآن پاک حفظ کرنے کے راستے پر سب سے پہلا قدم قرآنِ کریم کے الفاظ کی درست ادائیگی ہے اور یہ چیز اس وقت تک ممکن نہیں، جب تک کسی بہترین قاری اور اچھے حافظ سے سماع نہ کیا جائے۔ قرآن کریم بغیر معلّم کے سیکھا نہیں جاسکتا، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرب میں سب سے زیادہ فصیح اللسان تھے، آپ ہر سال رمضان المبارک میں ایک مرتبہ قرآن پاک جبریل علیہ السلام کو سناتے اور جس سال آپ کی وفات ہوئی آپ نے دو مرتبہ قرآن پاک جبریل علیہ السلام کو سنایا۔[۱]

اسی طرح آپ نے بالمشافہ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو قرآن پاک سکھایا اور یوں نسل در نسل بعد میں آنے والوں نے سنا، لہٰذا قرآن پاک کا کسی اچھے قاری سے بالمشافہ سننا ضروری ہے اور قرأت کو بھی ساتھ ساتھ درست کر لینا چاہئے۔

قرآن پاک پڑھنے میں صرف اپنے آپ پر ہی اعتماد نہیں کرنا چاہئے، اگرچہ آدمی عربی زبان جاننے والا ہی کیوں نہ ہو اور اس کے اصول وقواعد کی معرفت بھی رکھتا ہو، کیوں کہ قرآن پاک میں کچھ مقامات ہیں جو مشہور عربی قواعد کے خلاف ہیں۔

۳ ''یومیہ حفظ کی مقدار کا تعین''

حفظ قرآن پاک کی خواہش رکھنے والے کے لئے ضروری ہے کہ ایک دن میں

---

[۱] بخاری، کِتَابُ فَضَائِلِ الْقُرْآنِ، بَابُ کَانَ جِبْرِیْلُ یَعْرِضُ الْقُرْآنَ عَلَی النَّبِیِّ: ۷۴۸/۲

جتنا حفظ کر سکتا ہو اس کا تعین کر لے، مثال کے طور پر چند آیات، ایک دو رکوع، ایک دو صفحات یا جتنا آسانی سے یاد کر سکے۔ اس طرح حفظ شروع کر دے اور ضروری ہے کہ یہ مشق خوش الحانی کے ساتھ ہو، تا کہ پڑھنے سے ایک تو سنت کی پیروی ہو اور دوسرے اس کا حفظ پکا ہو اور یہ اس لئے بھی ضروری ہے کیوں کہ خوش الحانی سماعت کو بھی بھلی لگتی ہے اور حفظ میں بھی مددگار ثابت ہوتی ہے۔

۴ ”جب تک سبق یاد نہ ہو آگے نہ بڑھے“

حفظ کرنے والا اس وقت تک نئے سبق کی طرف منتقل نہ ہو جب تک پہلا سبق اچھی طرح یاد نہ کر لے، تا کہ جو اس نے یاد کیا ہے مکمل طور پر اس کے ذہن پر نقش ہو جائے۔ بلاشبہ جو چیز حفظ میں مُعین و مددگار ہو سکتی ہے وہ یہ ہے کہ حافظ اپنے شب و روز کے تمام اوقات میں حفظ کو ہی حرزِ جان بنا لے، اور یہ اس طرح کہ نوافل و سنن کی نمازوں میں حفظ شدہ آیات کی تلاوت کرے، اسی طرح نوافل میں نمازوں کے انتظار کے اوقات میں اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد۔

اس طرح حفظ بہت آسان ہو جائے گا اور ہر آدمی کے لئے ممکن ہوگا کہ وہ قرآن پاک یاد کر لے اگرچہ وہ کتنا ہی کاموں میں الجھا ہوا کیوں نہ ہو، کیوں کہ اسے حفظ کے لئے خاص طور پر وقت نکال کر بیٹھنا نہیں پڑے گا، البتہ یہ ضروری ہے کہ وہ کسی اچھے قاری سے اپنی قرأت کی تصحیح کروالے، پھر ہمیشہ نماز کے اوقات میں حفظ کرتا رہے، نفلی نمازوں میں اسے دہراتا رہے یوں رات تک وہ حفظ کے لئے مقرر کردہ آیات اس طرح یاد کر لے گا کہ وہ مکمل طور پر اس کے ذہن پر نقش ہو چکی ہوں گی۔ اور اگر کسی دن مصروفیت کی بنا پر یاد نہ کر سکے تو نیا سبق بالکل نہ لے بل کہ پرانے سبق کے ساتھ پہلے دن کا سبق جاری رکھے، یہاں تک کہ اسے اچھی طرح یاد کر لے۔

۵ "ایک ہی طرح کے قرآن پاک سے یاد کرنا"

جو چیز مکمل طور پر حفظ کے لئے مددگار ہے وہ یہ کہ حافظ اپنے لئے ایک قرآن پاک کو خاص کر لے اور پھر اسے تبدیل نہ کرے، کیوں کہ انسان جس طرح سن کر یاد کرتا ہے اس طرح دیکھ کر بھی یاد کرتا ہے۔

یہ اس لئے بھی کیوں کہ آیات کی شکل وصورت اور وہ جگہیں جہاں قرآن پاک میں یہ آیات موجود ہیں وہ سب بہت زیادہ تلاوت کرنے اور دیکھنے سے ذہن میں نقش ہوجاتی ہیں، جو شخص اپنے اس قرآن پاک کی حفاظت نہیں کرتا جس سے اس نے حفظ کیا ہو یا جو قرآن پاک کے مختلف نسخوں سے یاد کرتا ہے، تو جہاں آیات کی جگہیں تبدیل ہوجاتی ہیں اس شخص کا حفظ بکھر جاتا ہے اور حفظ کرنا اس کے لئے بہت مشکل ہوجاتا ہے، اس لئے حافظ کو چاہئے کہ ایک ہی طرح کے قرآن کریم میں یاد کرے اور اسے تبدیل نہ کرے۔

۶ "سورت کو اوّل سے آخر تک مربوط یاد کرنا"

قرآن پاک کی کسی سورت کو یاد کر لینے کے بعد حافظ کو چاہئے کہ وہ کسی دوسری سورت کی طرف اس وقت تک ہرگز منتقل نہ ہو، جب تک پہلے والی سورت کو اچھی طرح یاد کرنے کے بعد اس کے اوّل کو آخر سے مربوط نہ کر لے، اور اس کی زبان اس سورت پر یوں آسانی اور سہولت سے چلنے لگے کہ ان آیات کی تلاوت اور قرأت کے تسلسل کے لئے اسے غور وفکر کی مشقت نہ اٹھانی پڑے، بل کہ یوں ہونا چاہئے کہ پانی کی طرح حفظ ہو اور پوری سورت اس کے ذہن پر اس طرح نقش ہو جائے کہ جب سورت پڑھنا شروع کرے تو بغیر کسی رکاوٹ کے پڑھتا چلا جائے۔

۷ "ہمیشہ قرآنِ پاک دہراتے رہنا"

قرآنِ پاک کا حفظ، اشعار، نثر یا کسی اور چیز کے حفظ سے بالکل مختلف ہے

اس لئے کہ قرآنِ پاک بہت جلد ذہن سے نکل جاتا ہے۔ کم ہی ایسا ہوتا ہے کہ حافظ قرآن پاک کو کچھ عرصہ کے لئے چھوڑے اور وہ اس کے ذہن سے نکل نہ جائے، یوں حافظ اسے جلد بھلا بیٹھتا ہے اس لئے ہمیشہ دہراتے رہنا چاہئے، راتوں کو اٹھ کر ہمیشگی کے ساتھ حفظ شدہ قرآنِ پاک قیام میں پڑھنا چاہئے۔

رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بے شک حافظِ قرآن کی مثال بندھے ہوئے اونٹ کے مالک کی طرح ہے کہ اگر وہ اس کی نگرانی رکھے تو اسے روک رکھے گا اور اگر اسے چھوڑ دے تو وہ جاتا رہے گا۔''[1]

اور یہ بھی فرمایا:

''قرآنِ پاک پڑھنے میں ہمیشگی اختیار کرو اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے قرآنِ پاک اپنی مثال میں بندھے ہوئے اونٹ سے زیادہ سخت ہے چھوٹ جانے میں یعنی بھول جانے میں۔''[2]

اس کا مطلب یہ ہے کہ حافظِ قرآن پر واجب ہے کہ وہ ہمیشہ قرآنِ پاک کا دور اور ورد کرتا رہے، کم از کم تیس پاروں میں سے ایک پارہ تو روزانہ دہرا لے اور زیادہ سے زیادہ دس پارے روز پڑھ سکتا ہے اس طرح ہمیشہ کی متابعت اور مستقل توجہ سے حفظ باقی رہتا ہے بصورتِ دیگر قرآنِ پاک ذہن سے محو ہو جاتا ہے۔

۸ ''ہمیشہ سناتے رہنا''

اسی طرح حافظ کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے حفظ پر اعتماد کر کے نہ بیٹھا رہے بل کہ اسے چاہئے کہ ہمیشہ کسی دوسرے کو سناتا رہے خاص طور پر اگر کسی

---

[1] بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب استذکار القرآن وتعاهدہ: ۷۵۲/۲

[2] بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب استذکار القرآن وتعاهده: ۷۵۳/۲

اچھے حافظ کو سنایا جائے تو اور بھی بہتر ہے، تاکہ قرأت کے دوران اگر کہیں اس سے بھول ہوگئی ہو یا یاد کرتے وقت بغیر توجہ اور سمجھ کے غلط یاد کر لیا ہو تو سننے والا حافظ اسے غلطی پر متنبہ کر دے۔

اسی طرح بعض اوقات ہم میں سے کوئی اکیلے میں کسی سورت کو غلط یاد کر لیتا ہے اور اب مصحف میں دیکھنے سے بھی غلطی کا پتہ نہیں چلتا، کیوں کہ بسا اوقات قرأت نظر پر سبقت لے جاتی ہے اور غلطی باقی رہ جاتی ہے، لیکن دوسرے کو سنانے سے اس قسم کی غلطیوں کی بھی وضاحت ہوتی ہے نیز آئندہ کے لئے اس طرح کے مقامات پر دائمی تنبیہ کا بھی ذریعہ ہے۔

❾ ”متشابہ آیات کی طرف خصوصی توجہ“

قرآنِ پاک میں چھ ہزار سے زائد آیات ہیں ان میں سے دو ہزار آیات آپس میں اس قدر متشابہ ہیں کہ بعض اوقات یہی مشابہت مطابقت کی حد تک پہنچ جاتی ہے یا اگر کہیں اختلاف ہوتا بھی ہے تو ایک آدھ حرف میں یا ایک دو یا اس سے کچھ زیادہ الفاظ میں، اس لئے قرآن مجید کے قاری کے لئے لازمی ہے کہ وہ متشابہ آیات کی طرف خاص توجہ دے، یہاں متشابہ سے ہماری مراد لفظی مشابہت ہے یوں متشابہ آیات پر توجہ دینے سے حفظ اچھا ہو جائے گا۔

❿ ”حفظ کرنے کی مناسب عمر سے فائدہ اٹھائیں“

اُسے یقیناً حفظ کی توفیق مل ہی جاتی ہے جو حفظ کے سنہری سالوں سے فائدہ اٹھاتا ہے اور وہ ہیں عمر کے پانچویں سال سے لے کر تقریباً تیسویں سال تک کیوں کہ اس عمر میں انسان کا حافظہ بہت اچھا ہوتا ہے، بل کہ اگر یوں کہا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا کہ یہ حفظ کے لئے سنہری سال ہیں اس لئے کہ پانچ سال سے کم عمر میں حافظہ پورے عروج پر نہیں ہوتا جبکہ تیس سال کے بعد یادداشت اور حفظ کا پیمانہ

ہبوط اور تنزلی کی طرف بڑھنے لگتا ہے، جب کہ سمجھ بوجھ اور چیزوں کا احاطہ کرنے کی صلاحیت بلندی اور ترقی کی طرف محو پرواز ہوجاتی ہے۔

انسان کو چاہئے کہ وہ کتاب اللہ کو یاد کرنے کے لئے ان سنہری سالوں سے جس قدر فائدہ اٹھا سکتا ہے اٹھا لے، کیوں کہ حفظ کرنے کی رفتار اس عمر میں بہت تیز ہوتی ہے، جب کہ بھولنے کی رفتار بہت سست اور اس کے علاوہ عمر کے بقیہ حصہ میں معاملہ اس سے برعکس ہوجاتا ہے کہ انسان بڑی مشکل اور سست رفتاری سے یاد کرتا ہے، مگر جلد ہی حفظ شدہ بڑی مقدار بھول جاتا ہے اس لئے جس نے کہا سچ کہا:

''بچپن کا حفظ گویا پتھر پر نقش اور بڑی عمر میں حفظ جیسے پانی پر نقش۔''

ہمیں چاہئے کہ ہم حفظ کے سنہری سالوں کو غنیمت جانتے ہوئے ان سے فائدہ اٹھائیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآنِ کریم حفظ کرنے کا شوق اس کی سمجھ اور اس پر عمل کرنے والا بنائیں۔

آداب کی اہمیت

''انسانی زندگی کے شب و روز کے اعمال مثلاً رہن سہن، میل جول اور لین دین کے عمدہ اصول وضوابط کو آداب کہا جاتا ہے۔''

ان آداب کی پابندی سے ہی انسان تہذیب یافتہ اور شائستہ لوگوں میں شمار ہوتا ہے۔ اگر معاشرے کا ہر فرد آدابِ زندگی کو ملحوظ رکھے تو دوسرے آدمیوں کو زیادہ آرام پہنچا سکتا ہے ورنہ ان کی تکلیف و ناگواری کا باعث بنتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام وحشی سے وحشی قوموں کے پاس قرآن اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان لے کر گیا اور ان کو چند روز میں مہذب اور شائستہ بنا دیا۔

ہمیں چاہئے کہ اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر مرمٹیں ...... اہلِ دنیا کی نظروں میں باعزت ہونے کے خیال سے آخرت کی رفعت وعظمت کو نہ بھولیں۔ آخرت کی ذلت ورسوائی بہت بڑی اور بہت بری ہے۔

بعض لوگ آداب کو اچھا تو سمجھتے ہیں لیکن اہم نہیں سمجھتے۔ یہ بڑی نادانی ہے۔ نبی علیہ السلام کا فرمان ہے:

"اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَادِیْبِیْ"[1]

ترجمہ: "مجھے میرے رب نے ادب سکھایا اور بہترین ادب سکھایا۔"

لہٰذا ہر مؤمن کو چاہئے کہ آداب سے اپنے اعمال کو زینت بخشے۔ یاد رکھیں کہ جو عمل بھی آداب سے خالی ہوگا وہ درحقیقت حسن و جمال سے خالی ہوگا۔ اور بارگاہِ الٰہی میں ناپسندیدہ ہوگا۔ حدیث قدسی میں آیا ہے:

"اِنَّ اللّٰہَ جَمِیْلٌ وَیُحِبُّ الْجَمَالَ"[2]

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔"

قرآن مجید میں موت وحیات کی تخلیق کی غرض یوں بیان کی گئی ہے:

﴿اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ط﴾[3]

ترجمہ: "(اللہ وہ ذات ہے) جس نے موت وحیات کو اس لئے پیدا کیا کہ آزمائے کہ تم میں سے کون اعمال کے لحاظ سے حسین تر ہے۔"

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو اعمال کی کثرت کی بہ نسبت اعمال کا حسن زیادہ محبوب ہے۔ پس مؤمن کو چاہئے کہ ہر عمل میں آداب کی رعایت ملحوظ رکھے۔ حضور نبی کریم

---

[1] کَشْفُ الخِفَاء: ۱/۸۲

[2] کَنْزُالعُمَّال: رقم الحدیث: ۱۷۱۶۵

[3] سورۂ ملک: آیت۲

صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادگرامی ہے:

''اَلدِّیْنُ کُلُّہٗ اَدَبٌ''

تَرجَمہ: ''دین سراسر ادب ہے۔''

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ جس کو ادب کی توفیق نصیب ہوئی اسے سعادت ملی اور جو ادب سے محروم ہوا اسے شقاوت ملی۔ گویا باادب بانصیب اور بے ادب بے نصیب۔

علمائے امت نے اہمیتِ ادب کے عنوان پر اس قدر خوبصورت باتیں کہی ہیں کہ ان میں بعض تو ضرب الامثال کا درجہ پا چکی ہیں۔ مثلاً:

''اَلْاَدَبُ جُنَّۃٌ لِلنَّاسِ''

تَرجَمہ: ''ادب انسانوں کے لئے ڈھال ہے۔''

''لَامِیْرَاثَ کَالْاَدَبِ''

تَرجَمہ: ''ادب جیسی کوئی میراث نہیں ہے۔''

ادب اکابرین کی نظر میں

ادب کی اہمیت سے متعلق اکابرینِ امت کے چند اقوال نقل کیے جاتے ہیں۔

* حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

''پہلے ادب سیکھو پھر علم سیکھو۔''

* حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا:

''ہر شے کی کوئی قیمت ہوتی ہے، انسان کی قیمت اس کا علم و ادب ہے۔''

* حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''میرے پاس ایسے شخص کا ذکر آئے جسے اوّلین و آخرین کا علم ہو مگر وہ

آداب سے خالی ہو تو مجھے اس سے ملاقات نہ ہونے پر کبھی افسوس نہیں ہوتا۔ اور جب کبھی سننے میں آتا ہے کہ فلاں شخص آداب کا حامل ہے تو اس کی ملاقات نصیب نہ ہونے پر افسوس ہوتا ہے۔''

❁ حضرت مخلد بن حسین رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''ہم کثرتِ حدیث کی بہ نسبت ادب کے زیادہ محتاج ہیں۔''

❁ فقیہ ابواللیث سمرقندی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اسلام کے پانچ قلعے ہیں۔ ① یقین ② اخلاص ③ فرائض ④ تکمیلِ سنن ⑤ حفظِ آداب۔

جب تک آدمی آداب کی حفاظت ونگرانی کرتا رہتا ہے شیطان اس سے مایوس رہتا ہے اور جب یہ آداب چھوڑنے لگتا ہے تو شیطان سنتیں چھڑوانے کی فکر میں لگ جاتا ہے، حتیٰ کہ پھر فرائض، اخلاص اور یقین چھوڑنے تک نوبت جا پہنچتی ہے۔''

❁ حضرت ابوعبداللہ بلخی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''آداب کا حاصل کرنا علم کے حصول سے زیادہ اہم ہے۔''

❁ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''بے ادب پر خالق ومخلوق دونوں کی ناراضگی اور غصہ ہوتا ہے۔''

❁ حضرت علی ہجویری رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی مشہور کتاب ''کشف المحجوب'' میں لکھتے ہیں:

''تارکِ ادب اخلاقِ محمدی سے بہت دور ہوتا ہے۔''

❁ حضرت رُویم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابوعبداللہ بن حفیف رحمہ اللہ تعالیٰ سے فرمایا:

''یَابُنَیَّ اجْعَلْ عَمَلَکَ مِلْحًا، اَدَبَکَ دَقِیْقًا. اَیْ اِسْتَکْثِرْ مِنَ الْاَدَبِ حَتّٰی تَکُوْنَ نِسْبَۃُ الدَّقِیْقِ اِلَی الْمِلْحِ''

ترجمہ: ''اے بیٹے اپنے عمل کو نمک بنا اور ادب کو آٹا بنا۔ یعنی ادب میں اضافہ کر حتیٰ کہ کثرتِ عمل اور ادب کی نسبت نمک اور آٹے جیسی ہو جائے۔''

✽ حضرت عبدالرحمٰن بن قاسم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں بیس سال تک امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں رہا، ان میں سے اٹھارہ سال ادب اور اخلاق کی تعلیم میں خرچ ہوئے اور دو سال علم کی تحصیل میں۔

✽ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

علمی تحقیقات سے زیادہ ضرورت ادب کی ہے، بل کہ بزرگان سلف کا ادب کرنے سے حق تعالیٰ تحقیق کی شان بھی عطا فرما دیتے ہیں، بزرگان سلف کا ادب چھوڑ کر جو تحقیق کی جائے اس میں لغزش اور غلط فہمی کا بڑا خطرہ ہے۔

ادب شعراء کی نظر میں

اہمیتِ ادب کے عنوان پر دنیا کی مختلف زبانوں میں اشعار کا بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ یہاں پر نمونہ کے طور پر چند اشعار ذکر کیے جاتے ہیں:

اَدِّبُوْا النَّفْسَ اَیُّھَا الْاَصْحَابُ
طُرُقُ الْعِشْقِ کُلُّھَا آدَابُ

ترجمہ: ''اے دوستو! اپنے آپ کو آداب سکھاؤ، اس لئے کہ عشق کے سب طریقے ادب ہی ادب ہیں۔''

از خدا خواہیم توفیقِ ادب
بے ادب محروم ماند از لطفِ رب

ترجمہ: ''ہم اللہ تعالیٰ سے ادب کی توفیق مانگتے ہیں، اس لئے کہ بے ادب اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں سے محروم رہتا ہے۔''

؎ ادب تاجیست از لطف الٰہی

بنہ برسر برو ہر جا کہ خواہی

ترجمہ: ''ادب ایک تاج ہے جو اللہ تعالیٰ کے لطف و مہربانی سے ملتا ہے، اسے اپنے سر پر رکھ اور جہاں چاہے جا (عزت پائے گا)۔''

خموش اے دل! بھری محفل میں چلانا نہیں اچھا

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

بلاشبہ وہ اہم ترین بات جس کی طرف ایک ذہین طالب علم کو سبقت کرنی چاہئے اور نفس کو اس کے حصول میں تھکا دینا چاہئے وہ حسنِ ادب ہے، جو بہترین کردار ہے جس کی عمدگی کی شہادت شریعت، عقل اور سلف صالحین نے دی ہے۔ چنانچہ فرمایا:

حسنِ ادب ایک ہنرمند طالب علم کا زیور ہے جس کے ذریعے وہ پروان چڑھتا ہے، بلندی کے مقامات طے کرتا ہے اسی حسنِ ادب کی بنا پر علم میں نور پیدا ہوتا ہے پختگی اور وسعت پیدا ہوتی ہے۔

جب حضرت قاضی امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے ان کے عہدۂ قضاء تک پہنچنے کا راز معلوم کیا گیا تو حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

مَا بَلَغَ مَنْ بَلَغَ اِلَّا بِالْحُرْمَةِ

وَمَا سَقَطَ مَنْ سَقَطَ اِلَّا بِتَرْكِ الْحُرْمَةِ

ترجمہ: ''جو بھی بلندیوں تک پہنچا حسنِ ادب کی وجہ سے پہنچا اور بلندیوں سے جو بھی گرا ترکِ ادب کی وجہ سے گرا۔''

معلوم ہوا حسنِ ادب ہی اصل چیز ہے جس کی وجہ سے طالب علم کے علم میں نور پیدا ہوتا ہے، اسی بنا پر وہ بلندیوں کا سفر طے کرتا ہے جہاں ہر کس و ناکس کی رسائی ممکن نہیں۔

محض پڑھنے پڑھانے سے علم تو حاصل ہو جاتا ہے مگر علم کا نور حاصل نہیں ہوتا علم کا نور تو اساتذہ اور کتابوں کے ادب سے حاصل ہوتا ہے۔

حضرت موسیٰ و خضر علیہما السلام کا قصہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ قرآن مجید میں مذکور ہے جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حصولِ علم کے لئے مثالی کردار ادا کیا، جب سفر کا آغاز فرمایا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

﴿اَوْ اَمْضِیَ حُقُبًا﴾[1]

ترجمہ: ''یعنی یونہی سالہا سال تک چلتا رہوں گا۔''

باوجودیکہ سفر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر واجب نہیں تھا مگر حصولِ فضائل کے لئے آپ نے اس مشقتِ سفر کو برداشت کیا، ایک جگہ ارشاد فرمایا:

﴿لَقَدْ لَقِیْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا.﴾[2]

ترجمہ: ''ہمیں اس سفر میں بہت تکلیف پہنچی ہے۔''

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے سفر کا ارادہ ان الفاظ میں ظاہر فرمایا:

﴿هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰی اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا.﴾[3]

ترجمہ: ''کیا میں آپ کے ساتھ اس شرط پر رہ سکتا ہوں کہ جو مفید اور بھلی چیز آپ کو سکھائی گئی ہے اس میں سے آپ کچھ مجھے بھی سکھا دیں۔''

یہ حقیقتاً ایک درخواست تھی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کی خدمت میں پیش کی۔ اس درخواست کو پیش کرنے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جن جن آداب کا لحاظ رکھا، حضرت امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان میں

---

[1] سورۂ کہف، آیت: ٦٠

[2] سورۂ کہف، آیت: ٦٢

[3] سورۂ کہف، آیت: ٦٦

سے بارہ قسم کے آداب انتہائی لطیف پیرائے میں ذکر فرمائے ہیں، طالب علم کو چاہئے کہ انہیں پڑھے، یاد رکھے اور ذوق وشوق سے ان پر عمل کرے اور کامیابی حاصل کرے۔

❶ ...... "هَلْ اَتَّبِعُكَ" "کیا میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں۔"
اس لفظ سے یہ ظاہر فرمادیا کہ میں تابع اور شیخ متبوع ہوں گے۔

❷ ......اور اس اتباع کی اجازت بھی طلب فرمائی کہ مبادا شیخ کی طبیعت کے خلاف نہ ہو اس میں انتہائی فروتنی اور تواضع کا ثبوت پایا جاتا ہے، جو طالب علم کے لئے لازمی ہے۔

❸ ...... "اَنْ تُعَلِّمَنِ" "کہ آپ مجھے سکھا دیجئے۔" کا عنوان اپنے بارے میں لاعلمی کا اظہار ہے اور ساتھ ساتھ شیخ کے عالم ہونے کا اعتراف بھی ہے جو ہر طالب علم کے لئے اہم سبق ہے۔

❹ ...... "مِمَّا عُلِّمْتَ" "جو مفید چیز آپ کو سکھائی گئی ہے اس میں سے آپ کچھ مجھ کو بھی سکھا دیجئے۔" کے کلمات میں "من" تبعیضیہ بتارہا ہے کہ اپنا کچھ علم سکھا دیجئے یعنی میرا مقصد علم میں شیخ کی برابری نہیں بل کہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ علوم میں سے بعض علوم کا حصول پیشِ نظر ہے۔

❺ ......اور ساتھ ہی ساتھ اس بات کا بھی اعتراف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو علوم عطا کئے ہیں، میں ان میں آپ کا محتاج ہوں، وہ طالب علم ہی کیا جو استاد کا محتاج نہ ہو۔

❻ ......حضرت موسیٰ علیہ السلام رشد و ہدایت کے طلب گار تھے جس سے لاعلمی اور انجانے پن کے بادل چھٹ جاتے ہیں اور انسان اندھیرے سے نکل کر نورِ علم کا مشاہدہ کرتا ہے، ہر طالب کو اس کا طلب گار رہنا چاہئے۔

❼ ......حضرت موسیٰ علیہ السلام شیخ سے اس بات کی درخواست فرمارہے ہیں کہ وہ

ان کے ساتھ تعلیم میں ویسا ہی معاملہ فرمائیں جیسا مہربانی کا معاملہ اللہ تعالیٰ نے خود ان کے ساتھ فرمایا چنانچہ ارشاد فرمایا: ''اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا'' ''کیا میں آپ کے ساتھ اس شرط پر رہ سکتا ہو کہ جو مفید اور اچھی چیز آپ کو سکھائی گئی ہے اس میں سے کچھ مجھ کو بھی سکھا دیجیے۔''

٨ ...... اصل متابعت تو شاگرد کا استاد کے رنگ میں رنگ جانا ہے، شاگرد استاد کے ارشادات کو بلا چون و چرا قبول کرے، اس کے سامنے حیل و حجت نہ کرے اور کٹ حجتی سے ہمیشہ باز رہے اسی معنی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے: ''اَنَا عَبْدُ مَنْ عَلَّمَنِیْ حَرْفًا''

''میں غلام ہوں ہر اس شخص کا جس نے مجھے ایک حرف سکھایا۔''

٩ ...... حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ''اَتَّبِعُكَ'' ''کیا میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں۔'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اتباع ہر ہر چیز میں ہے کسی خاص چیز کی قید نہیں ہے۔

١٠ ...... باوجود یہ کہ شاگرد بہت بڑے منصب پر فائز تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسے علوم عطا فرمائے تھے جو بارونق اور باسعادت تھے لیکن پھر بھی ان میں اعلیٰ درجہ کی طلب تھی اور اصحابِ علم کی تعظیم کامل اور مکمل تھی جو کہ مطلوب ہے۔

١١ ...... تلمیذ نے ''اَتَّبِعُ'' پہلے اور ''اَنْ تُعَلِّمَنِ'' کا لفظ بعد میں ذکر کر کے اس بات کی طرف اشارہ فرما دیا کہ میں خادم پہلے ہوں متعلّم بعد میں، اس ادب کی جتنی بھی افادیت بیان کی جائے کم ہے۔

١٢ ...... اور اِتباع و خدمت پر کوئی عوض طلب نہیں فرمایا بل کہ ''اَنْ تُعَلِّمَنِ'' فرما کر اس بات کی طرف اشارہ فرما دیا کہ اس اتباع کے بدلے میں کوئی مال و جاہ طلب نہیں کرتا بل کہ میری غایت تو صرف طلبِ علم ہی ہے۔[1]

---

[1] تفسیر کبیر، المسئلہ الثانیة، سورة الکھف: ٢١/١٥١

اس واقعہ سے ان بارہ آدابِ علم کے ساتھ ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کمال اور تواضع و انکساری میں مثالی کردار بھی معلوم ہوا۔ ہر طالب علم کو چاہئے کہ وہ ان آداب کو غور سے پڑھے اور عمل کرے کہ جب اللہ کے برگزیدہ اور جلیل القدر نبی حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اتنا اونچا مرتبہ حاصل ہونے کے باوجود بھی طلبِ علم میں انتہائی ادب کا خیال رکھا اور اپنے کسی قول یا فعل سے ہر ایسی چیز سے اجتناب کیا جو ادب کے خلاف ہو تو ہمیں تو اور بھی زیادہ حصولِ علم میں ادب کا خیال رکھنا چاہئے۔

استاد کا ادب

استاد کی تعظیم و تکریم اور احترام شاگردوں پر واجب ہے، کیوں کہ علم تو شاید بغیر ادب کے حاصل ہو جائے مگر فیضانِ علم، انوارِ علم اور برکاتِ علم سے یقیناً محرومی ہوتی ہے۔ آپ اسے یوں سمجھ لیں:

"باادب بانصیب، بے ادب بے نصیب"

❋ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علم دین سیکھو اور دینی علم کے لئے وقار اور سنجیدگی سیکھو، ان سے متواضعانہ و خاکسارانہ برتاؤ رکھو جن سے تم دین کا علم سیکھتے ہو۔[1]

❋ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ مبارک ہے جس نے کسی بندہ کو اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن حکیم سے ایک آیت سکھائی تو وہ سکھانے والا اس سیکھنے والے کا سردار ہے۔[2]

---

[1] جامع بیان العلم و فضلہ: ۱۲۵/۱

[2] طبرانی: ۱۳۲/۸

* رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''علم حاصل کرو اور علم کے لئے متانت اور وقار پیدا کرو، جس سے تعلیم حاصل کرو، اس سے خاکساری برتو۔''[1]

* ایک جگہ ارشاد فرمایا: بوڑھے مسلمان، عالم، حافظِ قرآن، عادل بادشاہ اور استاد کی عزت کرنا تعظیمِ خداوندی میں داخل ہے۔[2]

ایک شاعر کہتا ہے:

رَاَیْتُ اَحَقَّ الْحَقِّ حَقَّ الْمُعَلِّمِ
وَاَوْجَبَهٗ حِفْظًا عَلٰی كُلِّ مُسْلِمٍ
لَقَدْ حَقٌّ اَنْ يُّهْدٰى اِلَيْهِ كَرَامَةً
لِتَعْلِيْمِ حَرْفٍ وَّاحِدٍ اَلْفَ دِرْهَمٍ

ترجمہ: ''یعنی سب سے بڑا حق تو معلم کا ہے، جس کی رعایت تمام مسلمانوں پر فرض ہے، واقعی وہ شخص جس نے تم کو ایک لفظ سکھایا اس کا مستحق ہے کہ ہزار درہم اس کے لئے ہدیہ کئے جائیں۔''

بل کہ اس کے احسان کے مقابلہ میں تو ہزار درہم کی بھی کوئی حیثیت نہیں۔

* حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں انصار کے پاس سے مجھے زیادہ علم ملا، ان کے دروازے پر دوپہر کی گرمی میں پڑا رہتا تھا، حالاں کہ اگر میں چاہتا تو وہ مطلع ہونے پر فوراً نکل آتے مگر مجھے ان کے آرام کا خیال رہتا تھا۔ جب وہ باہر آتے اس وقت میں ان سے دریافت کرتا۔[3]

* حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: میں لگاتار دو برس تک ارادہ کرتا رہا کہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک

---

[1] جامع بیان العلم و فضله: ۱/۱۲۵
[2] الترغیب والترھیب: ۱/۱۱۳
[3] آداب المعلمین

حدیث کے بارے میں سوال کروں گا، مگر ادب اور رعب کی وجہ سے ہمت نہ پڑتی تھی۔

ایک مرتبہ حج کے موقع پر "مرالظہران" میں جب وہ قضاءِ حاجت سے فارغ ہوکر واپس ہونے لگے تو میں نے دل کڑا کر کے عرض کیا: امیر المؤمنین ایک حدیث کے متعلق دو برس سے سوال کرنا چاہتا ہوں، مگر آپ کا رعب بولنے نہیں دیتا۔

فرمایا یہ نہ کیا کرو، جب کچھ پوچھنا ہو تو پوچھ لیا کرو، علم ہوگا تو بتادوں گا، ورنہ کہہ دوں گا کہ میں نہیں جانتا کسی اور سے پوچھ لو۔ (سبحان اللہ، کیا شان ہے۔ اس برگزیدہ جماعت کی)

* حضرت سعید بن میسّب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے حضرت سعید بن مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے کہا:

آپ سے کچھ دریافت کرنا ہے مگر ہیبت کی وجہ سے زبان نہیں کھلتی۔ فرمایا: بھائی! مجھ سے ہرگز مرعوب نہ ہو، جو کچھ پوچھنا ہے بے کھٹکے پوچھ لیا کرو۔

عرض کیا: پوچھنا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک میں تشریف لے جاتے وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا فرمایا تھا؟

جواب دیا، یہ فرمایا تھا: اے علی! تم کیا پسند نہیں کرتے کہ مجھ سے تمہاری وہی نسبت ہو جو موسیٰ سے ان کے بھائی ہارون (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو تھی۔

اکابرین کی نظر میں استاد کا ادب

❶ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ ادب کی وجہ سے اپنے استاد کا نام نہ لیتے تھے بل کہ ان کا ذکر ان کی کنیت کا ساتھ کرتے تھے۔[1]

ایک مرتبہ امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کسی مرض کی وجہ سے ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے

---

[1] تہذیب

تھے، اثنائے گفتگو میں حضرت ابراہیم بن طہمان رحمہ اللہ تعالیٰ کا ذکر نکل آیا، ان کا نام سنتے ہی امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا: یہ نازیبا بات ہوگی کہ بڑوں کا نام لیا جائے اور ہم ٹیک لگا کر بیٹھے رہیں۔

❷ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ سے ایک بار کسی نے پوچھا کہ دل میں کوئی خواہش ہے؟

فرمایا: ''خواہش یہ ہے کہ میرے استاد حضرت علی بن مدینی رحمہ اللہ تعالیٰ حیات ہوتے اور میں جا کر ان کی صحبت اختیار کرتا۔''

❸ حضرت امام ربیع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: مجھے اپنے استاد امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کبھی پانی پینے کی جرأت نہ ہوئی۔

❹ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اپنے استاد امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ورق بھی آہستہ الٹتا تھا کہ اس کی آواز ان کو سنائی نہ دے۔

❺ حضرت ابن وہب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مجھے اپنے استاد امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے ادب سے جو کچھ ملا، علم سے اتنا نہیں ملا۔

❻ حضرت شعبہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس سے ایک بھی حدیث میں نے سنی، میں اس کا غلام ہوں۔

❼ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جب سے حضرت امام حماد رحمہ اللہ تعالیٰ (جو امام اعظم کے استاد تھے) کا انتقال ہوا ہے، میں ہر نماز کے بعد ان کے لئے استغفار کرتا ہوں اور اپنے والد محترم کے لئے بھی، اور میں نے کبھی بھی اپنے استادِ محترم کے گھر کی طرف اپنے پیر نہیں پھیلائے اگرچہ میرے اور ان کے گھر کے درمیان سات گلیاں ہیں۔[1]

❽ حضرت امام زہری رحمہ اللہ تعالیٰ جو تدوینِ حدیث کے سابقین اولین میں

---

[1] تہذیب الاسماء: ۲/۲۱۸

ہیں، اپنے اساتذہ کی بے انتہا خدمت کرتے تھے، درس سے فارغ ہو کر استاد کا ایک باغ سینچتے تھے اور پھر کنویں سے ڈول بھر بھر کر نکالتے اور یہ عمل روزانہ کرتے تھے۔[1]

⑨ حضرت شیخ صفی الدین رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے وقت کے امام گزرے ہیں، ان کا واقعہ ہے کہ ایک بار ان کے استاد نے کہا کہ کہیں سے جا کر مولی لاؤ، مولی کا موسم نہیں تھا اور رات کا وقت تھا، لیکن بلاعذر تلاش میں نکل پڑے۔ چنانچہ خیر آباد میں (جہاں تعلیم کرتے تھے) گلی گلی تلاش کیا، لوگ دروازہ بند کئے ہوئے سو رہے تھے، کوئی پتہ بتانے والا نہ ملا تو اپنی ناکامی پر رونے لگے۔

اچانک محلّہ کا ایک شخص بیدار ہو کر آیا اور اس نے رونے کا سبب پوچھا۔ انہوں نے مولی کے لئے استاد کے حکم کا واقعہ سنایا۔ اس نے کہا بے موسم مولی کہاں ملے گی۔ اتنے میں محلّہ کے اور لوگ بھی آ گئے۔ اس میں ایک شخص نے مولی کا پتہ بتایا۔ پھر سب لوگ شیخ صفی الدین رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مولی والے کے گھر گئے اور دروازہ کھٹکھٹا کر جگایا اور مولی کا قصہ سنایا۔ اس نے دو عمدہ مولیاں اکھاڑ کر شیخ صفی الدین رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالہ کر دیں اور اس کی برکت سے وہ اپنے وقت کے امام ہوئے۔

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد
ہر کہ خود را دید او محروم شد

⑩ شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے "الاعتدال فی مراتب الرجال" میں لکھا ہے کہ "یہ طے شدہ امر ہے اور عادۃ اللہ ہمیشہ سے یہی جاری ہے کہ اساتذہ کا احترام نہ کرنے والا کبھی بھی علم سے منتفع نہیں ہو سکتا۔"

طالب علم، علم سے منتفع ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ علم، علماء اور اساتذہ کا

[1] العلم و العلماء: ص۲۴، تذکرہ الحفاظ

احترام نہ کرے۔ یہی وجہ ہے کہ آدمی گناہ سے کافر نہیں ہوتا، دین کے کسی جزو کی بے حرمتی کرنے سے کافر ہو جاتا ہے۔

⓫ حضرت معین بن عیسیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے زمانے کے بڑے محقق اور مفتی تھے جب حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ ضعیف ہوگئے، عصا رکھنے کی ضرورت پڑی تو حضرت معین بن عیسیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس خدمت کو سرانجام دیا، امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ ان کے کندھے پر سہارا دے کر چلتے تھے۔

⓬ حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے استاد کے لئے دعائے مغفرت کیا کرتے تھے اور فرماتے: میں نے جب بھی کوئی نفل یا فرض نماز پڑھی تو اپنے اساتذہ کے لئے دعا ضرور کی۔

⓭ حضرت اشہب بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”رَاَيْتُ اَبَاحَنِيْفَةَ بَيْنَ يَدَىْ مَالِكٍ كَالصَّبِيِّ بَيْنَ يَدَىْ اَبِيْهِ.“

تَرجَمَۃ: ”میں نے امام ابوحنیفہ (رحمہ اللہ تعالیٰ) کو (ان کے استاد) امام مالک کے سامنے اس طرح دیکھا جیسے کہ کوئی چھوٹا بچہ اپنے والد کے سامنے ہو۔“[1]

⓮ صاحبِ تعلیم المتعلّم لکھتے ہیں کہ امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ کو میں نے ”مرو“ میں بادشاہ کے پاس دیکھا کہ بادشاہ ان کی بے انتہا تعظیم کرتا تھا اور یہ بات بار بار کہتا تھا کہ میں نے یہ سلطنت اور عزت صرف استاد کی خدمت کی وجہ سے حاصل کی ہے، کیوں کہ میں اپنے استاد قاضی ابوزید دبوسی رحمہ اللہ تعالیٰ کی بہت خدمت کیا کرتا تھا، یہاں تک کہ میں نے تیس سال تک متواتر ان کا کھانا پکایا۔[2]

⓯ حضرت امام یحییٰ بن قطام رحمہ اللہ تعالیٰ عصر کی نماز ادا کر کے اپنی مسجد کے

---

[1] تذکرۃ السامع والمتکلم: ص ۲۸

[2] تعلیم المتعلّم

مینارے سے ٹیک لگا کر بیٹھ جاتے، ان کے سامنے علی بن مدینی، علامہ شاذ کوفی، عمرو بن علی، احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین رحمہم اللہ تعالیٰ اور دیگر طلبۂ حدیث کھڑے کھڑے ان سے حدیث کے بارے میں سوالات کرتے۔

یہ تمام طلبہ عصر تا مغرب کھڑے رہتے، یہاں تک کہ مغرب کی اذان ہو جاتی امام قطام کسی سے نہ فرماتے کہ بیٹھ جایئے اور نہ طلبہ میں سے کوئی طالب علم ان کی ہیبت کی وجہ سے اس کی جرأت کر سکتا تھا۔

یہ حضرات نہ صرف اپنے اساتذہ کی تعظیم اور احترام کرتے تھے بل کہ ان سے متعلق لوگوں اور رشتہ داروں تک کی عزت کیا کرتے تھے۔

⓰ امام زرنوجی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ واقعہ لکھا ہے کہ: امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے اساتذہ میں سے ایک صاحب جب درس دیتے تو بعض اوقات دورانِ درس کھڑے ہو جاتے تھے، طلبہ نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے فرمایا کہ میرے استاد کا بیٹا بچوں کے ساتھ گلی میں کھیل رہا ہے وہ بعض اوقات مسجد کے دروازے پر آجاتا ہے، جب میں اسے دیکھتا ہوں تو اپنے استاد کی تعظیم کی وجہ سے کھڑا ہو جاتا ہوں۔[1]

اس واقعہ میں اپنے استاد کے بیٹے تک کی تعظیم کی جارہی ہے، حالاں کہ وہ ایک ناسمجھ چھوٹا بچہ ہے، انہی باتوں کی وجہ سے ایسے طلبہ کے علم میں برکت، ان کے عمل میں ترقی اور ان کی بات میں تاثیر پیدا ہوئی۔

⓱ **تعلیم المتعلّم** میں ذکر کیا گیا ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید نے اپنے بیٹے کو علم کے حصول کے لئے امام اصمعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس بھیجا، ایک مرتبہ ہارون الرشید گئے تو دیکھا کہ شہزادہ ان کو وضو کرا رہا ہے، وہ پانی ڈالتا ہے اور امام اصمعی رحمہ اللہ تعالیٰ اعضاء دھو رہے ہیں۔

---

[1] تعلیم المتعلّم طریق التعلیم: ص ۹

ہارون الرشید نے امام اصمعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ میں نے آپ کے پاس اسے علم اور ادب سکھلانے کے لئے بھیجا تھا، آپ اس کو کیا ادب سکھلا رہے ہیں؟ اس کو یہ حکم کیوں نہیں دیتے کہ ایک ہاتھ سے پانی ڈالے اور دوسرے ہاتھ سے آپ کا پیر مل کر دھوئے۔[1]

۱۸ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ نے حجِ بیت اللہ کا ارادہ فرمایا تو روانگی سے قبل حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی اہلیہ محترمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دہلیز کے پاس کھڑے ہو کر عرض کیا کہ: اما جی! اپنی جوتیاں مجھے عنایت فرما دیں، چنانچہ ان کی جوتیاں لے کر سر پر رکھ کر دیر تک روتے رہے اور فرمایا کہ میں اپنے استاد کا حق کما حقہ ادا نہ کر سکا، شاید میرا یہ عمل اس کوتاہی کی تلافی کر سکے۔

شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو جب کوئی بات دریافت کرنی ہوتی یا کتاب کا مضمون سمجھنا ہوتا تو امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کے مکان کے دروازے پر جا کر بیٹھ جاتے۔ جب حضرت کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ گھر سے باہر نکلتے اس وقت دریافت کرتے اور یہ تقریباً روزانہ ہی کا معمول تھا۔

ادب سے متعلق حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات و واقعات

ذیل میں حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں سے استاد کے آداب پر چند اقتباسات لکھے جاتے ہیں۔

❊ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں نے تحصیل علم میں نہ تو محنت زیادہ کی ہے اور نہ بہت سی کتابیں میرے مطالعہ میں رہیں، بس اتنا اہتمام کیا کہ

[1] تعلیم المتعلّم طریق التعلّم

اپنے کسی بھی استاد کو ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے آپ سے ناراض نہیں ہونے دیا، یہ سب اسی کی برکت ہے کہ اللہ نے دین اور علم دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائی ہے، اکثر اکبر مرحوم کا یہ شعر پڑھتے ....

ے نہ کتابوں سے نہ کالج سے نہ زر سے پیدا
علم ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

* ...... ایک طالب علم جو پانی پت سے خانقاہ میں قرآن پاک کی تعلیم کے لئے آیا تھا، اس سے فرمایا کہ اپنے استاد سے اجازت لے کر آئے ہو؟ ان کو ناراض کر کے تو نہیں آئے؟

عرض کیا: ان سے اجازت لے کر آیا ہوں۔

فرمایا: ان کی اجازت کا خط منگوا سکتے ہو؟

کہا: جی ہاں! منگوا سکتا ہوں۔

فرمایا: اچھا اس مضمون کا کہ "ہاں یہ میری اجازت سے گئے ہیں" منگوا دو۔ پھر فرمایا کہ استاد کی اجازت اس لئے منگوائی ہے کہ اپنے افعال و اعمال میں آزاد نہ ہوں، جو کام کریں اپنے بڑوں سے پوچھ کر کریں، نیز اس لئے تاکہ اساتذہ کی عظمت بھی قلب میں پیدا ہو۔[1]

* ...... طالب علمی میں مطیع ہو کر رہنا چاہئے (یعنی طالب علم میں خود رائی اور خودروی اور آزادی نہیں ہونی چاہئے بل کہ اس کو اساتذہ کا فرمانبردار اور تابعِ ہدایت ہونا چاہئے۔)[2]

* ...... دو چیزیں طالب علم کے لئے راہزن اور سمِ قاتل ہیں۔ (۱) ایک تاویل اپنی غلطی کی (استاد کسی غلطی پر تنبیہ کرے تو ہرگز تاویل نہیں کرنی چاہئے، بل کہ فوراً

---

[1] انفاس عیسیٰ دوم: ص ۷۱

[2] افاضات: ص ۳۲۶

کہہ دینا چاہئے غلطی ہوگئی آئندہ نہیں کروں گا)۔ ② اور دوسرے اپنے معلّم (یعنی استاد) پر اعتراض۔[1]

❊ ...... استاد جس ترتیب سے پڑھائے اور تقریر کرے اس کے تابع رہنا چاہئے، استاد کی تقریر کو نہایت غور سے سننا چاہئے۔ نظر الفاظ پر رکھنی چاہئے اور دھیان سے تقریر کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو کر سننا چاہئے۔[2]

❊ اگر کسی مسئلہ میں استاد کی تقریر ذہن میں نہ بیٹھے، تو کچھ دیر تک استفادہ کے لہجے میں خندہ پیشانی کے ساتھ اپنی تقریر کرے، اگر پھر بھی سمجھ نہ آوے تو خاموش ہو جائے اور دل میں یہ رکھ لے کہ اس کی تحقیق کروں گا۔ بعد کو کتابوں سے، علماء سے تحقیق کرے اور اگر اپنی رائے صحیح ہو اور استاد حق پسند ہو تو اس کتاب اور بڑے عالم کی تحقیق کو ان کے سامنے پیش کردے۔ اگر استاد کی تقریر صحیح ہو تو معذرت کردے کہ آپ صحیح فرماتے تھے، میں غلطی پر تھا۔

❊ استاد کے مقابلہ میں مکابرہ (گھمنڈ) مناظرہ، ...... مجادلہ ...... کی صورت ہرگز نہ بنائے، یعنی آنکھیں نہ چڑھیں، گفتگو میں تیزی نہ ہو، پیشانی پر بل نہ ہو بڑوں کے مقابلہ میں یہ بے ادبی ہے۔

❊ طالب علم سے اگر استاد کی بے ادبی یا نافرمانی یا ایذا رسانی ہوجائے، تو فوراً نہایت نیاز و عجز سے معافی چاہے اور الفاظ معافی کے ساتھ اعضاء سے بھی عاجزی و انکساری و ندامت ٹپکے، یہ نہیں کہ لٹھ ماردیا کہ اجی! معاف کردو۔ اگر دل میں ندامت ہوگی تو اعضاء سے بھی ندامت ٹپکے گی، اگر نہ بھی ہو تو بناوٹ ہی کردے، اصل نہیں تو نقل ہی سہی، مگر تاخیر نہ کرے، کیوں کہ اگر استاد دنیا دار ہوگا تو تاخیر کرنے سے اس کی کدورت بڑھ جائے گی اور تمہارا نقصان ہوگا، اور اگر دین دار ہوگا تو گو وہ کدورت

---

[1] الافاضات: ۱۸۸/۴

[2] حسن العزیز: ۲۴۵/۱

وغیرہ خرافات کو اپنے دل میں جگہ نہ دے گا مگر رنج طبعی ہوگا اور یہ بھی طالب کے لئے مضر ہوگا، کیوں کہ اس حالت میں انشراحِ قلب نہ رہے گا اور بغیر انشراحِ قلب نفع نہ ہوگا اور تاخیر کرنے میں یہ بھی خرابی ہے کہ جتنی تاخیر ہوگی، وِتنا ہی حجاب بڑھتا جائے گا۔

❁ ......ایک کوتاہی یہ ہے کہ طلبہ میں استادوں کا ادب نہیں ہے، اور جن استادوں کا ادب کرتے بھی ہیں وہ استادی کی وجہ سے نہیں کرتے بل کہ بزرگی اور شہرت کی وجہ سے ہے۔ اگر استادی کا ادب ہوتا تو جو استاد مشہور، بزرگ اور مقتدا نہیں ہیں ان کا بھی ادب کیا جاتا۔ کیوں کہ استادی کا حق تو ان کو بھی حاصل ہے۔

اسی طرح اور بہت سی کوتاہیاں ہیں، ان کی کوتاہیوں کی تفصیل میں کہاں تک بیان کروں اور کس کس بات کو بتاؤں، ذرا کوئی شخص دو ہفتے کسی محقق کے پاس رہے اور اس سے اپنی اصلاح کی درخواست کرے اور وہ محقق ایسا ہو جو بے تکلف روک ٹوک کرتا ہو، تب ان کو اپنی کوتاہیوں کی حقیقت معلوم ہوگی۔[1]

بہرحال استادوں کا ادب بھی تقویٰ میں داخل ہے، جو اس میں کوتاہی کرے گا وہ متقی نہ ہوگا اور اس میں کوتاہی کا بڑا سبب یہی ہے کہ طلبہ کو تقویٰ کا اہتمام نہیں۔[2]

❁ حضرت تھانوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

جب میں کانپور میں تھا تو ہمارے مدرسہ میں ایک رئیس کا بھانجا پڑھتا تھا جو بہت ہی شریر تھا اس کی یہ حالت تھی کہ بیت الخلا کی دیواروں پر اساتذہ مدرسہ کا نام لکھتا تھا، لوگوں کو فکر ہوئی کہ کون نالائق ہے، آخر لوگوں نے خفیہ طور پر تحقیق کی اور پہلا لکھا ہوا سب مٹا کر یہ انتظام کیا کہ جو شخص بیت الخلا سے نکلتا اس کے نکلنے کے بعد فوراً دیکھا جاتا کہ کچھ لکھا ہوا تو نہیں ہے۔

---

[1] کوثر: ص ۲۷

[2] کوثر: ص ۳۰

آخر وہ لڑکا جو ایک دفعہ نکلا تو دیواروں پر لکھے ہوئے نام پائے گئے اور اس کو پکڑ کر مدرسین کے پاس لایا گیا، تو ایک مدرس نے اس کو سخت سزا دی حتیٰ کہ مارتے مارتے بے ہوش کردیا اور اس کی جان کا خطرہ ہوگیا، بعض لوگوں نے اس کے ماموں کو اطلاع دی وہ فوراً کان پور آئے تو واقعی لڑکے کی حالت نازک تھی مگر علاج معالجہ سے افاقہ ہوا اور بچنے کی امید ہوگئی۔

شہر کے لوگوں نے ان کو بہت بہکایا کہ پولیس میں رپورٹ لکھا دو مگر وہ سمجھ دار آدمی تھے انہوں نے گوارا نہ کیا کہ ایک دینی مدرسہ کی شکایت غیروں کے پاس لے جاؤں، بالآخر وہ میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ صاحب میری عدالت تو آپ ہیں میں آپ کے یہاں استغاثہ کرتا ہوں۔

اب میں نے چپکے سے ان مدرس کے پاس رقعہ لکھا کہ تم فوراً اسی وقت اپنا استعفا داخل کردو چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا، پھر میں نے رئیس صاحب سے کہا کہ میرے پاس ان صاحب کا استعفا ملازمت سے آگیا ہے اور وہ آپ کے سامنے ہے اب ہم کو ان پر کوئی مواخذہ کا حق نہیں رہا، کیوں کہ وہ مدرسہ کے ملازم ہی نہ رہے اس لئے میں کچھ نہیں کرسکتا، آپ کا جہاں جی چاہے استغاثہ دائر کر کے انتقام لے لیجئے وہ کہنے لگے کہ کیا آپ نے ان کا استعفا منظور کرلیا ہے؟

میں نے کہا اور رد کرنے کا ہم کو کیا اختیار ہے۔ وہ بیچارے بہت بڑے آدمی تھے، کہنے لگے کہ یہ تو میری نحوست ہوئی کہ میری وجہ سے ایک عالم مدرسہ سے الگ ہوئے ہیں اور ان کا فیض مدرسہ سے بند ہوتا ہے، میں اپنا استغاثہ واپس لیتا ہوں اور آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ کہیں استغاثہ نہ کروں گا، میں نے اپنا حق معاف کیا، آپ ان کا استعفا واپس کردیں۔ ان کی اس اہلیت سے میں بڑا خوش ہوا کہ شاباش مسلمان کو دین سے ایسی ہی محبت ہونی چاہئے۔

اس کے بعد ان کی عجیب خوش فہمی یہ تھی کہ مجھ سے کہنے لگے کہ میرا خیال تھا کہ

اس لڑکے کو اپنے ہمراہ لے جاؤں اور گھر پر اس کی تعلیم کا انتظام کروں مگر اب میں یہ چاہتا ہوں کہ اس کو کچھ دنوں مدرسہ ہی میں رکھوں، کیوں کہ ابھی اگر میں اسے گھر لے گیا تو یہ اس حالت میں جائے گا کہ اس کے دل میں ایک عالم (اور اپنے استاد کی طرف) سے کینہ ہوگا اور یہ اس کی آخرت کے واسطے مضر ہوگا۔

اس لئے چند روز اس کو مدرسہ ہی میں رکھا جائے اور اِسے اُن حضرت کے سپرد کیا جائے جنہوں نے اس کو مارا تھا اور ان سے کہہ دیا جائے کہ اب اس کے ساتھ شفقت و ملاطفت (محبت) کا ایسا برتاؤ کریں کہ جس سے اس کے دل کا غبار نکل جائے۔ اور ان سے اس کو محبت ہو جائے، پھر میں اس کو گھر بلالوں گا۔

واقعی اس شخص کی سلامتِ فطرت پر میں حیران رہ گیا اور بے ساختہ میرے دل سے ان کے لئے دعا نکلی اور اسی وقت ہی سے میری سمجھ میں یہ تدبیر آئی کہ بچوں پر زیادتی ہو جائے تو اس کی تلافی اس طرح کرنی چاہئے، بعضے دنیا دار بھی کیسے سمجھ دار ہوتے ہیں۔[1]

لہٰذا سرپرست حضرات کو بھی اس کی فکر ہونی چاہئے کہ ہمارے بچے اپنے استادوں سے بدگمان نہ ہوں کیوں کہ یہ بات آخرت کے لحاظ سے طلبہ کے لئے مضر ہے۔

❋ ایک مرتبہ فرمایا:

میں نے ایک جگہ کسی بہت بڑے عالم کی حکایت لکھی دیکھی ہے کہ ان کے استاد ان کے وطن کی طرف اتفاق سے آئے تھے سو سب شاگرد ان کی خدمت میں سلام کے لئے حاضر ہوئے اور یہ عالم اس عذر کی وجہ سے کہ وہ اپنی والدہ کی خدمت میں مشغول تھے حاضر نہ ہو سکے چوں کہ ایسی مشغولی نہ تھی کہ حاضر ہونے سے ضروری خدمت میں کوئی حرج واقع ہوتا، کسی قدر سستی (کاہلی) سے کام لیا۔

---

[1] التبلیغ: ۱۴/۸۸، ۸۹، خیرالارشاد

استاد کو یہ کم توجہی ناگوار ہوئی اور یہ فرمایا کہ والدہ کی خدمت کی برکت سے ان کی عمر تو طویل ہوگی مگر ہمارے حقوق میں کمی کرنے کے سبب سے ان کے علم میں برکت نہ ہوگی چنانچہ عمر تو بہت ہوئی لیکن تمام عمر گزر گئی، نشرِ علم کے اسباب ان کے لئے جمع نہ ہوئے کچھ ایسے اتفاقات وقتاً فوقتاً پیش آتے رہے کہ کبھی شہر میں رہنا ہی نصیب نہ ہوا ہمیشہ گاؤں میں رہتے رہے، جہاں نہ درس تدریس کا موقع نہ دوسرے اشاعتِ علم کے طریقوں کا۔[1]

❊ ایک مرتبہ استاد کی مخالفت و گستاخی کے متعلق ایک عجیب نکتہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

بڑوں سے بھی اگر کسی امر میں اختلاف کیا جائے تو وہ علی الاطلاق مذموم نہیں اگر نیت اچھی ہو تو اس کا بھی مضائقہ نہیں، ہاں اگر بڑے اس سے بھی روک دیں تو پھر کچھ نہیں بولو اور جب تک ان کی اجازت ہو خوب بولو۔[2]

کچھ بدنصیب ایسے ہیں جو کسی نفسانی غرض سے استاد کے مخالف ہو جاتے ہیں اور تحریراً یا تقریراً ان کی شان میں گستاخی کرتے ہیں، حالاں کہ استاد وہ چیز ہے کہ اگر دینی ضرورت سے بھی اس کے خلاف کرنا پڑے تو بھی کافر باپ کی طرح دین میں مخالفت کرنے کے باوجود ادب واحترام ترک نہ کرے۔[3]

❊ ایک مرتبہ استاد کے حقوق میں کمی کرنے پر تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا:

کیا واجب کے بعد نفل کا کوئی درجہ نہیں؟ خصوصاً جب کہ اس میں اپنا نفع ہو تجربہ سے معلوم ہوا کہ استاد کا دل جس قدر خوش رکھا جائے گا اسی قدر علم میں برکت ہوگی۔ پس جو حقوق واجب نہیں ہیں ان کی رعایت کرنے سے اپنا نفع ہے اور غور

---

[1] اصلاح نصاب: ص ۲۸۳

[2] الافاضات: ۳۰۹/۲

[3] تجدید تعلیم و تبلیغ: ص ۱۲۳

کرنے کی بات ہے کہ اگر استاد بھی اسی قاعدہ پر عمل کرے کہ تعلیم واجب سے زیادہ ایک حرف نہ بتلائے، ایک منٹ زیادہ نہ دے، تقریر ایک بار سے زیادہ ہرگز نہ کرے تو کیا اس طرح سے اس کو علم حاصل ہوسکتا ہے؟

استاد بیچارہ اس کی تعلیم و تفہیم میں واقعی خون جگر کھاتا ہے تو اس کو کیا زیبا ہے کہ اس کے حقوق میں ضابطہ سے ایک انگل نہ بڑھے یہ تو بے حسی اور قساوت ہے۔[1]

لوگ پیر کی تعظیم و خدمت اور اطاعت میں حدود شرعیہ سے بھی تجاوز کر جاتے ہیں اور استاد کے حقوق ادا کرنے میں حد شرعی کے قریب بھی نہیں پہنچتے۔[2]

* استاد کی وفات کے بعد ان کے حقوق بیان کرتے ہوئے فرمایا:

ان حقوق کو ایسا ضروری سمجھے کہ استاد کی وفات کے بعد بھی وہ حقوق ملحوظ رکھے جو اس وقت ادا کئے جاسکتے ہیں اور ان کا خلاصہ دو امر ہیں۔

۱ ایک تو اس کے لئے ہمیشہ دعائے مغفرت کرنا۔

۲ دوسرے اس کے اہل و اقارب کی تعظیم کرنا، اسی طرح استاد کے دوستوں اور معاصرین کا احترام کرنا اور اگر ان کو حاجت ہو تو ان کی خدمت کرنا۔

احادیث میں اس قسم کے حقوق والدین کے لئے آئے ہیں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی فضیلت بیان فرمائی ہے جو بعد میں وفات نبویہ آپ کے اہل کی خدمت کریں گے، اور آپ کی عزت سے محبت رکھیں گے۔[3]

* مقبولانِ الٰہی یا اپنے محسن کی شان میں جو گستاخ ہوتا ہے اس کی عقل مسخ ہوجاتی ہے۔ مولوی اسحٰق صاحب کے ایک شاگرد ان کی شان میں گستاخ تھے، ایک

---

[1] اصلاح انقلاب: ص ۲۸٤

[2] اصلاح انقلاب: ص ۳۰۸

[3] اصلاح انقلاب: ص ۲۸۷

شخص نے کہا کہ تم شاگرد ہو وہ تو تمہارے محسن ہیں، تمہیں ایسا نہ کرنا چاہئے، اس نے جواب دیا کہ محسن تو جب ہیں جب مجھے ان کا پڑھایا ہوا کچھ یاد رہا ہو، مجھے کچھ یاد نہیں پھر حضرت والا نے فرمایا کہ ادھر اس نے گستاخی کی ادھر سلب ہونا شروع ہوگیا۔[1]

❊ استاد کے ظاہری حقوق میں کوتاہی پر یوں متنبہ فرمایا:

بعضے (طلباء) تو ظاہر حقوق میں بھی کوتاہی کرتے ہیں مثلاً:

❶ ان کا ادب نہ کرنا۔

❷ آنے جانے کے وقت سلام نہ کرنا۔

❸ ان کی طرف پشت کرکے بیٹھنا۔

❹ ان کی طرف پاؤں پھیلا کر بیٹھنا۔

❺ اطاعت کم کرنا مثلاً کوئی بات مان لی اور کسی بات کو ٹال دیا۔

❻ خلوص (محبت) میں کمی کرنا۔

❼ ان سے فریب کرنا۔

❽ جھوٹ بولنا۔

❾ اپنی خطا کی تاویل کرنا۔

❿ خدمت میں کمی کرنا خواہ بدنی ہو مثلاً پنکھا جھلنا، ان کا بدن دابنا اور خواہ مالی ہو مثلاً حق تعالیٰ نے وسعت دی ہے اور استاد نادار ہے اس وقت اس کی خدمت میں کچھ نقد یا متاع یا طعام بطور ہدیہ پیش کرنا، بعض لوگ ایسے ہیں کہ وہ بدنی خدمت کو عار اور ذلت سمجھتے ہیں اور بعض مال سے دریغ کرتے ہیں۔

❊ حضرت مولانا یعقوب صاحب نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ جس زمانہ میں دارالعلوم دیوبند میں مدرّس تھے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ تعلیم

---

[1] حسن العزیز: ۳۶/۲

حاصل فرماتے تھے، ایک زمانہ میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ نے گنگوہ میں درسِ حدیث دینا شروع کیا تو بہت سے طلبہ وہاں چلے گئے اور انہوں نے آپ کو بھی ترغیب دی کہ:

''حضرت (مولانا محمد یعقوب صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ) کے یہاں ناغے بہت ہوتے ہیں، لہٰذا آپ بھی وہیں چلیں۔''

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''گو میں سمجھتا ہوں کہ وہاں درسِ حدیث بہتر ہوگا، لیکن مجھے تو اپنے استاد کو چھوڑنا بے وفائی معلوم ہوتی ہے، جب تک حضرت خود نہ فرمائیں کہ بس میرا ذخیرۂ علمی ختم ہوگیا ہے، اب مجھ سے تمہاری تعلیم نہیں ہوسکتی، گو یہاں ناغے بہت ہوتے ہیں مگر جب وہ پڑھاتے ہیں تو سیراب فرما دیتے ہیں۔''[1]

❋ حکیم الامت مجددِ اہلِ سنت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فہمِ سلیم اور تفقّہ فی الدین اس کو حاصل ہوتا ہے ① جس نے توجہ سے پڑھا ہو ② اور اساتذہ کو راضی رکھا ہو۔ جس طالب علم نے محض محنت ہی کی ہو، مگر اساتذہ کو راضی نہ رکھا ہو، تجربہ کرلیا جائے کہ اس کو حقیقی علم ہرگز حاصل نہ ہوگا۔[2]

❋ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے ایک شخص نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے متعلق پوچھا:

''مولانا (قاسم صاحب) نے آخر یہی کتابیں پڑھی تھیں جن کو سب پڑھتے ہیں، ان کو اتنا علم کہاں سے آیا؟''

مولانا محمد یعقوب صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

---

[1] تبویب تربیت السالک: ۳/۱، مکتبہ تالیفات اشرفیہ تھانہ بھون

[2] کمالات اشرفیہ: ص ۳۳

''اس میں کئی اُن چیزوں کو دخل ہے جو وہ مولانا میں تھیں۔

① مولانا طب کی رو سے معتدل المزاج تھے۔

② ان کے استاد بہت کامل تھے، یعنی حضرت مولانا مملوک علی صاحب (رحمہ اللہ تعالیٰ) جن کا علم وفضل مخفی نہیں۔

③ متقی اعلیٰ درجے کے تھے۔

④ پیر بڑے کامل تھے یعنی حاجی امداد اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ۔

⑤ ان میں استاد کا ادب بہت تھا، ان باتوں کے جمع ہونے سے یہ کیفیت ہوگئی تھی۔''

ادب کی یہ کیفیت تھی کہ جب مولانا ذوالفقار علی رحمہ اللہ تعالیٰ بیماری میں ان (مولانا قاسم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ) کے پاس جاتے تو آپ اٹھ کر بیٹھ جاتے۔ ایک مرتبہ مولانا (ذوالفقار علی رحمہ اللہ تعالیٰ) نے دریافت کیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ فرمایا:

حضرت آپ میرے استاد ہیں۔ انہوں نے کہا: نہیں حضرت میں کہاں سے استاد ہوگیا۔ تو فرمایا:

''مولانا مملوک علی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک مرتبہ کسی کام میں تھے، آپ نے فرمایا تھا کہ ذرا ان کو کافیہ کا سبق پڑھا دیجیو، چنانچہ میں نے آپ سے سبق پڑھا تھا۔''[1]

❊ حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ جو دارالعلوم دیوبند کے بانی ہیں انہیں فقہی مسائل میں خنزیر کے بارے میں تحقیق کرنی تھی، اس کی تحقیق بھنگی سے زیادہ کسی دوسرے سے نہیں ہوسکتی تھی، وہی خنزیر پالتے ہیں تو جب حضرت کے گھر کا بھنگی آیا تو اس سے پوچھا کہ فلاں بات خنزیر کے بارے میں کس طرح سے

[1] ماہنامہ ''البلاغ'' صفحہ ۵۲، ماہ شعبان ۱۳۸۷ھ

ہے؟

اس نے کہا کہ صاحب! یہ ہے۔ اس وقت سے یہ کیفیت تھی:

''جب وہ کمانے آتا اگر بیٹھے ہوئے ہوتے تھے، تو اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوجاتے تھے، اس کو ہدایا بھیجتے تھے اس کی خدمت کرتے تھے۔''

اور فرماتے تھے:

''فلاں مسئلے کی تحقیق مجھے اس بھنگی سے ہوئی وہ بمنزلہ استاد کے بن گیا عمر بھر اس کا ادب کیا۔''

فَائِدَہ: اس قصے سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اگر کوئی شخص ایک حرف سکھلا دے تو وہ استاد کا مقام حاصل کر لیتا ہے اور اس کی عزت کرنا ضروری ہوجاتا ہے، علم میں برکت وترقی استاد کا ادب واحترام کرنے سے ہی ہوتی ہے، طالب علم کتنا ہی ذہین اور قابل ہو لیکن استاد کا ادب واحترام ملحوظ نہیں رکھتا تو اس سے علم کا فیضان جاری نہیں رہ سکتا ہے۔[1]

❊ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی نور اللہ مرقدہ نے فرمایا:

''بھئی ایک بات کہنی ہے جس کو میں غیر رمضان میں بھی کہا کرتا ہوں، پچھلے سال رمضان میں بھی کہی تھی جو بہت تجربہ کی بات ہے بڑوں سے بھی منقول ہے۔ وہ یہ کہ استاد کی بے ادبی کرنے والا علم سے محروم رہتا ہے۔''

دیکھو مولویو! خوب غور سے سنو! جو طالب علم اسٹرائک میں شریک ہوگا یا اساتذہ کی کسی قسم کی اہانت اور بے ادبی کرے گا خواہ وہ کتنا ہی صاحبِ استعداد ہو کتنا ہی ذہین اور قابل ہو، علم سے کورا رہ جائے گا، اب خواہ وہ بعد میں سیاسی لیڈر بنے یا کچھ اور۔

---

[1] خطبات حکیم الاسلام: ۴۳/۴، مرتبہ مولانا محمد ادریس ہوشیاپوری

میری بڑے اہتمام سے تم لوگوں سے درخواست ہے کہ علم حاصل کرنے میں جتنی بھی تواضع ہوسکے زبانی نہیں بل کہ دل سے اختیار کرنا، گر چاہو کہ علم حاصل ہوجائے تو استاد کا ادب کرنا، جتنا ادب کروگے اتنا ہی علم حاصل ہوگا۔ میں نے اپنے بچپن کے دور میں خود دیکھا ہے کہ اس وقت مسلمان استاد کا غیر مسلم شاگرد اور غیر مسلم استاد کا مسلمان شاگرد بڑے درجہ کا عہدہ دار ہونے کے بعد بھی اکرام کرتا تھا جج ہوگئے، کلکٹر ہوگئے، لیکن اگر استاد سامنے آگئے تو ادباً فوراً کھڑے ہوگئے کہ آیئے آیئے منشی صاحب! تشریف لایئے!

معلوم ہوا کہ کبھی بچپن میں منشی صاحب سے فارسی پڑھی تھی یا املاء، حساب وغیرہ سیکھا تھا (اس لئے یہ اکرام کیا)۔ بھئی یہ چیزیں ہیں اختیار کرنے کی اب تو یہ رہا ہی نہیں، ہماری بدقسمتی ہے کہ تقریباً پچاس سال سے یہ چیز (استاد کا ادب و احترام) اٹھتی جارہی ہے۔

❊ حضرت مولانا شاہ عبدالرحمٰن صاحب محدث صدرالمدرسین مظاہر علوم نے اپنا ایک واقعہ بیان کیا کہ:

میں اپنے وطن سے جب سہارنپور پڑھنے کے لئے آیا تو ہر استاد سے مل کر آیا تھا، ایک استاد جن سے ابتدائی کتابیں پڑھی تھیں ان سے ملاقات نہ ہوسکی، جب سہارنپور آکر پڑھنا شروع کیا تو کتاب بالکل سمجھ میں نہ آئی حالاں کہ میں اپنی جماعت میں بہت سمجھدار سمجھا جاتا تھا، اس کے اسباب پر غور کیا، اللہ پاک نے رہنمائی فرمائی اور ان استاد کی خدمت میں خط لکھ کر معافی مانگی اور ملاقات نہ ہوسکنے کی وجہ لکھی انہوں نے جواب میں فرمایا:

''میرے دل میں خیال ہوا تھا کہ مجھے چھوٹا سمجھ کر شاید تم نہیں ملے، لیکن تمہارے خط سے معلوم ہوا کہ یہ بات نہیں تھی'' اس کے بعد دعائیہ الفاظ لکھے۔

حضرت مولانا نے فرمایا: ''اساتذہ کے احترام ہی کا نتیجہ ہے کہ تمہارے سامنے

ترمذی پڑھا رہا ہوں۔"

درس کا یہ عالم تھا جس پر سب کا اتفاق تھا کہ اُن سے بہتر اُس وقت ترمذی پڑھانے والا پورے ملک میں کوئی نہیں تھا۔

آلاتِ علم کا ادب

❊ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک روز بیت الخلا میں تشریف لے گئے، اندر جا کر نظر پڑی کے انگوٹھے کے ناخن پر ایک نقطہ روشنائی کا لگا ہوا ہے، جو عموماً لکھتے وقت قلم کی روانی دیکھنے کے لئے لگا لیا جاتا تھا، فوراً گھبرا کے باہر آگئے اور دھونے کے بعد تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اس نقطہ کو علم کے ساتھ ایک تلبّس و نسبت ہے، اس لئے بے ادبی معلوم ہوئی کہ اس کو بیت الخلا میں پہنچاؤں۔[1]

ایک بزرگ لفافے کو الٹا کر کے دوسری طرف ٹکٹ لگا کر دوبارہ استعمال فرماتے اور فرمایا کرتے کہ لفافے کی ایک طرف کو ضائع کر دینا کاغذ کی بے ادبی ہے، اسی طرح باریک باریک مگر صاف صاف لکھتے تاکہ کاغذ کی ذرا سی جگہ بھی ضائع نہ ہو۔

❊ ایک چمڑہ کا بیگ تھا کسی مخلص خادم نے بنوایا تھا اور چمڑہ میں لفظ (محمد اشرف علی) کندہ کرا دیا تھا اس کا حضرت (تھانوی نور اللہ مرقدہ) اتنا ادب کرتے تھے کہ حتی الامکان نیچے اور جگہ بے جگہ نہ رکھتے تھے۔[2]

❊ ایک جگہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قلم اور روشنائی کا بھی خوب خیال رکھو اور لکھنے کے بعد قلم کان کے اوپر لگا دیا کرو کہ اس طرح کرنے سے یاد بھی رہتا ہے اور احترام بھی ہے، بعض طلبہ قلم سے کھیلتے ہوئے پیر کی انگلیوں میں پھیرتے

---

[1] مجالس حکیم الامت: ص ۲۸۱، ۲۸۶

[2] حسن العزیز: ۳۲/٤

رہتے ہیں یہ بہت برا ہے، اسی طرح ہر جگہ اور ہر چیز پر مت لکھو کہ یہ روشنائی کی بے قدری ہے۔

ایک لفافہ پر روشنائی گر گئی تھی تو اس پر یہ لکھ دیا کہ ''بلا قصد روشنائی گر گئی'' اور وجہ بیان فرمائی کہ یہ اس لئے لکھ دیا کہ قلت اعتناء پر محمول نہ کریں جس کا سبب قلتِ احترام ہوتا ہے۔[۱]

استاد کے آداب پر سنہری نکات

طالب علم کو چاہئے کہ استاد کی خدمت کو اپنے لئے فلاح دارین کا ذریعہ سمجھے، جس کو جو کچھ علم میں ترقی ہوئی اور جو کچھ بھی ملا، استاد کی خدمت اور اس کی عنایت و مہربانی سے ملا، دین و دنیا کی عزت انہیں کی دعاؤں کا ثمرہ ہے، یہ بات عیاں ہے کہ جو طالب علم اپنے استاد کی خدمت کرتا ہے، اللہ پاک اس کو دینی و دنیوی ترقی عطا فرماتا ہے، ایسے طلبہ ہمیشہ کامیاب طالب علم کہلاتے ہیں۔

استاد کی ناشکری اور تعظیم و توقیر نہ کرنا ایک تباہ کن بیماری ہے، اس سے علم کی برکتیں ختم ہوجاتی ہیں، جس سے علم حاصل کیا اگرچہ ایک حرف پڑھا ہو، اس کی تواضع کرنا ضروری ہے، استاد کے حقوق کا انکار عقل کے بھی خلاف ہے، بل کہ یہ انکار تو ناشکری سے بھی زیادہ برا ہے، کیوں کہ ناشکری تو یہ ہے کہ احسان کے بدلے کوئی نیکی نہ کی جائے اور انکار یہ ہے کہ سرے سے احسان کو مانا ہی نہ جائے۔

اور یہ کہنا تو ہرگز بھی مناسب نہیں کہ استاد نے مجھے صرف ابتدا میں تھوڑا سا پڑھایا تھا یہ ناشکری اور احسان کا انکار ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے تھوڑے احسان کا شکر ادا نہ کیا، اس نے زیادہ کا بھی شکر ادا نہیں کیا۔''[۲]

---

[۱] الفصل للوصل: ص ۱۹۷

[۲] مجمع الزوائد: ۵/۲۱۷

اب وہ شخص جو استاد کی ابتدائی تعلیم کو کچھ اہمیت نہیں دیتا، وہ سوچے غور کرے کہ کس قدر غلط راستے پر چل رہا ہے۔

عقل مند طالب علم وہ ہے کہ اگر استاد سے بڑھ بھی جائے تو بھی اسے استاد کا فیض اور اس کی برکت سمجھے اور پہلے سے زیادہ ادب و احترام کرے، ایسے طالب علم ہی دونوں جہانوں میں کامیاب ہوتے ہیں۔

ذیل میں استاد کے ادب کے متعلق نمبروار آداب ذکر کئے جاتے ہیں۔

❶ چوں کہ معلّم کی حیثیت دین وحکمت کی تعلیم دینے کی وجہ سے محسن کی ہے اس لئے اس کا بھی شکر ادا کرنا ضروری ہے۔

❷ شاگرد کو استاد کی خدمت میں خود جانا چاہئے جیسا کہ حضرت موسیٰ وخضر علیہما السلام کے واقعے سے معلوم ہوتا ہے۔

❸ اگر استاد مرتبہ میں کم ہو پھر بھی اس کا اتباع شاگرد پر لازم ہے۔

❹ استاد جس بات کا سوال کرنے سے منع کرے تو اصرار نہ کیا جائے اور اطاعت کی جائے۔

❺ اگر استاد کے مزاج کے خلاف کوئی بات ہو جائے تو فوراً معذرت کر کے اُنہیں منائیں۔

❻ اگر استاد کے مزاج میں نشاط نہ ہو یا بیمار ہو تو اس سے پڑھانے کا مطالبہ نہ کرے۔

❼ استاد سے گفتگو کرتے وقت اس کے مرتبے کا پورا پورا لحاظ رکھے۔

❽ استاد کی اجازت کے بغیر مجلسِ درس سے نہ جائے۔

❾ استاد کے احسانات کا بدلہ، خدمتِ بدنی اور استطاعت کے وقت خدمتِ مالی سے کرتا رہے اور خدمت سے اللہ تعالیٰ کی رضا چاہے ذاتی مفاد پیشِ نظر نہ رکھے۔ اور اگر خدمت کی استطاعت نہ ہو، یا استاد سے مفارقت ہوگئی ہو تو اس

کے لئے دعاء خیر اور دعاء مغفرت کرتا رہے۔

⑩ استاد کو پریشان کرنے کے لئے فضول سوالات نہ کرے۔

⑪ اگر استاد کسی خاص وقت درس سے یا کسی کتاب کے مطالعہ سے روک دے تو رک جائے۔

⑫ اگر کبھی غیر معقول اور غیر مفید سوال پر استاد ناراضگی کا اظہار کرے تو برداشت کرنا چاہئے، بل کہ فوراً اپنی گستاخی پر اظہار ندامت کرے۔ اسی طرح کبھی استاد کی طرف سے بے جا ڈانٹ ڈپٹ ہو تو بھی دل میلا نہ کرے اور اس کی کوئی اچھی تاویل کرے۔

⑬ استاد کے ساتھ ہمیشہ تواضع اور انکساری کا معاملہ رکھے۔

⑭ استاد کی تعظیم کے لئے قیام کرنا جائز ہے یا نہیں؟

اس میں روایات متعارض وارد ہوئی ہیں۔ ایک روایت میں ہے:

"قُوْمُوْا اِلیٰ سَیِّدِکُمْ"

اس روایت سے قیام کا جواز ثابت ہو رہا ہے، جبکہ دوسری روایت میں ہے:

"مَنْ اَحَبَّ اَنْ یَّتَمَثَّلَ لَهُ الرِّجَالُ قِیَامًا وَجَبَتْ لَهُ النَّارُ."

اس سے ممانعت معلوم ہوتی ہے۔ لیکن قابل غور مسئلہ یہ ہے کہ چوں کہ طالب علم مدرسہ میں یا استاد کے پاس تربیت کے لئے آتا ہے اور استاد کی تعظیم بھی تربیت ہی کا ایک اہم حصہ ہے، نیز اکرام اور تعظیم کے لئے قیام کا عرف بھی ہے اس لئے طالب علم کا قیام استاد کی تعظیم کے لئے جائز ہوگا۔

⑮ اگر استاد سے کسی دینی ضرورت کی بنا پر اختلاف ہو جائے تب بھی اس کے ساتھ والد جیسے احترام کا معاملہ رکھے۔

⑯ سبق کی مقدار، ترتیبِ اسباق اور طریقۂ تعلیم میں استاد کی رائے پر عمل کیا جائے۔

۱۷ استاد کی ناراضگی اور طالب علم کے بارے میں استاد کا دل میلا ہونا علم سے محرومی کا ذریعہ ہے۔

۱۸ سب سے پہلے استاد کے انتخاب (اگر کہیں انتخاب کا اختیار ہو) کے اہم مسئلہ پر غور وخوض اور اللہ تعالیٰ سے طلبِ خیر کرنا ضروری ہے۔

۱۹ ......استاد کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے اگر ہو سکے تو کچھ صدقہ کرے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ باری تعالیٰ مجھے میرے استاد کی خوبیوں سے مالا مال کر دے۔

۲۰ ......استاد کو ہمیشہ تعظیم وتکریم کے الفاظ سے خطاب کرنا چاہئے۔ مثلاً استاد کے سامنے استاد جی، اور پیٹھ پیچھے استاد محترم حضرت مولانا ....صاحب۔

۲۱ ...... استاد کے پاس بغیر اجازت داخل نہ ہونا چاہئے اِلاّ یہ کہ مجلسِ عام ہو اجازت نہ ملنے پر بغیر کسی ناگواری کے واپس ہوجانا چاہئے، تین بار سے زیادہ اجازت چاہنا یا دستک دینا مناسب نہیں، آواز یا دستک آہستہ ہونی چاہئے اجازت ملنے پر سلام کر کے داخل ہونا چاہئے۔

۲۲ ......استاد کے پاس بری حالت میں نہ جائے بل کہ پروقار اور صاف ستھرے لباس میں جانا چاہئے۔

۲۳ ......اگر استاد موجود نہ ہو تو جلد واپس نہ ہوجائے بل کہ انتظار کرے اور درس نہ چھوڑے۔

۲۴ ......اگر انفرادی طور سے پڑھنا چاہے تو کسی ایسے وقت، جس میں پڑھنا دشوار ہو یا استاد کی عادت کے خلاف ہو پڑھانے کا مطالبہ نہ کرے اور نہ اپنے واسطے مخصوص وقت کا خواہش مند ہو خواہ امیر کبیر ہی کیوں نہ ہو، کیوں کہ اس میں استاد پر اپنی برتری کا اظہار ہے۔

۲۵ ......استاد کے سامنے ادب سے بیٹھنا چاہئے، سبق توجہ سے اور کان لگا کر سننا

چاہیے سبق کے علاوہ کسی اور طرف توجہ نہیں دینی چاہیے۔

۲۶ ...... شاگرد کو چاہیے کہ اپنے استاد کو کامل سمجھے۔

۲۷ ..... طالب علم کو چاہیے کہ اپنے اساتذہ کے لئے ساری زندگی دعا کرتا رہے اور ان کے انتقال کے بعد ان کی اولاد، اعزہ، رشتہ داروں اور ان کے دوستوں کا خیال رکھے، اور ان کے لئے استغفار کیا کرے، اور ان کی طرف سے صدقہ و خیرات کیا کرے، اور ان کے اخلاق و عادات کو پیش نظر رکھے اور پیروی کرے۔

۲۸ ...... طالب علم کو چاہیے کہ جب استاد کسی حکم کی دلیل یا کوئی نیا فائدہ بیان کریں جسے وہ پہلے سے جانتا ہو، تو مکمل توجہ سے سنے اور استاد اگر بار بار کسی بات کو کہے تب بھی غور سے سنے اکتائے نہیں۔

تعلیم المتعلّم میں لکھا ہے کہ جو ایک ہزار مرتبہ سننے کے بعد بھی علم کی وہی عظمت نہ کرے، جیسے پہلی بار کی تھی، وہ شخص اہل علم میں سے نہیں۔

چنانچہ حضرت عطاء رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں جب کسی صاحب سے کوئی حدیث سنتا ہوں اور مجھے پہلے سے حدیث بہت اچھی طرح معلوم ہوتی ہے، پھر بھی اس کے سامنے یہ ظاہر کرتا ہوں کہ یہ حدیث مجھے پہلے معلوم نہیں تھی۔

۲۹ ...... اگر طالب علم استاد سے دور ہو جس کی وجہ سے بات سن نہ سکا ہو، تو ایسی صورت میں نہایت ادب سے سبق دہرانے کی درخواست کرے۔

۳۰ ...... استاد کا یہ بھی حق ہے کہ فراغت کے بعد بھی اس سے ملاقات کرتا رہے۔

۳۱ ...... جو شخص اپنے استاد کی تکلیف کا باعث ہو وہ علم کی برکت سے محروم رہے گا اور برابر کوششوں کے باوجود علم کی دولت سے منتفع نہیں ہوسکتا۔

اِنَّ الْمُعَلِّمَ وَالطَّبِيْبَ كِلَاهُمَا
لَايَنْصَحَانِ اِذَا هُمَا لَمْ يُكْرَمَا
فَاصْبِرْ لِدَائِكَ اِنْ جَفَوْتَ طَبِيْبَهٗ
وَاقْنَعْ بِجَهْلِكَ اِنْ جَفَوْتَ مُعَلِّماً

ترجمہ: ''معلم اور طبیب کی جب تک توقیر اور تعظیم نہ کی جائے وہ خیر خواہی نہیں کرتے۔ اگر آپ نے طبیب کی بات نہ مانی تو آپ ہمیشہ بیمار رہیں گے اور اگر استاد کی بات نہ مانی تو آپ ہمیشہ جاہل رہیں گے۔''[۱]

۳۲ ...... تعلیم المتعلّم میں لکھا ہے کہ جو طلباء اساتذہ کو (بلا کسی وجہ کے) بدلتے رہتے ہیں، کبھی کسی کے پاس چلے گئے، کبھی کسی کے پاس چلے گئے، اس سے علم کی برکت ختم ہوجاتی ہے۔

حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:

''میرے والد صاحب کی رائے ہوئی کہ دوسرے استاد کے پاس پڑھنے کے لئے بھیجا جائے، جب مجھے معلوم ہوا تو رات بھر نیند نہیں آئی، کھانا نہیں کھایا گیا۔ گھر کی مستورات نے یہ حال دیکھ کر والد صاحب سے کہا، تو والد صاحب نے اپنی رائے بدل دی اور میں بدستور اپنے سابق استاد ہی کی خدمت میں رہا۔''

پھر دنیا نے دیکھا کہ استاد کی عظمت و محبت نے کیا رنگ پیدا کیا اور حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ سے اصلاحِ امت کا کتنا بڑا کام ہوا۔

۳۳ ...... طالب علم سے جب استاد سوال کرے تو جتنی باتوں کا سوال ہو، اتنی ہی باتوں کا جواب دے اور جواب میں تاخیر نہ کرے، اگر استاد کے سامنے کوئی

---

[۱] تعلیم المتعلّم

غلطی ہو جائے تو فوراً اپنی غلطی کا اقرار کرلے۔

۳۴ ...... استاد یا شیخ کوئی بات بتلائیں تو اس کے مقابلہ میں دوسرے کی بات بطور تردید کے نہ کہے فلاں یہ کہتے ہیں، اس سے اپنے استاد یا شیخ پر اعتقاد و اعتماد کی کمزوری معلوم ہوتی ہے۔

۳۵ ...... طلباء کو چاہئے کہ استاد کے ساتھ حسنِ ظن رکھیں، اگر استاد کسی طالب علم کے ساتھ کوئی خاص برتاؤ کرے تو یہ سمجھ لے کہ وہ طالبِ علم اسی لائق ہے اور میں اسی لائق ہوں، یا اس کے ساتھ وہی برتاؤ مصلحت ہے اور میرے ساتھ یہی برتاؤ مصلحت ہے۔

۳۶ ...... استاد کی روک ٹوک کو برا نہ سمجھے اور ملال ظاہر نہ کرے، اس لئے کہ اس سے استاد کے دل میں انقباض پیدا ہوجائے گا اور نفع کا دروازہ بند ہوجائے گا کیوں کہ یہ موقوف ہے انشراحِ دل اور مناسبت پر، اور صورتِ مذکورہ میں دونوں باتیں نہیں ہیں۔

بہت بڑا فائدہ اور جلد منفعت کی کنجی یہ ہے کہ جس سے نفع حاصل کرنا ہو، خواہ خالق سے یا مخلوق سے، اس کے سامنے اپنے کو مٹا دے اور فنا کردے، اپنی رائے و تدبیر کو بالکل دخل نہ دے، پھر دیکھیے کیسا نفع حاصل ہوتا ہے اور یہ بڑا کمال ہے۔

۳۷ ...... طلبہ کو چاہئے کہ اپنا شوق اور طلب اور محنت استاد کو دکھائیں۔

۳۸ ...... اگر استاد کی تقریر میں کوئی مشکل لفظ آجائے، جس کے معنی معلوم نہ ہوں تو استاد سے اس کے معنی پوچھ لے، غفلت اور شرم نہ کرے کہ سب ہنسیں گے کہ ایسے مشہور لفظ کے معنی نہیں جانتا، کیوں کہ اگر نہ پوچھے گا تو ہمیشہ جاہل ہی رہے گا مشہور حدیث ہے:

"شِفَاءُ الْعَيِّ السُّؤَالُ."

ترجمہ: یعنی جہل کی شفا سوال ہے۔"

۳۹ ...... بچپن کے تمام اساتذہ کو چاہے ان سے آپ نے قرآن کی تعلیم حاصل کی ہو یا اسکول میں ان سے پڑھا ہو اپنے بڑے ہوجانے کے بعد بھی استاد سمجھنا چاہئے، اور ان کا ادب، لحاظ، خدمت بہت زیادہ کرنی چاہئے۔ بڑے استاد سے بھی زیادہ ان کا ادب کرنا چاہئے، کیوں کہ انہوں نے آپ کے ساتھ زیادہ محنت کی ہے۔

۴۰ ...... استاد سے کوئی بات نہ چھپائیں، ہمیشہ سچ بولیں، جھوٹ بولنے سے گریز کریں۔

۴۱ ...... اگر آپ نے کبھی ایسی غلطی کی تھی کہ استاد کی غیبت یا چغلی کسی سے لگائی اب آپ کا فرض ہے کہ توبہ کریں اور آئندہ نہ کرنے کا عہد کریں اور استاد محترم کو بتا کر معافی طلب کریں، ان شاء اللہ تعالیٰ استاد ضرور معاف کردیں گے۔ یا درس گاہ میں کوئی ایسا طالب علم ہے، جو استاد کی غیبت کرتا ہے تو اس کی شکایت استادِ محترم سے نہ کریں، بل کہ پیار ومحبت سے استاد کی اہمیت بتائیں اور استاد کی محبت پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

۴۲ ...... استاد کے سامان کو بغیر اجازت استعمال نہ کریں۔

۴۳ ...... استاد کی مسند کو ہمیشہ صاف اور استاد کی چیزوں کو ترتیب سے رکھیں، اگرچہ استاد رخصت پر ہی کیوں نہ ہوں، اسی طرح استاد کی مسند کا بھی احترام کریں نہ وہاں بیٹھیں، نہ ہی اس طرف پیٹھ کریں، اور نہ ہی اس طرف پیر پھیلائیں۔

۴۴ ...... جب بھی کسی استاد صاحب سے ملاقات ہو تو ہمیشہ کوشش کریں کہ خود آگے بڑھ کر سلام ومصافحہ کریں۔ اگر آپ استاد محترم کے ساتھ کہیں جارہے ہوں تو ان سے آگے نہ چلیں کہ یہ بے ادبی ہے۔

۴۵ ...... سزا ملنے پر دوستوں میں یا گھر میں استاد کی غیبت کرنا اچھی بات نہیں، بل کہ

صبر کرنا چاہیے، اور جس غلطی پر سزا ملی ہے اس غلطی سے ہمیشہ بچنا چاہیے۔

۴۶ ...... کسی استاد کی خاص عادت، انداز اور تکیہ کلام، لب ولہجہ پر ہنسنا اور ان کی پس پشت پر نقل اتارنا اچھے طالب علم کی خصلت نہیں۔

۴۷ ...... کسی استاد کی عنایت وشفقت اور نرمی سے غلط فائدہ نہ اٹھائیں اور نہ ہی استاد کی سخت مزاجی سے ان سے بدظن ہوں، ورنہ اس سے آپ کا بہت بڑا نقصان ہوگا۔

۴۸ ...... جو طالب علم اساتذہ کرام کا ادب واحترام کرتے ہیں تو اُن کا مذاق نہ اُڑائیں۔

۴۹ ......استاد کی خدمت سلیقہ مندی، ہوشیاری اور عقلمندی سے کرے۔

۵۰ ......استاد کی خدمت پر فخر نہ کرے اور نہ ہی اس کی وجہ سے اپنے آپ کو مدرسہ کے قوانین سے مستثنیٰ سمجھے۔[1]

الحمد للہ ہمارے ادارہ نے والدین کے حقوق کی اہمیت سمجھانے اور اس پر عمل کرنے کے لئے ایک بہترین کتاب ''والدین کی قدر کیجئے'' شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے، جس پر جامعہ دارالعلوم کورنگی کے مفتی محمود اشرف صاحب مدظلہ العالی اور علامہ بنوری ٹاؤن کے مفتی عاصم ذکی صاحب مدظلہ العالی نے کلماتِ تبریک لکھے ہیں، ہر مسلمان کے لئے اس کتاب کا مطالعہ مفید ہوگا۔

---

[1] تنبیہ: یہ بات اصولی طور پر ملحوظ رہے کہ استاد کے یہ حقوق اس وقت ہیں جب والدین کے حقوق سے متعارض نہ ہوں، تعارض کے وقت حقوق والدین مقدم ہوں گے کیوں کہ حقوقِ والدین منصوص ہیں اور حقوقِ استاد مستنبط من النصوص یہی وجہ ہے کہ استاد کو پدرِ مجازی کہا جاتا ہے۔

اللہ کرے مجھ جیسے نااہل ونافہم طالب علم سمیت طلباء کے دلوں میں بھی اپنے اکابر واساتذہ کی ناموس وحرمت کی حفاظت کا جذبہ پیدا ہوجائے۔ آمین ثم آمین

مدرسہ کے آداب

مدرسہ کا ادب واحترام طالب علم پر ضروری ہے لہٰذا مدرسہ سے متعلق چند آداب ملاحظہ فرمائیں۔

❶ ...... مدرسہ کے قوانین کا خاص خیال رکھیں۔

❷ ...... مدرسہ جاتے وقت صاف ستھرا لباس پہن کر جائیں۔

❸ ...... مدرسہ وقت پر جائیں ہو سکے تو مدرسہ کے اوقات سے پہلے پہنچنے کی کوشش کریں مگر دیر نہ ہو۔

❹ ...... مدرسہ پہنچ کر ادھر ادھر نہ گھومیں بل کہ سیدھے اپنی درس گاہ میں جائیں۔

❺ ...... مدرسہ میں کوڑا کرکٹ کو مقررہ جگہوں پر ڈالیں اور مدرسہ کو ہمیشہ صاف ستھرا رکھیں۔

❻ ......ضرورت سے زیادہ پنکھے، لائٹ وغیرہ استعمال نہ کریں کیوں کہ مدرسہ کی تمام اشیاء ہر طالب علم کے پاس امانت ہیں، ان کی حفاظت طالب علم کی ذمہ داری ہے۔

❼ ...... مدرسہ کی دیواروں پر نہ لکھیں، نہ اسٹیکر لگائیں۔

❽ ...... قضاء حاجت کے بعد صحیح طور پر صفائی کا خیال رکھیں تاکہ بعد میں آنے والے کو تکلیف نہ ہو۔

❾ ...... دوسری درس گاہوں میں بغیر اجازت ہرگز نہ جائیں۔

❿ ...... اپنے اپنے جوتے مقررہ جگہوں پر رکھیں۔

درس گاہ کے آداب

درس گاہ میں بیٹھنے کے بھی کچھ آداب ہوتے ہیں طالب علم کو چاہئے کہ ان آداب کا خیال رکھے۔

❶ درس گاہ میں سلام کر کے داخل ہونا چاہئے اور اگر جگہیں مقرر نہ ہوں تو جہاں جگہ خالی ہو بیٹھ جائے کسی سے مزاحمت نہ کرے، استاد کے قرب کو ترجیح دے، البتہ عمر، صلاحیت اور علم وغیرہ میں افضل طالب علم کے مقابلہ میں ایثار اختیار کرنا چاہئے، بیٹھنے میں نظم و ترتیب کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

❷ ...... درس گاہ میں پوری توجہ پڑھائی پر رکھنی چاہئے۔

❸ ...... استاد کے حکم کے مطابق صحیح طور پر بیٹھنا چاہئے۔

❹ ...... استاد کی جگہ کے ساتھ ساتھ اپنی جگہ بھی ہمیشہ صاف رکھیں۔

❺ ...... درس گاہ میں کہیں کچرا نظر آئے تو اٹھالیں مگر پڑھائی کے دوران نہیں۔

❻ ...... درس گاہ میں ہر وقت باوضو رہیں۔

❼ ...... اگر ہو سکے تو درس گاہ میں جانے سے پہلے خوشبو لگالیں۔

❽ ...... درس گاہ میں سنجیدہ رہنے کی کوشش کریں۔

❾ ...... کتابوں اور تپائیوں پر ٹیک نہ لگائیں نہ ہی ان پر کہنیاں رکھیں۔

❿ ...... استاد درس گاہ میں موجود نہ ہوں یا آنے میں تاخیر ہو جائے تو وقت ضائع نہ کریں بل کہ پڑھائی جاری رکھیں۔

⓫ ...... درس گاہ میں سوئیں نہیں اور نہ ہی اونگھیں بل کہ چست ہو کر بیٹھیں۔

⓬ ...... درس گاہ میں لایعنی باتیں نہ کریں۔

⓭ ...... درس گاہ میں اس بات کا خیال رکھیں کہ جس کتاب کا وقت ہو اس کے

علاوہ دوسری کتاب نہ پڑھیں۔

۱۴ ......چھٹی کے وقت درس گاہ سے جاتے ہوئے کتابیں بند کر کے جائیں اگر ایک ہی سیٹ ہو تو کتابیں ساتھ لے جائیں۔

درس کے آداب

۱ ...... درس کے دوران کتاب کو یاد کرنا، اس بھروسہ پر نہ چھوڑنا کہ آگے اور کتابیں آئیں گی ان میں بھی یہی مسائل ہوں گے انہیں یاد کرلوں گا، شاید موقع نہ ملے اور اگر اس کتاب کو یاد رکھے گا اور آگے موقع نہ ملا تو کتاب تو یاد رہے گی اور کام دے گی اور اگر موقع مل گیا تو آگے کی کتابیں بجائے ایک صفحہ کے چار صفحے پڑھے گا اور اس کتاب سے مدد ملے گی۔

۲ ......درس پر نشان رکھے تاکہ جلدی سے کھول لے، ایسا نہ ہو کہ تمام کتاب الٹنا پڑے۔

۳ ...... بے سمجھے رٹا لگا کر نہ سنائے کیوں کہ ایسا یاد کرنا بالکل نہیں ٹھہرتا، سبق خوب سمجھ کر یاد کرنا چاہئے تاکہ دل پر نقش ہو جائے اور ہمیشہ یاد رہے۔

۴ ......سبق دل لگا کر پڑھا جائے گا تو جلدی پڑھ لے گا، ورنہ برسوں میں بھی نہ آوے گا۔

۵ ...... درس کے لئے نظام الاوقات ضرور بنالینا چاہئے اور اس کی پوری پابندی کرنی چاہئے۔

۶ ......اساتذہ فن کی مدد کے بغیر محض کتابوں سے علم وفن حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے۔

۷ ......قلم اور نوٹ بک اپنے ہمراہ ضرور رکھنا چاہئے، اصول، قواعدِ کلیہ، مبادی اور دیگر مفید اور ضروری باتیں نوٹ کرنے کی عادت بنالینا چاہئے۔

علم کو تحریر میں لانا ضبط کے لئے زیادہ موزوں رہتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایتیں اس لئے زیادہ ہیں کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث سن کر لکھ لیا کرتے تھے اور میں لکھتا نہ تھا۔

آج بھی عام طور پر دیکھئے کہ ایک طالب علم کے نوٹس سینکڑوں کے کام آتے ہیں اور تجربہ سے یہ بات ثابت ہے کہ طالب علمی کے زمانے میں تیار کردہ نوٹس تاحیات ایک گنجینۂ انمول اور خزینۂ نایاب ثابت ہوتے ہیں اور تاحیات ان سے کام لیا جاتا ہے۔

۸ ...... دورانِ درس کسی کو اذیت پہنچانا مثلاً کسی طالب علم کی استاد سے آڑ لینا یا کسی کے کہنی مارنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔

۹ ...... درس کے دوران ہر کام اور ہر بات میں اپنی باری کا انتظار کرنا چاہئے سوال کرنے میں، جواب دینے میں، عبارت پڑھنے میں، تحریری کام دکھانے میں۔

۱۰ ......اپنی باری پر استاد کی اجازت کے بعد تعوذ، تسمیہ، حمد وصلوٰۃ اور دعا سے سبق شروع کرنا چاہئے۔

۱۱ ......تعلّم اور استفادہ کے مواقع میں ایثار، بدشوقی اور سستی کا ثبوت ہے، ایثار مادی اشیاء میں ہونا چاہئے، لیکن علمی و اخلاقی اور فضیلت وثواب کے کاموں میں مسابقت کا جذبہ کارفرما ہونا چاہئے۔

۱۲ ...... دورانِ درس جو کچھ نوٹ تیار کئے ہوں استاد سے ان کی تصحیح کرا لینی چاہئے۔

۱۳ ......عبارت پڑھتے اور سنتے وقت الفاظ پر نظر رکھنی چاہئے۔

۱۴ ...... دورانِ درس اگر کوئی بات پوچھنی ہو تو استاد کی تقریر ختم ہوجانے کے بعد پوچھنی چاہئے۔ نیز بلاوجہ استاد سے تقریر کا اعادہ نہ کروانا چاہئے۔

درس سے متعلق حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات

❊ بعض طلباء کی عادت ہوتی ہے کہ محض اپنی ذہانت دکھلانے یا استاد کا امتحان لینے یا محض مشغلہ وتفریح کی غرض سے دور از کار (بے کار) مہمل مہمل سوالات کیا کرتے ہیں ایسے طالب علموں کو کبھی علم نصیب نہیں ہوتا۔

جیسے ایک طالب علم کی حکایت سنی ہے کہ انہوں نے حدیث میں پڑھا کہ طلوعِ شمس کے وقت نماز نہ پڑھو تو آپ کیا فرماتے ہیں "لَا تُصَلُّوْا" بھی عام ہے، اور طلوعِ شمس بھی عام ہے خواہ کسی مقام کا طلوعِ شمس ہو، اور یہ مشاہدہ سے ثابت ہے کہ ہر وقت کہیں نہ کہیں طلوع ہوتا ہی رہتا ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ کسی شخص کو کسی وقت بھی نماز پڑھنا جائز نہ ہو۔

ہر چند کہ اس کو سمجھایا گیا کہ بھائی جہاں کا طلوعِ شمس ہو وہاں کے لوگوں کو اس وقت کے اعتبار سے "لَا تُصَلُّوْا" کا حکم ہے مگر ان بزرگ نے مانا ہی نہیں، یہی فرماتے رہے کہ نہیں صاحب دونوں ہی میں عموم ہے، ان سے کہا گیا کہ بھائی اس سے تو نماز کی فرضیت ہی لغو ہو جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ خواہ کچھ ہو جائے، انصاف یہی ہے۔

کیا یہ سوال پیش کرنے کے قابل ہے؟ اور کیا سچ مچ اس پاگل کو یہ شبہ تھا؟

محض فضول دِق کرنے کے لئے اس نے یہ حرکت کی، اور بجائے اس کے کہ اس کہ زعم کے موافق اس کی ذہانت ظاہر ہوتی اور الٹا اس کا کوڑھ مغز ثابت ہو گیا ایسے طالب علموں کو کبھی علم نصیب نہیں ہوتا، استاد کو کبھی پریشان نہ کرے بل کہ ادب یہ ہے کہ اگر کسی اور سبب سے وہ پریشان ہو تو اس وقت یا تو سبق ملتوی کر دے، یا بجز بہت ضروری بات کے زائد باتیں نہ پوچھے۔[1]

---

[1] اصلاح انقلاب: ص ۲۸۵

❊ ہر کام کا ایک قاعدہ ہوتا ہے اور کام قاعدہ ہی سے اچھا ہوتا ہے پوچھنے کے لئے ہمیشہ الگ جلسہ ہونا چاہئے، بے وقت سوال کرنا بڑی غلطی ہے، جیسے کوئی طبیب راستہ میں چلا جا رہا ہے اور کوئی مریض کہے کہ چلتے چلتے نسخہ ہی لکھتے جاؤ اس حالت میں کیا نسخہ لکھا جائے گا؟

پوچھنے کے لئے الگ حلسہ ہونا چاہئے جس میں یہی کام ہوتا کہ جواب دینے والے کے عام خیالات اسی طرف متوجہ ہوں۔

بعض (طلباء) کھانا کھاتے میں کچھ پوچھا کرتے ہیں تو میں منع کر دیتا ہوں کیوں کہ کھانا کھانے میں خلل ہوتا ہے، کھانا کھانے میں تو تفریح کی باتیں کرنی چاہئیں اس وقت کوئی ایسی بات جس میں سوچنا پڑے نہ کرنی چاہئے، اس سے غذا ہضم ہونے میں بھی فرق پڑتا ہے۔[1]

❊ مجھے ایک مولوی صاحب کی بات بہت پسند آئی وہ دہلی میں رہتے تھے اب انتقال ہوگیا ہے، جب سلّم کتاب پڑھانے بیٹھے تو اپنے شاگردوں سے کہا کہ تحقیق سے پڑھاؤں یا نفس کتاب کے حل کرنے پر اکتفا کروں، شاگردوں نے کہا کہ تحقیق سے پڑھایئے۔

چوں کہ سلّم کی بہت سی شروح موجود ہیں انہوں نے دیکھ بھال کر خوب (لمبی چوڑی تقریر) ہانکی، طالب علم بہت خوش ہوئے، دوسرے روز کہا اب بھی تحقیق سے پڑھاؤں یا سرسری، طالب علموں نے کہا کہ حضرت تحقیق ہی سے پڑھایئے، مولوی صاحب نے کہا کہ ذرا کل کی تحقیق سنا دو کیا یاد کی ہے۔

اب سب الو سے بیٹھے دیکھ رہے ہیں، کسی کو کچھ بھی یاد نہیں تھا، مولوی صاحب نے فرمایا کہ جب یاد نہیں کرتے تو میرا مغز کھانے سے کیا فائدہ؟

بولو اب کیسے پڑھاؤں؟ سب نے کہا نفس مطلب ہی کافی ہے۔ پھر مولوی

---

[1] حسن العزیز: ۴۲/۳

صاحب نے کہا بھائی ہم نے بھی استادوں سے یوں ہی سمجھ کر کتابیں پڑھی تھیں، یہ تقریریں جو تمہارے سامنے کی تھیں یہ خود کتابیں دیکھ کر سمجھ میں آگئیں تم بھی ایسے ہی کتابیں پوری کرلوان شاء اللہ سب کچھ ہو جائے گا۔

حضرت نے فرمایا واقعی انہوں نے بہت خیر خواہی کی جو استادوں کو کرنی چاہئے۔[1]

❊ بعض طالب علم بھی بہت بکھیڑے نکالا کرتے ہیں، استاد کو تنگ کرنا چاہتے ہیں یہ بڑی گستاخی اور بے ادبی ہے، اگر استاد سے غلطی بھی ہو جائے تو اس وقت خاموش ہونا چاہئے۔ دوسرے وقت ادب سے عرض کیا جاسکتا ہے، اور اگر اپنی غلطی ہو تو فوراً رجوع کر لینا چاہئے۔

اب تو طالب علم ایسی حرکت کرتے ہیں کہ جس سے خواہ مخواہ غصہ ہی آجائے اور سچ یہ ہے کہ اب طالب علم ہی کم رہ گئے ہیں، چنانچہ بعض طالب استاد کی تقریر بہت بے پروائی سے سنا کرتے ہیں اور جب مطلب سمجھ میں نہیں آتا تو استاد سے جھگڑتے ہیں، اس کو غصہ کیسے نہ آئے گا۔[2]

❊ بعض طلباء کی عادت ہوتی ہے کہ باوجود استاد کی رائے معلوم ہونے کے پھر بھی اپنی رائے پر اصرار کرتے ہیں کہ ہم تو فلاں کتاب ہی شروع کریں گے یا اتنا ہی سبق پڑھیں گے، یا فلاں ہی شخص سے پڑھیں گے۔

ان امور میں تو طالب علم کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ "هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَايَعْلَمُوْنَ" کہاں تجربہ کار اور کہاں ناتجربہ کار۔[3]

❊ بعض طلباء ایسے حقوق میں کوتاہی کرتے ہیں جن کے سمجھنے میں سلیقہ کی ضرورت

---

[1] فرید المجید: ص ۳۵

[2] دعوات عبدیت،الدین الخالص: ص ۷۵

[3] اصلاح انقلاب: ص ۲۸۵

ہے مثلاً مطالعہ کم دیکھنا، جس سے عبارت پڑھنے میں غلطیاں ہونے سے یا مقام کے کم سمجھنے کے سبب سے فضول سوال کرنے سے استاد کو تنگی اور انقباض و پریشانی ہوتی ہے، تو کیا محسن کا یہی حق ہے کہ اس کو بلاضرورت پریشان کیا جائے اور یہاں بلاضرورت ہی ہے، کیوں کہ مطالعہ کے اہتمام سے یہ سب خلجانات دفع ہوسکتے ہیں۔[1]

❋ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک امیرِ لشکر کو حکم نامہ لکھ کر دیا اور کسی مصلحت سے فرمایا کہ جب تک فلاں مقام پر نہ پہنچ جاؤ اس کو مت پڑھنا، چنانچہ اسی کے موافق عمل کیا۔[2]

اس حدیث سے ایک ادب ثابت ہوا جو طالب علموں پر لازم ہے وہ یہ کہ استاد اگر کسی کتاب کے پڑھنے سے کسی خاص وقت منع کرے، مثلاً اس کے نزدیک شاگرد کی استعداد سے زیادہ ہے، اس مصلحت سے اس وقت پڑھنے سے منع کرتا ہے تو طالب علم کو چاہئے کہ اس پر عمل کرے، جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہر طرح مبارک ہی تھا اور اس کا پڑھنا اور جاننا ہر وقت عبادت تھا، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مصلحت سے ایک وقتِ معین تک اس کے مطالعہ سے منع فرمایا اور ان صحابی نے ویسا ہی کیا۔[3]

❋ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے لقطہ (گری ہوئی چیز) کے بارے میں مسئلہ دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا سر بند اور ظرف پہچان کر مالک تک پہنچادے اس نے کہا کہ گم شدہ اونٹ کا کیا حکم ہے؟ اس سوال پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر غصہ کے آثار نمودار ہوئے حتیٰ کہ

---

[1] اصلاح انقلاب: ص ۲۸٤

[2] بخاری

[3] اصلاح انقلاب: ص ۲۸۰

رخسارِ مبارک سرخ ہوگیا، آپ نے فرمایا تجھے اس سے کیا کام ہے اس کے ساتھ اس کی مشک ہے اور اس کے موزے ہیں، پانی (کے گھاٹ پر) جاکر پانی پیتا ہے اور درختوں سے چارہ کھاتا ہے۔[1]

تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی بے ڈھنگے سوال پر استاد غصہ کرے تو شاگرد کو چاہئے کہ اس کو گوارا کرے، مکدر نہ ہو، جس طرح یہاں ان صحابی نے برا نہیں مانا۔[2]

❁ جب تک استعداد محققانہ نہ ہوجائے اس وقت تک تقلید کرنی چاہئے، اور جب ایسی استعداد ہو جائے تو وہ مبارک ہے، اس وقت جس قسم کے سوالات بھی چاہیں پیش کریں۔

(فرض کرو) ایک شخص کو اسٹیشن جانا ہے اور راستہ کی واقفیت نہیں تو اگر کوئی معمولی آدمی بھی کہے کہ چلو میں اسٹیشن پر پہنچادوں تو بے تأمل اس کے ساتھ ہو لیتے ہیں، کبھی یہ نہیں پوچھتے کہ تمہارے پاس کیا دلیل ہے اس بات پر کہ جس راستے پر تم جارہے ہو وہ اسٹیشن پہنچادے گا؟

کیوں کہ وہ جانتا ہے کہ اس چوں و چرا کا نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ خفا ہوکر مجھے یہیں چھوڑ دے گا اور پھر نہ پہنچ سکوں گا، اسی طرح اگر کسی بڑے اسٹیشن پر یہ معلوم نہ ہو کہ دلی اور لکھنؤ جانے والی گاڑی کون سی ہے تو ایک قلی کے کہنے پر یقین آجاتا ہے اور بغیر کچھ پس و پیش کے اس کو مان لیا جاتا ہے اور اس مفت کے علم کو غنیمت جان کر قلی کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔

غرض جب تک کہ استعداد نہ ہوجائے اس وقت تک تقلید کرنی چاہئے۔[3]

---

[1] بخاری

[2] اصلاح انقلاب: ص ۲۸۰

[3] دعوات عبدیت: ۵۱/۶

❊ جو طالبِ علم تین باتوں پر عمل اور اس کا خیال کرے تو میں اس طالبِ علم کی ذمہ داری قبول کرتا ہوں کہ فارغ ہونے کے بعد بہترین اور لاجواب مدرّس بنے گا اور اگر اس طالبِ علم کو ان تین باتوں کے بعد سبق یاد نہ ہو تو میں ذمہ دار ہوں گا۔

❶ طالب علم آئندہ سبق کا مطالعہ پابندی سے کرے۔

❷ استاد کے سبق کو توجہ سے سنے۔

❸ استاد کے پڑھائے ہوئے سبق کو تین مرتبہ تکرار کرے۔

کتابوں کا ادب

جن کتابوں سے علم حاصل کیا جاتا ہے، ان کا ادب بھی انتہائی ضروری ہے۔

بزرگان دین ارشاد فرماتے ہیں:

جب تم علم حاصل کرو ان تین چیزوں کا خیال رکھو ورنہ علم کی منزل کو نہ پاسکو گے۔

جس استاد سے علم حاصل کرو اس کا ادب کرو۔

جس جگہ علم حاصل کرو اس جگہ کا ادب کرو۔

جس کتاب سے علم حاصل کرو اس کا ادب کرو۔

جس طرح استاد کا ادب واحترام اور ان کی مسند کا ادب ضروری ہے، اسی طرح ان کتابوں کا بھی ادب واحترام لازمی ہے کہ جن سے علم حاصل کیا جائے۔

ہمارے اسلاف کو کتابوں کے ادب کا کس قدر اہتمام تھا چند اقوال و واقعات ملاحظہ کیجئے۔

❊ شیخ الاسلام برہان الدین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ ایک صاحب کتاب کے اوپر دوات رکھنے کے عادی تھے، تو ہمارے شیخ نے فرمایا کہ:

''تم اپنے علم سے ہرگز کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔''

❊ ایک عالم نے اپنے دو طالب علموں کو دو حال میں پایا، ایک تکیہ کا سہارا لئے مطالعہ کر رہا تھا اور دوسرا دوزانوں مستعد بیٹھا کتاب دیکھنے میں مشغول تھا اور کچھ لکھتا بھی جاتا تھا، جوہر شناس استاد نے یہ ماجرا دیکھ کر اوّل کی نسبت فرمایا:

''اِنَّهٗ لَا يَبْلُغُ دَرَجَةَ الْفَضْلِ''

تَرجَمَہ: ''یہ فضیلت کے کسی درجہ کو نہ پہنچے گا۔''

اور دوسرے کی بابت فرمایا:

''سَيَحْصُلُ الْفَضْلَ وَيَكُوْنُ لَهٗ شَانٌ فِي الْعِلْمِ''

تَرجَمَہ: ''یہ عنقریب فضل حاصل کرے گا اور اس کے لئے علم میں ایک بڑی شان ہوگی۔''

❊ حضرت یوسف بن حسین رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ادب سے علم سمجھ میں آتا ہے اور علم سے عمل کی تصحیح ہوتی ہے اور عمل سے حکمت حاصل ہوتی ہے۔

❊ شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ عالم تھا کہ باوجود ریاحی امراض میں مبتلا ہونے کے، بغیر وضو کے کتاب نہ اٹھاتے تھے، ایک بار مطالعہ کے دوران ان کو تقریباً سترہ بار وضو کرنا پڑا۔

مزید فرماتے ہیں کہ ہم کو جو علم حاصل ہوا، اس میں علم کی عظمت کو بڑا دخل ہے میرا یہ حال تھا کہ کبھی کسی کتاب کو بلا وضو نہیں چھوتا تھا۔

❊ مولانا احمد علی سہار نپوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ یہ جو بعض طلباء بائیں ہاتھ میں دینی کتابیں اور دائیں ہاتھ میں جوتے لے کر چلتے ہیں بہت مذموم ہے کیوں کہ خلاف ادب ہے اور صورۃً جوتوں کو فوقیت دینا ہے کتبِ دینیہ پر۔

❊ ایک مرتبہ حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک صاحب سے فرمایا:

"کتاب وہاں رکھ دو۔"

ان صاحب نے وہ کتاب قرآن حکیم کے اوپر رکھ دی، حضرت نے فرمایا:

"نہیں نہیں! ایسا کرو قرآن سب سے اوپر رکھو، اس کے نیچے وہ حدیث کی کتاب رکھو اور پھر یہ کتاب رکھو۔"[1]

❋ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب فرماتے ہیں جب مدینہ منورہ میں حضرت مولانا سیّد بدر عالم صاحب مہاجر مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دورانِ گفتگو ارشاد فرمایا:

دیوبند میں ایک مرتبہ میں لیٹے ہوئے کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا، حضرت علامہ انور شاہ صاحب قدس سرہ میرے (مولانا بدر عالم صاحب کے) کمرہ کے سامنے سے گزرے مجھے دیکھ کر نہایت غصہ کا اظہار کیا اور ناراض ہوئے بس صرف اتنا فرمایا:

"میں نے عمر بھر بغیر تپائی کے کتاب نہیں رکھی۔"

آخری ایامِ مرض میں حضرت شاہ صاحب سامنے رومال بچھا کر کتاب رکھتے تھے۔[2]

کتابوں کے ادب واحترام پر چند ضروری ہدایات ملاحظہ فرمائیں۔

❶ ...... کتابوں پر کچھ تحریر نہ کریں، ہاں ضرورتاً نام لکھ سکتے ہیں۔

❷ ...... دورانِ سبق کتابوں پر ٹیک نہ لگائیں۔

❸ ...... کتابوں کی طرف ہرگز ہرگز پاؤں نہ پھیلائیں۔

❹ ...... کتابوں پر اسٹیکر وغیرہ لگانے سے گریز فرمائیں۔

❺ ...... دائیں ہاتھ سے کتاب بائیں ہاتھ سے چپل اٹھائیں۔

❻ ...... کتابوں کی ترتیب کا خاص خیال رکھیں، مثلاً منطق ونحو اور دیگر کتابوں کو

---

[1] خدام الدین: ۱۷

[2] نصائح عزیزیہ: ص ۹۰

حدیث اصول فقہ، اصول فقہ کے اوپر ان تمام کتابوں کو ترجمہ والے قرآن پر اور یہ تمام کتابیں اور ترجمہ والا قرآن، قرآن پر مت رکھیں۔

۷ ...... کتاب ادب کے ساتھ اُٹھائیں۔

۸ ...... کتاب کسی کو دیں تو پھینک کر نہ دیں، یہ کتاب کی بے ادبی ہے۔

۹ ...... طالب علم کسی کتاب کو بغیر طہارت کے نہ چھوئے۔

۱۰ ...... کتابوں کے اوپر سے پھلانگنا سخت بے ادبی ہے۔

۱۱ ...... اس طرح نہ بیٹھیں کہ آپ اونچی جگہ ہوں اور کتابیں نیچے ہوں۔

۱۲ ...... تفسیر و حدیث یا کوئی بھی دینی کتاب کھول کر فضول باتیں کرنے سے گریز کریں۔

۱۳ ...... کتابوں کو فرش پر رکھنا جب کہ نیچے کوئی چیز نہ ہو بے ادبی ہے۔

طالبِ علم کے لیئے جس طرح یہ ضروری ہے کہ اساتذہ کی تعظیم اور احترام کرے، اسی طرح اُسے چاہیئے کہ دینی کتابوں کی عظمت بھی اس کے دل میں ہو اگر اس موضوع پر مزید دیکھنا ہو تو راقم الحروف کی دوسری کتاب ''مطالعہ کی اہمیت'' میں دیکھا جاسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مجھ نااہل سمیت سب ہی کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

سبق کی پابندی

طالبِ علم کو چاہیئے کہ سبق کا کبھی ناغہ نہ کرے، اس سے بے برکتی ہوتی ہے۔ بسا اوقات اس ناقدری کا نتیجہ علم سے محرومی کا سبب ہو جاتا ہے۔ بزرگانِ دین اپنے سبق کی کیسے پابندی کرتے تھے، اس بارے میں چند سبق آموز واقعات، جس میں

ہم جیسے طالب علموں کے لئے نصیحتیں ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

❶ قفطی کی "اَبْنَاءُ الرُّوَاۃِ عَلٰی اَبْنَاءِ النُّحَاۃِ" میں عبداللہ بن حمود رحمہ اللہ تعالیٰ جو اندلس (اسپین) کو واپس لوٹتے ہوئے ۳۷۲ھ میں دریا میں ڈوب کر شہید ہوئے کے بارے میں آیا ہے۔

ایک دن ابوعلی اندھیرے میں مسجد کی طرف نماز کے لئے جارہے تھے کہ اچانک ان کے جانوروں کے چارہ رکھنے والے کمرے سے یہ (عبداللہ) نکلے، ان کے جانوروں کے چارہ رکھنے کی جگہ گھر سے باہر تھی، عبداللہ نے رات اس میں گزاری تاکہ دوسرے طلبہ سے سبقت لے جاتے ہوئے اُن سے پہلے رات ہی میں سبق کے لئے حاضر ہوجائیں، جب وہ اچانک نکلے تو یہ گھبرا گئے، اور کہا تو کون ہے؟

انہوں نے کہا میں عبداللہ ہوں، ابوعلی نے کہا تم کب تک میرے پیچھے لگے رہوگے، تو جواب دیا کہ زمین کے اوپر میں آپ سے الگ نہیں ہوں گا۔

❷ شیخ ابوعلی نے کہا کہ میرے ساتھ ایک واقعہ پیش آیا تھا جس کے نشان میرے جسم پر قبر تک جائیں گے، پھر فرمایا کہ میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ کی مجلس میں حاضر ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ میں رات کے آخری حصہ میں ان کی مجلس کی طرف گیا تاکہ ان کے قریب بیٹھنے کی جگہ حاصل کرلوں، جب میں اُس پھاٹک پر پہنچا جس سے ان کی مجلس میں داخل ہوتا تھا وہ بند تھا اور اس کا کھولنا میرے لئے دشوار تھا، میں نے کہا سبحان اللہ! میں اتنا جلدی آؤں اور ان کی مجلس میں نہ جاسکوں۔

میں ان کے گھر کے پاس زیرِ زمین سرنگ میں گھس گیا، جب میں اس کے درمیان پہنچا تو وہ مجھ پر تنگ ہوگئی کہ نہ تو مجھ کو نکلنے کی قدرت رہی اور نہ کھڑے ہونے کی، پس میں زور لگاتا ہوا گھستا ہوا چلا گیا، میں نے زبردستی اس کو پار تو کرلیا لیکن میرے کپڑے پھٹ گئے اور میں اس سرنگ کے تنگ ہونے سے نکل گیا اور اسی حالت میں شیخ کی مجلس میں پہنچ گیا۔

انہوں نے فرمایا تو کہاں تھا میں نے پیش آمدہ واقعہ بیان کیا تو انہوں نے یہ اشعار پڑھے۔

دَبَیْتُ لِلْمَجْدِ وَالسَّاعُوْنَ قَدْ بَلَغُوْا
جُهْدَ النُّفُوْسِ وَاَلْقَوْا دُوْنَهُ الْاُزُرَا

ترجمہ: "میں بلند مرتبہ کے حصول کے لئے آہستہ چلا، اور تیزی کرنے والوں نے اپنے آپ کو تھکا دیا اور بلند مقام تک رسائی سے پہلے ہی اپنی قوت ختم کردی۔"

فَابَدُوْا الْمَجْدَ حَتّٰی مَلَّ اَكْثَرُهُمْ
وَعَانَقَ الْمَجْدَ مَنْ اَوْفٰی وَمَنْ صَبَرَ

ترجمہ: "انہوں نے مشقت سے فضیلت اور مقام حاصل کرنا چاہا جبکہ ان کی اکثریت پہلے ہی تھک چکی تھی، مقام اور مرتبہ اس کو حاصل ہوا جس نے پورا کیا اور صبر کیا۔"

لَاتَحْسَبِ الْمَجْدَ تَمْرًا اَنْتَ آكِلُهُ
لَنْ تَبْلُغَ الْمَجْدَ حَتّٰی تَلْعَقَ الصَّبِرَا

ترجمہ: "بلند مقام کوئی کھجور کا دانہ نہیں کہ تم اُسے کھالو، بلند مقام کو اس وقت تک نہیں پہنچ سکتے جب تک تم ایلوا نہ نگلو۔"

۳ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ قاضی القضاۃ، فقیہ، مجتہد، محدث سب ہی کچھ تھے، ان کی امامت اور جلالت شان مسلّم ہے، جن کو اللہ تعالیٰ نے بیک وقت علم و اقتدار سے نوازا تھا ان کی ابتدائی زندگی انتہائی معمولی اور بے بسی کی ہے پھر وہ ان مقامات ہائے فزوں تر تک کیسے پہنچے، اس کی وجہ سبق کی پابندی، انتھک محنت، جدوجہد اور بلند ہمتی ہے۔

ابراہیم بن جراح کہتے ہیں میں نے قاضی ابو یوسف سے خود سنا:

''ہم نے بھی طلبِ علم کیا اور ہمارے ساتھ اتنے لوگوں نے طلبِ علم کیا کہ شمار نہیں کرسکتے مگر علم سے نفع صرف اسی شخص نے حاصل کیا جس کے قلب کو دودھ نے رنگ دیا تھا۔''

مراد ان کی یہ تھی کہ طالب علمی کے وقت امام ابو یوسف کے گھر والے ان کے لئے روٹی دودھ میں ڈال کر رکھ دیا کرتے تھے قاضی ابو یوسف وہی صبح کے وقت کھا کر حلقۂ درس میں پہنچ جاتے اور پھر واپس آکر وہی کھالیتے اور کسی عمدہ کھانے پکانے کا انتظار کرنے میں وقت ضائع نہیں کرتے تھے، جبکہ دوسرے لوگ عمدہ کھانے اور غذائیں تیار کرنے اور کھانے میں مشغول ہوکر سبق کے کچھ حصہ سے محروم رہ جاتے تھے۔[1]

اسی طرح آپ کے حالات میں لکھا ہے کہ حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں ایک مدت تک رہے، مگر اس طویل مدت میں ایک دن بھی ایسا نہیں گزرا کہ وہ فجر کی نماز میں امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ نہ شریک رہے ہوں۔ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فجر کے بعد ہی درس شروع فرما دیتے تھے۔

ایک جگہ خود بیان فرماتے ہیں:

میں برسوں امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ رہا، یہاں تک کہ بیماری، عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دنوں میں بھی ان سے جدا نہیں ہوا، حالاں کہ ان دنوں میں ہر شخص اپنے گھر میں اعزا و اقارب کے ساتھ ہوتا ہے۔ لیکن انہوں نے مجلسِ علم کی شرکت اور اپنے استاد کی معیت اور رفاقت کو سب پر ترجیح دی۔

درس میں حاضری کی پابندی اور شوقِ علم کی اس سے بہتر کوئی مثال نہیں ہوسکتی وہ خود فرماتے ہیں:

''میرے لڑکے کا انتقال ہوگیا لیکن میں نے نہ اس کی تجہیز و تکفین میں حصہ لیا

---

[1] کشکول، حضرت مفتی اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ: ص ۱۴۲

اور نہ تدفین میں، یہ سارا کام اپنے پڑوسیوں اور عزیزوں پر چھوڑ دیا مجھے یہ دھڑکا لگا رہا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مجلسِ درس سے بچھڑ جاؤں اور کوئی سبق قضا ہوجائے اور یہ حسرت رہ جائے کہ فلاں سبق میں حاضر نہ تھا۔''[1]

❹ فقیہ، محدث، مفسر علامہ قاضی محمد بن علی شوکانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی علمی قدر و منزلت سے اہلِ علم واقف اور قدردان ہیں، ان کی تحقیقی تصانیف سے اہلِ علم آج بھی مستفید ہوتے ہیں اور ہوتے رہیں گے، ان کے نقطۂ نظر سے اہلِ علم کا اختلاف اپنی جگہ لیکن بایں ہمہ ان کے کمال کا اعتراف سب کو ہے، اور یہاں صرف یہ دکھانا ہے کہ انہیں کمال کے اس بامِ عروج تک پہنچنے میں کس ہمت اور جدوجہد سے کام لینا پڑا۔

وہ اپنی جلیل القدر کتاب ''اَلْبَدْرُ الطَّالِعُ'' میں اپنے حالات خود لکھتے ہیں اور تواضعاً اپنے آپ کو صیغہ غائب سے ذکر کرتے ہیں:

''رات اور دن میں اس کے تیرہ اسباق ہوتے تھے جن میں سے کچھ تو وہ اپنے مشائخ واساتذہ سے حاصل کرتا اور کچھ اس کے شاگرد اس کے پاس پڑھا کرتے تھے، اس معمول پر ایک مدت تک مداومت رہی پھر اس نے اپنے آپ کو طلبہ کو فائدہ پہنچانے کے لئے فارغ کرلیا، چنانچہ روزانہ مختلف فنون میں دس سے زائد اسباق ہوتے تھے ان اسباق میں تفسیر، حدیث، اصول، نحو، معانی، بیان، منطق، فقہ، مناظرہ اور عروض کے اسباق جمع ہوجاتے تھے۔[2]

یہ بات کہنے میں تو آسان ہے کہ دس اسباق مختلف فنون میں روزانہ ہوتے تھے لیکن عملاً کرنے کے لئے بالخصوص مداومت کے ساتھ۔ اس کے لئے کمر ہمت کو کسنا

---

[1] علمائے احناف کے حیرت انگیز واقعات: صفحہ

[2] قيمة الزمن مترجم: ص۱۰۰

پڑتا ہے، سستی اور کسل مندی کو پسِ پشت ڈالنا پڑتا ہے، اور یقین جانئے دنیا و آخرت کی سر بلندیاں حاصل کرنے کے لئے بلند ہمتی کو اپنا شعار بنائے بغیر چارہ نہیں ہے، یہی قاضی شوکانی رحمہ اللہ تعالیٰ اس محنت و ہمت کے نتیجہ میں یمن کے مفتی اور مرجع الخلائق بنے اور قضا کے منصب پر بھی فائز رہے، اس کے ساتھ قابلِ رشک تصانیف بھی چھوڑیں جن کی تعداد تقریباً ایک سو چودہ بنتی ہے۔

❺ حضرت امام ثعلب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ پچاس برس سے برابر میں ابراہیم حربی کو اپنی مجلس میں حاضر پاتا ہوں، کبھی انہوں نے ناغہ نہیں کیا۔

❻ علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں سبق میں پہنچنے کے لئے اس قدر دوڑا کرتا تھا کہ دوڑنے کی وجہ سے میرا سانس پھولنے لگتا تھا۔

❼ شیخ شرف الدین یحییٰ منیری رحمہ اللہ تعالیٰ کے حالات میں ہے کہ اپنے وطن سے سفر کر کے پڑھنے کے لئے گئے تو زمانہ طالبِ علمی میں جو خطوط پہنچتے تھے، ان کو آپ تھیلے میں ڈالتے جاتے تھے اور اس خیال سے نہ پڑھتے تھے کہ طبیعت میں انتشار اور تشویش پیدا ہوگی اور حصولِ مقصد میں خلل واقع ہوگا (یعنی سبق میں یکسوئی باقی نہ رہ سکے گی)۔[1]

❽ حضرت یحییٰ رحمہ اللہ تعالیٰ مدینہ منورہ میں حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے پڑھا کرتے تھے، ایک روز شور ہوا کہ ہاتھی آیا ہے۔ عرب میں ہاتھی عجوبہ چیز ہے۔ اس آواز کو سنتے ہی طلبہ درس چھوڑ کر بھاگ گئے۔ مگر یحییٰ اسی طرح اطمینان سے بیٹھے رہے۔ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تمہارے یہاں تو ہاتھی نہیں ہوتا، تم کیوں نہیں گئے؟

یحییٰ نے جواب دیا۔ حضرت! اندلس سے میں آپ کو دیکھنے اور علم سیکھنے آیا ہوں، ہاتھی دیکھنے کے واسطے نہیں آیا۔

---

[1] تاریخ دعوت و عزیمت

حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ یہ جواب سن کر خوش ہوئے اور ان کو عاقل اہلِ اندلس کا لقب دیا۔

۹ حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن رحمہ اللہ تعالیٰ کو اتنا انہماک تھا کہ زمانۂ طالبِ علمی میں اگر کوئی ہم عمر یا عزیز دہلی ملاقات کے لئے جاتا تو اس سے السلام علیکم یا سرسری ملاقات کے بعد صاف طور پر فرما دیتے کہ اس سے زیادہ فرصت نہیں، جب اللہ تعالیٰ بامراد ملائے گا اس وقت ملیں گے۔[1]

۱۰ حضرت شاہ محمد اسحٰق صاحب محدثِ دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی مجلسِ درس میں دورۂ حدیث ظہر کی نماز کے بعد ہوا کرتا تھا، حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ بھی اس میں شریک ہوتے تھے، ایک روز زور دار بارش ہونے لگی، جو طلبہ اس وقت حاضر تھے انہوں نے حضرت شاہ صاحب سے عرض کیا:

''قاری عبدالرحمٰن کی قیام گاہ دور ہے اور بارش تھمتی نظر نہیں آتی، غالباً وہ نہ آسکیں گے، حضرت سبق شروع کرادیں۔''

شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''ابھی ٹھہرو! وہ ضرور آئیں گے۔''

ابھی یہ الفاظ آپ نے کہے ہی تھے کہ قاری صاحب پائنچے چڑھائے اور کتاب ایک گھڑے میں حفاظت سے بند کئے مقررہ وقت پر پہنچ گئے۔

شاہ صاحب نے انہیں دیکھتے ہی خوش ہوکر فرمایا:

''لو! دیکھو میں نے کیا کہا تھا؟ قاری صاحب آگئے۔ اس کے بعد فرمایا کہ تم قاری صاحب کو نہیں سمجھتے، الفاظِ حدیث کے میں ان کو پڑھاتا ہوں اور حدیث کی روح خود ان سے حاصل کرتا ہوں۔ آؤ اب سبق پڑھو۔''[2]

---

[1] سات ستارے: صفحہ ۲۵ [2] سات ستارے: صفحہ ۲۵

⓫ حضرت مولانا سراج احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ دارالعلوم دیوبند میں درسِ حدیث دیا کرتے تھے، ایک دن درس کے درمیاں کوئی جنازہ آگیا، مولانا نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو بہت سے طلبہ وضو کے لئے چلے گئے، نمازِ جنازہ سے واپس آکر لوگوں نے دیکھا کہ مولانا رو رہے ہیں، کسی نے سبب پوچھا تو فرمایا:

"ہم نے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حدیث وتفسیر کا سبق بلاوضو کبھی نہیں پڑھا، آج کے طلبہ بلاوضو یہ اسباق پڑھتے ہیں۔"[1]

⓬ حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے طالب علمی کا واقعہ کچھ اس طرح بیان فرماتے ہیں:

"جس زمانے میں ہم مدرسہ مظاہرِ علوم سہارنپور میں پڑھتے تھے، اس وقت وہاں مطبخ نہ تھا، طلبہ خود اپنے کھانے کا بندوبست کرتے تھے، ہماری کوشش یہ ہوتی تھی کہ کھانا پکانے کی وجہ سے کوئی سبق ناغہ نہ ہو، اس لئے ہم اکثر یہ کرتے کہ اگر کوئی گھنٹہ خالی ہوتا یا کوئی سبق گھنٹہ ختم ہونے سے کچھ دیر پہلے ختم ہوجاتا تو جلدی سے کمرے میں آکر انگیٹھی پر کھچڑی چڑھا جاتے اور دوسرے سبق میں چلے جاتے، جب سبق ختم ہوجاتا تو پھر کمرے میں آتے، کھچڑی کو انگیٹھی پر سے اتارتے اور جیسی بھی ہوتی کھالیتے، کبھی کچی ہوتی، کبھی جل جاتی اور کبھی بہت زیادہ پچ پچی (بہت زیادہ نرم) ہوجاتی بہرحال جیسی کیسی ہوتی کھالیتے مگر سبق ضائع نہ کرتے۔"[2]

مطالعہ کی اہمیت

مطالعۂ کتاب ہی کے ذریعہ طالبِ علم اپنی اندرونی صلاحیتوں اور علم وحکمت

---

[1] ماہنامہ البلاغ صفحہ ۵۷ شوال ۱۳۹۱ھ

[2] تذکرہ مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ ص ۳۴

کے ان نوادرات کو اُجاگر کرسکتا ہے، جن کو قدرت کے ہاتھوں نے آپ کے قلب و دماغ میں محفوظ کیا ہوا ہے۔

جس طرح ایک دریا اور سمندر میں غوطہ زن اس کی گہرائیوں میں پہنچ کر قیمتی اور نایاب گوہر حاصل کرتا ہے، اسی طرح بحرِ علم وحکمت کا غواص جب اس میں غوطہ زن ہوتا ہے تو یہ شخص بے شمار علمی نکات اور معلومات کو اپنے دامن میں بھر لیتا ہے اس کو ''مطالعہ'' یا ''کتب بینی'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

ہمارے اسلاف اور گزشتہ زمانوں کے اہلِ علم حضرات اسی ''ذوقِ مطالعہ'' سے آسمانِ علم تک پہنچے۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دورہ حدیث ہی کے سال میں اس بات کی تاکید فرمائی تھی کہ فارغ التحصیل ہوجانے کو کبھی منتہائے مقصود نہ سمجھنا فراغت کا حاصل صرف اتنا ہے کہ اس کے بعد انسان میں قوتِ مطالعہ پیدا ہوجاتی ہے اور علم کا دروازہ کھل جاتا ہے، اب یہ فارغ ہونے والے کا کام ہے کہ وہ علم کی چند کلیوں پر قناعت کرنے کے بجائے اس دروازہ میں داخل ہو اور اس قوتِ مطالعہ کو کام میں لاکر علم میں وسعت و گہرائی پیدا کرے۔''

اسی طرح حضرت مولانا قاری فتح محمد صاحب نے فرمایا:

''طالبِ علم سبق کو بغیر مطالعہ نہ پڑھے، کیوں کہ سبق بغیر مطالعہ پڑھنے سے پڑھتے وقت جب استاد کچھ تقریر کرتا ہے تو سمجھ میں نہیں آتی، اگر سمجھ بھی لے تو جلدی یاد نہیں ہوتی، اگر یاد بھی ہوجاتی ہے تو ٹھہرتی نہیں۔ اگر سبق کو مطالعہ کر کے پڑھے گا تو ان تمام آفتوں سے محفوظ رہے گا۔''

علمی کمالات کی اصل یہی ''مطالعہ'' ہے اور اسلاف کی سیرت میں یہ چیز نمایاں نظر آتی ہے، یہ ایسا ذوق ہے جس کو ہر کامیاب طالبِ علم اپنی زندگی کا نصب العین

بناتا ہے۔

اب مطالعہ کے ذوق اور شوق پر اکابر کے واقعات ملاحظہ فرمائیں۔

❶ حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہم سبق ایک نوجوان کہتے ہیں:

''میں نے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کو دیکھا کہ وہ رات کو چراغ جلاتے کتاب کھول کر دیکھتے اور اس کے بعد چراغ بجھا کر پھر لیٹ جاتے پھر تھوڑی دیر بعد اٹھ بیٹھتے اور چراغ جلاتے، میں نے ایک مرتبہ گنا کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک رات میں سترہ مرتبہ اٹھ کر چراغ جلایا اور کتاب کا مطالعہ کیا۔''

حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے گھر میں ایک مرغ تھا جو وقت بے وقت بانگ دے دیا کرتا تھا، ایک روز آپ نے اسے ذبح کروادیا اور ارشاد فرمایا:

''یہ مرغا میرے لئے ناحق علم و مطالعہ کے شغل میں حارج بنا ہوا ہے۔''[1]

سبحان اللہ! جنہیں کتب بینی اور مطالعہ اور فکر و تدبر کا نشہ ہو تو وہ کب اس میں خلل برداشت کر سکتے ہیں کہ یہ نشہ تو دائمی، فطری اور ہر لحاظ سے پاکیزہ نشہ ہے۔

❷ حضرت حکیم ابونصر فارابی رحمہ اللہ تعالیٰ زمانۂ طالب علمی میں رات کو راستہ میں سپاہیوں کی قندیلوں تلے کھڑے ہو کر کتاب کا مطالعہ کرتے تھے۔

❸ حضرت امام زہری رحمہ اللہ تعالیٰ کا مطالعہ کے وقت یہ عالم تھا کہ اِدھر اُدھر کتابیں ہوتیں اور ان کے مطالعہ میں ایسے مصروف ہوتے کہ دنیا و مافیہا کی خبر نہ رہتی، ایک مرتبہ حضرت امام زہری رحمہ اللہ تعالیٰ کی بیوی۔ نے کہا:

''وَاللّٰهِ لَهٰذِهِ الْكُتُبُ اَشَدُّ عَلَيَّ مِنْ ثَلٰثِ ضَرَائِرَ''

تَرجَمَہ: ''اللہ کی قسم! یہ کتابیں مجھ پر تین سوکنوں سے زیادہ بھاری ہیں۔''

---

[1] حدائق الحنفیہ: ص ۳۵

۴ قاضی عیاض کی "تَرْتِیبُ الْمَدَارِك" میں امام عبدالملک رحمہ اللہ (ولادت ۱۷۴ھ وفات ۲۳۸ھ) کی سوانح میں آیا ہے:

ان کے شاگرد ابوعمر یوسف بن یحییٰ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن عبدالملک بن حبیب سے کچھ حاصل کرنے کے لئے اندھیرے میں ان کے پاس گیا، میں نے حاضر ہونے کی اجازت طلب کی تو انہوں نے اجازت دے دی، جب میں داخل ہوا تو وہ اپنی مجلس میں کتابیں دیکھ رہے تھے جو انہوں نے اپنے اردگرد جمع کر رکھی تھیں وہ ان پر نظر کر رہے تھے، شمع سامنے جل رہی تھی اور ان کے سر پر لمبی ٹوپی تھی۔

میں نے سلام کیا، انہوں نے جواب دیا اور فرمایا یوسف کیا رات نکل چکی ہے میں نے کہا: ہاں! اور ہم تو نماز پڑھ چکے ہیں۔ وہ صبح کی نماز کے لئے کھڑے ہوگئے نماز پڑھ کر پھر اپنی جگہ پر آکر بیٹھ گئے اور پھر فرمایا: یوسف میں نے صبح کی نماز ہمیشہ عشاء کے وضو سے پڑھی ہے۔

۵ حضرت خطیب بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ راہ چلتے بھی مطالعہ کرتے تھے تاکہ آنے جانے کا وقت ضائع نہ ہو۔[1]

۶ حضرت ابوالوفاء بن عقیل رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"میں کھانے کے وقت کو مختصر کرنے کی بہت کوشش کرتا ہوں، اکثر روٹی کے بجائے چورہ پانی میں بھگو کر استعمال کرتا ہوں، کیوں کہ روٹی اور چورہ کے استعمال میں کافی تفاوت ہے روٹی کھانے میں کافی وقت لگ جاتا ہے جب کہ چورہ کے استعمال سے مطالعہ وغیرہ کے لئے نسبتاً کافی وقت بچ جاتا ہے۔"

۷ حضرت فتح بن خاقان رحمہ اللہ تعالیٰ مطالعہ کے لئے کوئی نہ کوئی کتاب ہمیشہ ساتھ رکھتے تھے جب کسی ضرورت سے خلیفہ متوکل کی مجلس سے اٹھتے تو راستہ چلتے

[1] تذكرة الحفاظ: ۱۱٤/۳

ہوئے مطالعہ شروع کرتے، تاکہ آمد و رفت کا یہ وقت ضائع نہ ہو، اسی طرح جب خلیفہ متوکل مجلس سے اٹھتے تو فتح بن خاقان فوراً کتاب نکال کر مصروف مطالعہ ہوجاتے۔[1]

❽ علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنا حال بیان فرماتے ہیں:

''میں اپنا حال عرض کرتا ہوں، میری طبیعت کتابوں کے مطالعہ سے کسی طرح سیر نہیں ہوتی، جب کوئی نئی کتاب پر نظر پڑ جاتی تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی خزانہ ہاتھ لگ گیا، اگر میں کہوں کہ میں نے طالب علمی میں بیس ہزار کتابوں کا مطالعہ کیا ہے تو کچھ بعید نہ ہوگا، مجھے ان کتابوں کے مطالعہ سے سلف کے حالات و اخلاق، ان کی عالی ہمتی، قوتِ حافظہ ذوقِ عبادت، اور علومِ نادرہ کا ایسا اندازہ ہوا جو ان کتابوں کے بغیر نہیں ہوسکتا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مجھے اپنے زمانے کے لوگوں کی سطح پست معلوم ہونے لگی اور اس وقت کے طلبۂ علم کی کم ہمتی منکشف ہوگئی۔''[2]

❾ حضرت امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کا تعلیم کے زمانہ میں محنت اور جدوجہد کا یہ عالم تھا کہ کہتے تھے کہ دو سال تک پہلو کے بل زمین پر نہیں سویا۔ بیٹھے بیٹھے ہی کچھ آرام کرلیتا اور پھر مطالعہ میں مشغول ہوجاتا۔ آپ زندگی کے مستعار لمحات کو تول تول کر خرچ کرتے، آتے جاتے بھی وقت بچاتے اور راہ چلتے مطالعہ کرتے۔[3]

حضرت امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ دن رات میں صرف ایک بار کھانا کھاتے پھل نہیں کھاتے تھے اور فرماتے تھے کہ ''مجھے خوف رہتا ہے کہ پھلوں کے کھانے سے جسم میں رطوبت پیدا ہوجائے گی اور پھر نیند کا غلبہ علم اور مطالعہ میں مخل ہوگا۔''[4]

❿ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ ایک مرتبہ بیمار ہوگئے، طبیب نے کہا:

---

[1] فهرست ابن نديم: ص ١٣٠ [2] صيد الخاطر: ٦/٣، ٧

[3] قيمة الزمن: ص ٧٣ [4] تذكره الحفاظ: ١٤٧٢/٤

''مطالعہ نہ کریں اس سے صحت پر برا اثر پڑے گا۔''

فرانے لگے:

''صحت پر اثر پڑے گا لیکن اچھا آپ ہی بتادیں کہ جس کام میں طبیب کو راحت محسوس ہو کیا اس میں مشغول رہنے سے مرض میں افاقہ نہیں ہوتا؟''

طبیب نے کہا:

''ضرور ہوتا ہے۔''

فرمانے لگے:

''تو میرا جی علم و مطالعہ ہی میں مسرت و راحت محسوس کرتا ہے۔''

طبیب بولے:

''بھائی! یہ مرض پھر ہمارے دائرہ علاج سے باہر ہے۔''[1]

⓫ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ کو مطالعہ کا بہت شوق تھا، اور یہ شوق زمانہ طالب علمی ہی سے تھا، چنانچہ اس دور میں علاوہ کتبِ درسیہ کے ساڑھے تین سو خارجی کتابوں کا مطالعہ کیا۔

آپ کا علمی مقام اس قدر بلند ہوا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی آپ کو بیہقیٔ وقت فرماتے تھے۔

⓬ حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں:

''شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کے کتب خانہ میں پندرہ ہزار کتابیں تھیں، شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان سب کا مطالعہ کیا تھا۔''

⓭ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ رات کی تاریکیوں میں بھی مطالعہ کرتے رہتے، کئی بار ایسا بھی ہوا کہ دوران مطالعہ سامنے جلتے ہوئے چراغ

---

[1] قيمة الزمن: ص ۷۸

سے آپ کا عمامہ جل گیا، لیکن آپ کو اس وقت اندازہ ہوتا جب آگ عمامہ کو جلاتے جلاتے سر کے بالوں تک پہنچ جاتی۔[۱]

حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں کہ بارہا چراغ کی آگ سے میری دستار اور بالوں میں آگ لگ گئی اور مجھے اس کی خبر نہ ہوئی، اور بسا اوقات یوں بھی ہوا کہ مطالعہ کے اثناء میں نیند کے غلبہ سے سر کے بال اور عمامہ جلتے چراغ میں جل جاتے۔[۲]

⓮ محدث العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"میں نے اپنے زمانہ طالب علمی میں بیس روز میں فتح الباری کی تیرہ جلدیں مکمل دیکھ ڈالی تھیں۔"[۳]

چنانچہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطالعہ کے بارے میں آپ کے معروف شاگرد محدث کبیر حضرت علامہ مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ "نفحة العنبر" میں لکھتے ہیں:

"عام طور پر اکثر علماء اسی وقت کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں جب کسی خاص مسئلہ میں متعلقہ کتابوں کی طرف مراجعت کی ضرورت پڑ جائے، تاہم شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ کار اس سے یکسر مختلف تھا، مطالعہ کے بارے میں ان کا اصول یہ تھا کہ جب کوئی کتاب ان کے ہاتھ لگ جاتی، چاہے وہ کتاب مخطوطہ کی شکل میں ہو یا مطبوعہ، سقیم ہو یا سلیم، کسی بھی علمی موضوع سے متعلق ہو، آپ وہ اٹھاتے اور اول تا آخر پوری کی پوری پڑھتے۔

آپ کی زندگی کی جانے کتنی ہی راتیں ایسی گزریں کہ ان میں پہلو بستر سے

---

[۱] نزهة الخواطر: ۵/۲۰

[۲] سوانح شیخ عبدالحق محدث دهلوی رحمه الله تعالیٰ

[۳] نقش دوام: ص ۱۱۴

جدا رہا، راہ علم کا سامانِ سفر اسی وقت بنتا ہے، جب منزلِ مطالعہ کی سختیاں برداشت کی جائیں اور یہ سختیاں اسی وقت سہی جاسکتی ہیں جب طلب علم کا درد نصیب ہو، یہ زادِراہ جب علم کے راہی کو ملتا ہے تو وہ پکار اٹھتا ہے:

''سینے سے لگالو دیوانو! یہ درد بمشکل ملتا ہے۔''

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''میں نے بخاری شریف کا مطالعہ بارہ دفعہ کیا ہے۔''

مطالعہ بڑی تیز رفتاری کے ساتھ فرماتے، چنانچہ ابن ہمام کی ''شرح فتح القدیر'' جو آٹھ جلدوں اور ہزارہا صفحات میں پھیلی ہوئی ہے، اس کا مطالعہ کل بیس روز میں آپ نے فرمایا، مطالعہ کے دوران تلخیص بھی جاری تھیں، اسی طرح مسند احمد کا دوسو صفحے روزانہ کے اوسط سے مطالعہ کیا۔[1]

زمانہ طالب علمی میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ بستر پر لیٹ کر کبھی بھی نہیں سوتے تھے، کتاب کا مطالعہ کرتے ہوئے جب نیند آتی تھی، بیٹھے بیٹھے سو لیتے تھے، اور جب غنودگی ختم ہوجاتی تو پھر مطالعہ میں مشغول ہوجاتے۔

ع آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

حضرت شیخ بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۱۳۲۱ھ میں ''فتح القدیر'' کا مطالعہ فرمایا اور پھر ۱۳۴۷ھ میں درس بخاری شریف میں تحدیث بالنعمۃ کے طور پر طلباء کے سامنے فرمایا: ''چھبیس سال ہوگئے ''فتح القدیر'' کا مطالعہ کیا تھا، اس کے بعد مراجعت کی ضرورت پیش نہ آئی، جو کچھ بیان کروں گا اگر مراجعت کروگے تو تفاوت کم پاؤ گے۔''

---

[1] نقش دوام

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فارغ التحصیل طلباء کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے تھے:

''گھر جا کر مطالعہ کتب ضرور کرتے رہنا، کیوں کہ علم کسب و محنت ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ آدمی کو پہلے ہی سے کتاب دیکھنے کا قصد کر لینا چاہیے، ورنہ علم نہ پڑھے، ھدایہ، بخاری شریف وغیرہ پر نظر رکھے اور علماء عارفین کی کتابیں بھی دیکھے، بہت سی جگہ احادیث کی حقیقت کو انہوں نے محدثین سے بھی زیادہ اچھا سمجھا ہے مثلاً احادیث متعلقہ احوال بعد الموت، لیکن جو عارف شریعت سے ناوقف ہو اس کی کتاب دیکھنا مضر ہوگا، سنا ہے کہ پہلے لمحات اور اس کی شرح جو عارف جامی کی ہے دہلی کے علماء کو پڑھائی جاتی تھی، میں کہتا ہوں کہ حجة الله البالغة اور الطاف قدس بھی مطالعہ میں رکھنا۔''[1]

⓯ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کے علمی انہماک اور مطالعہ میں محنت کے متعلق لکھا ہے:

''دن رات کھانے، سونے کے سات آٹھ گھنٹوں کے علاوہ باقی تمام وقت ایسی حالت میں گزارتے کہ کتاب آنکھوں کے سامنے ہوتی مطالعہ میں آپ اس طرح محو رہتے کہ پاس رکھا ہوا کھانا اگر کوئی اٹھا کر لے جاتا تو آپ کو خبر تک نہ ہوتی، بسا اوقات کتاب دیکھتے دیکھتے سو جاتے اور رات کا کھانا یاد نہیں رہتا تھا۔''[2]

⓰ حضرت مولانا اعزاز علی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو کتب بینی اور مطالعہ سے اتنا شغف تھا کہ بیماری کی حالت میں بھی سرہانے کتابیں رکھی رہتیں۔ فرماتے تھے کہ

---

[1] نطق انور: ص ۱۶۸

[2] تذکرۃ الرشید

میری بیماری کا علاج ہی مطالعہ وکتب بینی ہے۔

⑰ حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مطالعہ اور علمی انہماک بڑا مشہور ہے۔ طالب علمی میں قلب کے دورے کی شکایت ہوگئی، اکثر بے ہوش ہوجاتے، جوں ہی ہوش آتا تو دوبارہ مطالعہ میں مشغول ہوجاتے، آپ کے بارے میں حضرت مولانا انظر شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

''آپ کی صورت میں بھولاپن، سیرت میں معصومیت، اداؤں میں ربودگی، گفتگو میں علم وتحقیق، مطالعہ کے اس قدر شوقین کے ہر وقت دارالعلوم کے کتب خانے پر مسلط رہتے تھے۔''[1]

⑱ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں:

''اس ناکارہ کا معمول......۱۳۳۵ھ سے ایک وقت کھانے کا ہوگیا تھا کہ رات کے کھانے میں مطالعہ کا بھی حرج ہوتا، نیند بھی جلد آتی تھی پانی بھی زیادہ پیا جاتا تھا، ابتداءً میری ایک چھوٹی بہن کھانا لے کر اوپر میری کوٹھڑی میں پہنچ جاتی تھی اور لقمہ بنا کر میرے منہ میں دیتی رہتی اور دیکھتی رہتی کہ جب منہ بند ہوجاتا تو دوسرا لقمہ دے دیا کرتی تھی، اس ناکارہ کو التفات بھی نہ ہوتا تھا کہ کیا کھلایا، ایک دو سال بعد اس کو بھی بند کردیا، اس زمانہ میں بھوک تو خوب لگتی مگر حرج کا اثر بھوک پر غالب تھا۔''[2]

⑲ حضرت مولانا شاہ محمد اسعد اللہ صاحب دامت برکاتہم کے یہاں فرزند تولد ہوا حضرت نے فرمایا:

---

[1] نقش دوام: ص ٦٥

[2] آپ بیتی: جلد ۵ صفحہ ۱۰۸

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب دامت برکاتہم کو اطلاع کردو کہ اگر تکلیف نہ ہو تو حضرت تشریف لا کر دعا کر دیں، اور کان میں اذان کہہ دیں احقر (راوی) نے عرض کیا رات کا وقت ہے دو بج رہے ہیں اس وقت حضرت آرام فرمارہے ہوں گے، فرمایا نہیں ابھی مطالعہ کر رہے ہوں گے، احقر حاضر ہوا تو واقعی حضرت شیخ مطالعہ فرمارہے تھے، اسی وقت تشریف لائے۔

۲۰ حضرت علامہ محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ معارف السنن کی تصنیف میں اپنی محنت اور تلاش وجستجو کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''میں نے اپنی قوت و طاقت، تخریج اور ماخذ کے مطلع ہونے پر پوری طرح صرف کی، ورق گردانی، متوقع اور غیر متوقع مقامات سے مسئلہ نکالنے میں کبھی کوتاہی نہیں کی، کبھی میں ایک مسئلہ کی تلاش میں گھڑیاں ہی نہیں بل کہ کئی کئی راتیں اور دن گزارتا اور اس کے لئے ایک کتاب کی کئی مجلدات پڑھتا (یعنی مطالعہ کرتا) جب مجھے اپنی متاعِ گم شدہ مل جاتی تو میری خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہتا۔''

لہٰذا میں کتاب سیبویہ، رضی شرح کافیہ، دلائل الاعجاز، اسرار البلاغة، عروس الافراح، کشف الاسرار دیکھنے پر مجبور تھا، جس طرح شروح حدیث کی اہم کتابیں فتح الباری، عمدة القاری اور مذاہب فقہ میں شرح مہذب، مغنی لابن قدامہ اور رجال میں کتب رجال دیکھنے پر مجبور تھا۔''

بل کہ حضرت شیخ بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

> ''معارف السنن کی تصنیف کے سلسلے میں مجھے مختلف کتابوں کے تقریباً دو لاکھ صفحات پڑھنے اور مطالعہ کرنے کا موقع ملا، ایک مرتبہ فرمایا کہ ڈابھیل کے قیام میں ایسا بھی ہوا کہ ایک ایک بات کی تحقیق کے لئے میں نے پانچ پانچ سو، ہزار ہزار، دو دو ہزار صفحات کا مطالعہ کیا۔''

ایک مقام پر حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''جب میں ہدایہ پڑھتا تھا تو فتح القدیر، البحرالرّائق اور بدائع الصنائع، ان تینوں کتابوں کا دوسبق کے قریب مطالعہ کیا کرتا تھا۔ اور میرا مطالعہ ہمیشہ استاد کے سبق سے آگے رہتا تھا۔ پھر مشکوٰۃ شریف کے سال ''بدایة المجتهد'' اور ''حجة الله البالغة'' کا مطالعہ کرتا تھا اور ڈابھیل میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت نصیب ہوئی اور حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس مذاہب اربعہ کی کتابیں تھیں چنانچہ میں کتاب الام فقہ شافعی، المُغنی فقہ حنبلی اور المجموع شرح مہذب وغیرہ کا مطالعہ کرتا تھا، اس سے مجھے شوق پیدا ہوا اور میں نے مذاہب اربعہ کی اکثر کتب متداولہ کا مطالعہ کیا، الحمدللہ، ثم الحمدللہ۔ یہ تمہارے (مخاطب دورۂ حدیث کے طلبہ ہیں) اندر مطالعہ کا شوق پیدا کرنے کے لئے سنا رہا ہوں[1]''

(۲۱) حکیم الامت نور اللہ مرقدہ کے ایک وعظ میں ہے کہ دہلی میں ایک طالب علم نے جو بہت غریب تھے اور مطالعہ کے لئے تیل نہ ہونے کی وجہ سے پریشان تھے ایک دوکاندار سے کہا کہ میں تمہاری دوکان کا رات کو پہرہ دیا کروں گا میرے لئے رات بھر کے تیل کا انتظام کردیا جائے، دوکاندار خوش ہوا کہ اتنی کم اجرت پر آدمی مجھے مل گیا اور یہ طالب علم خوش ہوئے کہ میرے مطالعہ کا انتظام ہوگیا۔

ایک رات یہ مطالعہ کر رہے تھے کہ بادشاہ کی سواری بہت بڑے لشکر کے ساتھ مع باجے گاجے کے اس طرف سے گزری جس کے دیکھنے کے لئے ایک جم غفیر شہر اور اطراف سے جمع ہوا تھا، سواری گزر جانے کے بعد کچھ لوگ جو دور سے یہ جشن دیکھنے کے لئے آئے تھے، انہوں نے اس طالب علم کے پاس آکر دریافت کیا کہ بادشاہ کی سواری گزر گئی؟ طالب علم نے جواب دیا مجھے نہیں معلوم ایک شور ضرور تھا۔

(۲۲) حضرت مفتی سعید احمد صاحب صدر مفتی مظاہر علوم نے فرمایا کہ جلالین

---

[1] ارشادات اکابر: ص ۲۲ ملفوظ نمبر ۲۷

شریف میں بیس مرتبہ سے زیادہ پڑھا چکا ہوں لیکن بغیر مطالعہ کے اب بھی نہیں پڑھاتا اور ہر بار مطالعہ میں ایک نیا لطف محسوس کرتا ہوں۔

طالب علمی ہی کے زمانہ میں اگر شوق پیدا ہوگیا تو آخر عمر تک رہتا ہے اور اگر اس زمانہ میں بدذوقی رہی اور کتابوں سے مناسبت پیدا نہیں ہوئی تو پھر بعد میں بہت مشکل ہے بل کہ مدارس کی زندگی اور تعلیمی لائن اختیار کرنا بھی شاید ہی پسند کرے، یہی وجہ ہے کہ آج کل تعداد تو بہت ہے لیکن مدرّس نہیں ملتے، اس کی بڑی وجہ یہی علمی بدذوقی ہے ورنہ ممکن نہیں کہ دس بارہ سال ایک مشغلہ میں رہ کر اپنے لئے کچھ اور تجویز کرے۔

حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ مطالعہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

❊ ......طلبہ کے لئے محض کتب بینی کافی نہیں بل کہ فکر کے ساتھ مطالعہ کی سخت ضرورت ہے اور فکر و مطالعہ اختلاط کے ساتھ نہیں ہوسکتا، اس لئے یکسوئی اور تنہائی کی ضرورت ہے، جو لوگ ہر وقت اختلاط میں رہتے اور باتیں ہی بناتے رہتے ہیں، ان کا قلب (انوار سے) خالی ہوجاتا ہے اور قلب کا خالی ہوجانا بہت ہی برا ہے۔[1]

❊ ......مطالعہ کی برکت سے استعداد اور فہم پیدا ہوتا ہے، اور اس کی ایسی مثال ہے جیسے کپڑا رنگنے کے لئے اول اس کو دھویا جاتا ہے۔ پھر رنگ کے مٹکے میں ڈالا جاتا ہے اور اگر پہلے دھویا نہ جائے تو کپڑے پر داغ پڑ جاتے ہیں۔[2]

یہ ایک حقیقت ہے کہ علم نصیب ہی مطالعہ سے ہوتا ہے، یہ ایک خام خیال ہے کہ عالم ہو اور مطالعہ نہ ہو۔ مطالعہ کا مقصد انسان کے اندر حوصلہ و ہمت کا بیج بونا اور خاکستر میں دبی ہوئی چنگاریوں کو فروزاں کرنا ہے۔ اور مطالعہ علمی ترقی میں معاون ثابت ہوتا ہے۔

---

[1] التبلیغ ص ۱۲۲

[2] مقالات ص ۹۷

تکرار اور مذاکرہ

تحفیظِ علم کے لئے تکرار اور مذاکرہ نہایت ضروری ہے، کیوں کہ علم میں پختگی اسی سے حاصل ہوتی ہے، عربی کا مشہور مقولہ ہے۔

"اَلسَّبَقُ حَرْفٌ وَالتَّکْرَارُ اَلْفٌ."

تَرجَمہ: "سبق ایک حرف کی مقدار ہو اور تکرار ہزار مرتبہ۔"

کیوں کہ سبق کی نسبت تکرار اور غور وخوض جتنا زیادہ ہوگا تو فہم وادراک بھی اتنا ہی زیادہ ہوگا، علم میں ملکہ اور پختگی حاصل کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ طالب علم مسائل علمیہ اور مختلف مضامین میں آپس میں تکرار کریں۔

تکرار کرنے کا طریقہ

تَعْلِیْمُ الْمُتَعَلِّمْ میں ہے کہ طالب علم کے لئے یہ بات بھی ضروری ہے کہ جب تک گزشتہ سبق کا تکرار نہ کرے اور اچھی طرح یاد نہ کرلے ہرگز دوسرا سبق نہ پڑھے۔ اسباق کا تکرار طالب کے لئے بہت ضروری ہے اور یہ عمل طلبہ کے لئے حد سے زیادہ نافع ہے۔

صاحب تعلیم المتعلم ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:

"گزشتہ اسباق کا تکرار بار بار کرتا رہے اور عمل کو جاری رکھے۔"

ایک اور جگہ تحریر فرمایا:

گزشتہ سبق کا تکرار پانچ مرتبہ اس سے پہلے کا چار بار اور اس سے پہلے کا تین بار اور اس سے پہلے کا دو بار اور چھٹے روز کا ایک بار، یہ روزانہ کا معمول ہونا چاہئے، یہ علوم محفوظ رکھنے کا بہترین ذریعہ ہے، تکرار میں کوئی حجاب اور عار نہ ہونا چاہئے جو طالب علم ایسا کرتا ہے وہ محروم رہتا ہے۔

تکرار و مذاکرہ کے فوائد پر بزرگوں کے چند اقوال ملاحظہ ہوں۔ ان میں سے

اکثر اقوال اگرچہ حدیث کی تکرار و مذاکرہ سے متعلق ہیں، لیکن تکرار و مذاکرہ تو ہر علم کے لئے فائدہ مند ہے۔

❶ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: علم میں گفتگو کرتے رہا کرو تاکہ تمہارے رتبے ظاہر ہوں۔[۱]

❷ اس علم کا مذاکرہ کرتے رہا کرو اور اہل علم سے ملاقات کرتے رہو ورنہ علم ختم ہو جائے گا۔

❸ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

حدیث کا مذاکرہ کیا کرو کیوں کہ ایک حدیث سے دوسری حدیث یاد آجاتی ہے۔

❹ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا:

حدیث دھراتے رہو اور اسے یاد کرتے رہو کیوں کہ اگر اسے بار بار یاد نہیں کرو گے تو حدیث نکل جائے گی اور کوئی حدیث اگر کسی کو سنا چکے ہو تو یہ نہ کہنا کہ میں اسے سنا چکا ہوں کیوں کہ جو سن چکا تھا اس کے علم میں اضافہ ہوگا اور جس نے نہیں سنا تھا وہ سن لے گا۔

❺ حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حدیث کا مذاکرہ کرو، کیوں کہ علم مذاکرہ سے جوش مارتا ہے۔

❻ حضرت ابن شہاب رحمہ اللہ تعالیٰ جا کر دیہاتیوں کو (بطور تکرار) حدیثیں سنایا کرتے تھے۔

❼ حضرت اسماعیل بن رجاء رحمہ اللہ تعالیٰ بچوں کو جمع کر کے حدیثیں سناتے تھے تاکہ حدیثیں یاد ہو جائیں۔

❽ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے:

اپنی حدیثیں ہر شخص کو سناؤ خواہ وہ چاہتا ہو یا نہ چاہتا ہو، وہ حدیثیں تمہیں اس

---

[۱] جامع البیان

طرح از بر ہو جائیں گی جیسے امام قراءت کرتا چلا جا رہا ہو۔

۹ حضرت امام زہری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مذاکرہ نہ کرنے سے نسیان ہو جاتا ہے اور علم ضائع ہو جاتا ہے۔

۱۰ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما مجھے حدیثیں سنایا کرتے تھے۔

۱۱ حضرت اصمعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا گیا کہ آپ نے یہ علوم کس طرح محفوظ رکھے، حالاں کہ آپ کے ساتھی بھول گئے؟

فرمایا: میرے ساتھیوں نے حاصل کرنے کے بعد چھوڑ دیا اور میں برابر اس کا مذاکرہ کرتا رہا۔

۱۲ حضرت عطا خراسانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے احوال میں لکھا ہے:

''مساکین وغرباء کے پاس جا کر ان کو دین کی باتیں سناتے۔''

۱۳ حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے حالات میں لکھا ہے کہ کئی کئی دن کا فاقہ ہوتا تھا، مگر سبق کا تکرار نہ چھوڑتے تھے، اور محنت میں ذرا بھی فرق نہ آتا تھا، خود فرماتے:

ہمارے استاد حضرت برہان الدین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے: ''میں اپنے تمام ساتھیوں میں اس وجہ سے فوقیت لے گیا کہ تکرار و مذاکرہ کبھی نہیں چھوڑتا تھا۔'' [1]

اب تکرار و مذاکرہ کی اہمیت وضرورت پر چند واقعات ملاحظہ فرمائیں۔

۱ حضرت عون بن عبداللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ ایک دن ہم حضرت ام الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں پہنچے اور دیر تک علمی باتیں دریافت کرتے رہے، پھر ہم نے عرض کیا کہ شاید آپ اکتا گئیں ہوں، فرمانے لگیں:

''کیا کہتے ہو، ہر کام میں میری نیت عبادت کی ہوتی ہے، مگر علمی مذاکرہ سے

---

[1] تعلیم المتعلم

زیادہ مجھے کسی کام میں لذت نہیں ملتی۔"

❷ ایک مرتبہ امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے ماموں جن کا نام ابوطالب تھا حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے حلقۂ درس میں آئے، کیا دیکھتے ہیں کہ امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ علمی مذاکرے میں اونچی آواز سے بول رہے ہیں اور ہمہ تن بحث میں مشغول ہیں، ماموں ایک طرف خاموش کھڑے رہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی ان پر نظر پڑی تو پوچھا کیوں کھڑے ہیں؟ تشریف رکھیئے!

ماموں کہنے لگے میں مذاکرہ اور علمی مباحثہ میں اپنے بھانجے ابویوسف کی بلند آواز اور اس انہماک پر تعجب کر رہا ہوں کہ آج تیسرا روز ہے کہ انہوں نے اور ان کے اہل وعیال نے کچھ نہیں کھایا۔[۱]

سبحان اللہ! یہ ہے سچی لگن اور یہ وہ محنت ہے کہ جس کے بعد علم نے ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے سینے میں ڈیرے ڈالے اور انہیں امامت کے منصب پر فائز کیا۔ کھانے پینے کی فکر سے بھی جب بے نیاز ہوکر علم کے حصول کی جدوجہد کی جائے تب کہیں جا کر یہ حاصل ہوتا ہے اسی لئے کہا گیا ہے۔

"اَلْعِلْمُ عِزٌّ لَاذُلَّ فِیْہِ، یَحْصُلُ بِذُلٍّ لَاعِزَّ فِیْہِ."

تَرْجَمَہ: "علم سراسر عزت ہے اس میں ذلت کا شائبہ نہیں لیکن حاصل ذلت سے ہی ہوتا ہے تحصیل میں کوئی عزت نہیں۔"

❸ حافظ ذہبی نے "تَذْکِرَۃُ الْحُفَّاظْ" میں لکھا ہے کہ علی بن حسن بن شقیق نے فرمایا:

"میں عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک ٹھنڈی رات میں مسجد سے نکلا، مسجد کے دروازے پر ہم دونوں نے ایک حدیث کا مذاکرہ شروع کردیا پھر

---

[۱] علمائے احناف کے حیرت انگیز واقعات: صفحہ ۴۰

ہم برابر مذاکرہ کرتے رہے، یہاں تک کہ مؤذن آگیا اور اس نے فجر کی اذان دے دی۔“

۴ امام دارمی نے اپنی ”سُنَنْ“ کے باب ”مُذَاکِرَةُ الْعِلْمِ“ میں فرماتے ہیں: جلیل القدر تابعی علامہ محمد بن شہاب ازہری ایک رات عشاء کی نماز کے بعد باوضو مذاکرہ علم کے لئے تشریف فرما ہوئے تو مجلس صبح تک طویل ہوگئی، مروان کہتے ہیں کہ وہ صبح تک مذاکرہ حدیث کرتے رہے۔

۵ حافظ ابوختمہ نسائی نے ”کِتَابُ الْعِلْمِ“ اور دارمی نے اپنی ”سُنَنْ“ کے باب ”مُذَاکَرَةُ العِلْمِ“ اور حافظ ابن حجر نے ”تَہْذِیْبُ التَّہْذِیْب“ میں تابعی، قاضی عبداللہ بن شبرمہ کے بارے میں لکھا ہے۔

فضیل بن غزوان کہتے ہیں کہ میں اور عبداللہ بن شبرمہ اور حارث بن یزید اور مغیرہ بن مقسم اور قعقاع بن یزید رات کو فقہ کے مذاکرہ کے لئے بیٹھ جاتے، اکثر ہم صبح کی اذان کے ساتھ اٹھتے۔

۶ ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور تمام اساتذہ دارالعلوم دیوبند نے جن میں اکثر اساتذہ ائمہ فنون تھے، مولانا سیّد احمد صاحب امام معقولات سمجھے جاتے تھے ان سب نے مل کر حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے درخواست کی:

”حضرت تفسیر کی کوئی کتاب پڑھادیں تاکہ قرآنی علوم ہم بھی سیکھیں۔“

حالاں کہ یہ سب ائمہ علوم تھے، مولانا یعقوب صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ تو صدر مدرس تھے، تو حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے منظور فرمالیا، چھتہ کی مسجد میں حضرت نے درس شروع کردیا، الٓمٓ سے شروع فرمایا تو حروفِ مقطعات پر کوئی دو ڈھائی گھنٹے تقریر فرمائی اور عجیب وغریب علوم و معارف ارشاد فرمائے اور یہ عجیب بے نفسی کا دور تھا کہ یہ سارے اساتذہ سبق پڑھ کر باہم کہنے لگے:

"بغیر تکرار کے یہ علوم محفوظ نہ ہوں گے لہٰذا تکرار کیا جائے۔"

نودرہ میں بیٹھ کر تکرار شروع ہوگیا۔[۱]

۷ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ دورانِ تعلیم رات کو تکرار کرنے دارالعلوم تشریف لے جاتے اور جب گھر واپسی ہوتی تو کبھی رات کا ایک بج جاتا کبھی دو۔

حضرت نے دارالعلوم کراچی کے طلبہ کو ایک مرتبہ نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

"رات کو والدہ میرا انتظار کرتی تھیں کہ کھانا گرم کرکے دیں، ان کے انتظار میں مجھے تکلیف ہوتی تھی بڑی منت سماجت سے اس پر راضی کیا کہ میرا کھانا ایک جگہ رکھ دیا کریں، سردیوں کی راتوں میں شوربہ اوپر سے بالکل جم جاتا اور نیچے صرف پانی رہ جاتا، میں وہی کھا کر سو جایا کرتا۔"

اچھی صحبت اپنایئے

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "انسان پر صحبت کا بڑا اثر پڑتا ہے، اگر آدمی عقلمندوں میں رہے تو عقلمندی آجاتی ہے بے وقوفوں میں رہے تو انسان بے وقوف ہوجاتا ہے، عورتوں میں رہے تو زنانہ پن آجاتا ہے اپاہجوں میں رہے تو کاہل بن جاتا ہے، مجاہدین میں رہے تو مردانگی اور جرأت پیدا ہوجاتی ہے، غرض صحبت کا اثر ضرور ہوتا ہے۔"

۱ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

"اَلْوَحْدَةُ خَيْرٌ مِّنْ جَلِيْسِ السُّوْءِ وَالْجَلِيْسُ الصَّالِحُ خَيْرٌ مِّنَ الْوَحْدَةِ"[۲]

---

[۱] ماہنامہ الرشید لاہور صفحہ ۲۲۴ دیوبند نمبر
[۲] عن ابی ذر بیہقی فی شعب الایمان

ترجمہ: ''برے ہم نشین کے مقابلہ میں تنہائی بہتر ہے اور اچھے آدمیوں کی ہم نشینی تنہائی سے بہتر ہے۔''

❷ حضرت ابورزین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

کیا میں بتلاؤں تجھ کو بنیادی چیز جس پر یہ دین قائم ہے اور جس کے ذریعے تم دنیا و آخرت کی بھلائی کو پالو؟

فرمایا: اہل ذکر کی مجلس اختیار کرو ان کے ساتھ بیٹھ کر ذکر الٰہی کرو، جب تنہائی میں بیٹھو تو جس قدر ممکن ہو زبان سے اللہ اللہ کرتے رہو، اور جس سے دوستی رکھو تو محض اللہ کے لئے اور جس سے دشمنی رکھو تو اللہ کے لئے۔

ابورزین! تم کو خبر ہے جب کوئی اپنے گھر سے مسلمان کی زیارت کے لئے نکلتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کے پیچھے اس کو دعائیں دیتے ہوئے چلتے ہیں اور اس پر درود بھیجتے ہیں (یعنی دعائے مغفرت کرتے ہیں) اور فرشتے کہتے ہیں:

الٰہی! اس بندے نے چوں کہ محض تیرے لئے تیرے بندے کی صحبت و مجلس اختیار کی اور اس سے رابطہ اور تعلق قائم کیا ہے اے اللہ! تو بھی اس سے تعلق رکھنا۔ جس قدر طاقت و قوت تیرا ساتھ دے اہل ذکر کی مجلس میں بیٹھنا اور دین داروں کی زیارت کرتے رہنا۔[۱]

❸ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اچھی اور بری مجلس یا نیک اور بدلوگوں کی صحبت کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص مشک اٹھائے ہوئے ہے دوسرا شخص بھٹی سلگا رہا ہے ''حاملِ مشک'' نیک آدمی کی مجلس سے یا تو یہ فائدہ ہے کہ وہ پاس بیٹھنے والے کو بغیر قیمت کے مشک دے

[۱] مشکوٰۃ: ص ۴۳۷

دے گا یا اس سے خرید لے گا، نہیں تو تم کو اس مشک کی خوشبو تو پہنچے گی۔

یہی حال ہے نیک لوگوں کی مجلس میں بیٹھنے کا، اگر ان کا فیض کسی کو نہ پہنچے تو یہ بھی غنیمت ہے کہ اتنی دیر ان کی صحبت اور مجلس میں بیٹھ گئے اور ہر قسم کی برائی سے بچے رہے اور بھٹی کا سلگانے اور دہکانے والا یا تو تیرے کپڑوں کو جلا دے گا (اس کی بھٹی سے کوئی چنگاری اڑ کر)، نہیں تو تجھ کو دھوئیں کی بدبو تو ضرور پہنچے گی۔ [1]

اچھی صحبت کے فوائد

❶ علامہ محمد بن منکدر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ ایک نیک آدمی کی خاطر اس کی اولاد اور اولاد کی اولاد تک کی حفاظت فرماتے ہیں اور اس جگہ تک کی حفاظت فرماتا ہے جس میں وہ ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کے قرب و جوار اور آس پاس کی چیزوں تک کی حفاظت فرماتا ہے۔ چنانچہ یہ سب کے سب ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور نگہبانی میں رہتے ہیں۔"

❷ علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اچھے لوگوں کی صحبت اختیار کرو اس طرح تمہارے افعال میں ان کے افعال کا رنگ پیدا ہو جائے گا۔"

❸ حضرت فرید الدین عطار رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اگر تو عقل و شعور رکھتا ہے تو درویش بن اور درویشوں میں بیٹھ، اللہ والے فقراء کے سوائے دوسرے کسی کے پاس بھی نہ بیٹھ، جہاں تک ممکن ہو ان کی مجلسوں سے دور نہ ہو، درویشوں، اللہ والوں کی محبت جنت کی کنجی ہے، ان سے دشمنی کرنا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہونا ہے، اللہ تعالیٰ کے ساتھ اگر قرب چاہتے ہو تو جاؤ اولیاء اللہ کی مجلسوں میں بیٹھو۔"

---

[1] مسلم، كِتَابُ الْبِرِّ وَالصِّلَةِ، بَابُ اِسْتِحْبَابِ مُجَالَسَةِ الصَّالِحِيْنَ الخ: ۳۳۰/۲

❹ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اصحابِ حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی صحبت میں وہ کچھ حاصل کر لیتے تھے جو اولیاءِ امت کو آخر میں بھی شاید ہی حاصل ہو۔

یہی وجہ ہے کہ خواجہ اویس قرنی قدس سرہ جو خیر التابعین ہیں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل وحشی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مرتبہ کو نہیں پہنچتے، جن کو صرف ایک ہی مرتبہ خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب ہوئی، کیوں کہ صحبت کی بزرگی تمام فضیلتوں اور کمالوں سے بڑھ کر ہے۔''

❺ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''نیک آدمی کی صحبت دل کو تروتازہ کر دیتی ہے۔''

بری صحبت کے نقصانات

❶ شیخ سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''جو بروں کی صحبت میں بیٹھے اگرچہ ان کی عادات اختیار نہ کرے برا ہی کہلائے گا، جیسا کہ کوئی شراب کی بھٹی پر جا کر نماز پڑھے، تو شراب خور ہی کہلائے گا۔''

❷ حضرت شیخ سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا بروں کے پاس بیٹھا اللہ نے اس کو خاندانِ نبوت سے باہر نکال دیا، اصحابِ کہف کا کتا کچھ دن نیک لوگوں کے ساتھ رہا اللہ نے اس کو اصحاب کہف میں شمار کیا۔''

❸ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''جو فاسقوں کے ساتھ نشست و برخاست رکھتا ہے وہ گناہ کرنے میں دلیر ہو جاتا ہے۔''

❹ حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

انسان کے لئے بری صحبت سے بڑھ کر کوئی چیز (نقصان دہ) نہیں۔

❺ حضرت سیّد احمد رفاعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جو شخص آٹھ قسم کے لوگوں کے پاس بیٹھے گا اس میں اللہ تعالیٰ آٹھ باتیں زیادہ کریں گے۔

(الف) جو حکام کے پاس بیٹھے گا اللہ تعالیٰ اس میں تکبر اور سنگ دلی بڑھا دینگے۔

(ب) جو مال داروں کے پاس بیٹھے گا اس میں دنیا کی حرص ہوگی۔

(ج) جو فقراء اور درویشوں کے پاس بیٹھے گا اس میں تقدیر پر رضا ہوگی۔

(د) جو بچوں کے پاس بیٹھے گا اس میں لہولعب کا شوق ہوگا۔

(ہ) جو عورتوں کے پاس زیادہ بیٹھے گا اس میں جہالت اور شہوت بڑھا دیں گے۔

(و) جو نیک لوگوں کے پاس بیٹھے گا اس میں علم اور احتیاط بڑھا دیں گے۔

(ز) و فاسقوں کے پاس بیٹھے گا اس میں گناہ کی رغبت اور توبہ کی ٹال مٹول زیادہ کردیں گے۔

(ح) عاقل کی صحبت دین و دنیا کی ترقی کا سبب ہے اور بے وقوف کی صحبت سے دین و دنیا کا نقصان اور موت کے وقت حسرت و پشیمانی اور آخرت میں خسارہ ہوتا ہے۔

فَائِدَہ: اہل اللہ کے قلوب سے اپنے قلب کی پیوند کاری سے، اہل اللہ کا ذوق و شوق ان کی باطنی کیفیات دل میں منتقل ہونا شروع ہوجاتی ہیں اور اسی صحبت کے اثرات سے انسان کا قلب وقالب بدلتا چلا جاتا ہے۔

وقت ایک قیمتی سرمایہ ہے

وقت زندگی کا بڑا قیمتی سرمایہ ہے اس لئے اس کی بڑی قدر کرنی چاہئے، اس کے لئے ضروری ہے کہ صبح و شام تک زندگی میں جس قدر مشاغل ہیں ان کے لئے نظامُ الاوقات مرتب کیا جائے تا کہ ہر کام مناسب وقت پر آسانی سے ہوجائے۔

حدیث شریف میں آتا ہے:

"فرصت کوغنیمت جانو مصروفیت سے پہلے۔"

آج اللہ پاک نے ہمیں وقت دیا ہے اور ہم لوگ وقت گزارنے کے لئے فضول قسم کی مصروفیات ڈھونڈتے پھرتے ہیں کہ وقت کٹ جائے، جو سچا مسلمان ہوتا ہے وہ نیکی کے کام کر کے اپنے آپ کو تھکاتا ہے، اور ہر وقت آخرت کے کاموں میں مصروف دکھائی دیتا ہے۔

حضرت امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "میرا جو وقت کھانے پینے میں صرف ہوتا ہے، اس پر بھی افسوس ہوتا ہے کہ اس وقت میں مطالعہ نہیں کر سکتا۔"

ہمارے سلف صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ کی مصروفیات ایسی ہوتی تھیں کہ وہ اپنے ہر لمحہ سے فائدہ اٹھاتے تھے کہ جو وقت گزر گیا وہ دوبارہ کسی صورت میں نہیں مل سکتا اس لئے وہ وقت کو سب سے قیمتی متاع سمجھتے تھے، وہ اپنی زندگی کے ہر لمحے کو آخرت کا سرمایہ سمجھتے تھے اور اس سے فائدہ اٹھاتے تھے اور کوئی نہ کوئی نیکی کا کام کرتے رہتے تھے۔

اپنا نظام الاوقات بنائیے

1. مدرسے سے چھٹی کے بعد بجائے گھومنے کے سیدھے گھر جانا چاہئے۔ ہاں اگر راستے میں کسی نماز کا وقت ہو جائے اور خدشہ ہو کہ گھر جانے سے جماعت فوت ہوگی تو پہلے جماعت کی نماز مسجد میں ادا کریں پھر گھر روانہ ہو جائیں۔
2. گھر میں ہمیشہ دعا پڑھتے ہوئے داخل ہوں۔
3. باآواز بلند سلام کریں۔
4. سامان و کتب ادھر ادھر نہ ڈالیں بل کہ محفوظ جگہ پر رکھیں تا کہ چھوٹے بچے خراب نہ کر سکیں۔

۵ اپنے مسلمان بھائیوں کی اصلاح کے لئے دوستوں کے ساتھ عصر کے بعد جا کر نیکی کی دعوت کی ترتیب بنائیں۔

۶ نمازِ مغرب باجماعت ادا کرنے کے بعد عشاء تک یکسوئی اور توجہ سے سبق یاد فرمائیں۔

۷ عشاء کی نماز باجماعت ادا کریں اور جو سبق رہ گیا ہو اسے مکمل کرلیں۔

۸ تعلیمی معاملات سے فراغت کے بعد کھانا کھائیں۔

۹ مختصر چہل قدمی کریں اور جلد سو جائیں۔

۱۰ ہو سکے تو تہجد میں اٹھنے کی کوشش کریں ورنہ فجر باجماعت ضرور ادا کریں۔

۱۱ مدرسے روانہ ہونے سے قبل تیاری اچھی طرح کرلیں، کتابیں اور دیگر سامان بھی صحیح طور پر دیکھ لیں۔

۱۲ مدرسے روانہ ہوتے وقت والدین کو سلام کرکے اور دعائیں لے کر جائیں۔

۱۳ چھٹی والے دن پچھلے اسباق دہرالیں اور گھریلو معاملات پر بھی توجہ دیں۔

ہمارا ایک ایک منٹ ہیرے موتی اور جواہرات سے زیادہ قیمتی ہے، ہمیں اس کی قدر کرنی چاہئے بہت ضروری ہے کہ ہم ہر وقت حصولِ علم، عمل اور اس کے دوسروں تک پہنچانے میں مشغول رہیں۔

سستی اور کاہلی سے بچیے

جناب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''تندرستی اور فرصت کے لمحات دو ایسی نعمتیں ہیں جن میں اکثر لوگ گھاٹے میں مبتلا ہیں۔''[1]

---

[1] بخاری، کِتَابُ الرِّقَاقِ، بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشُ الْاٰخِرَةِ: ۹۴۹/۲

رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے ''اللہ تعالیٰ نوجوان سے سستی پر نفرت کرتے ہیں۔''[1]

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشادِ گرامی ہے:

''میں اس بات کو بہت معیوب سمجھتا ہوں کہ تم میں سے کوئی لایعنی زندگی بسر کرے نہ دنیا کے لئے کوئی عمل کرے نہ آخرت کے لئے۔''

اور اسی بناء پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سستی، کاہلی سے پناہ مانگی ہے۔

''اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْبُخْلِ وَضَلَعِ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ.''[2]

ترجمہ: ''اے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں فکر اور غم سے اور عاجزی اور سستی سے اور بزدلی سے اور بخل سے اور قرض کے بوجھ سے اور لوگوں کے دباؤ سے۔

امام عبدالرحمٰن ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''آئندہ ٹالنے والے کی مثال اس آدمی کی سی ہے جسے ایک درخت اکھاڑنے کی ضرورت ہو وہ دیکھے کہ درخت بہت زیادہ مضبوط ہے، شدید مشقت سے اکھڑے گا، تو وہ کہے کہ میں ایک سال کے بعد اکھیڑنے کے لئے آؤں گا، وہ یہ نہیں جانتا کہ درخت جتنی مدت باقی رہے گا مضبوط ہوتا جائے گا، اس کی جتنی عمر لمبی ہوتی جائے گی، یہ خود کمزور ہوتا جائے گا جب وہ طاقتور ہونے کے باوجود درخت کی کمزوری کی حالت میں اسے نہیں اکھاڑ سکتا تو جب وہ خود کمزور ہوجائے گا اور درخت مزید طاقتور ہوگا تو پھر اس پر کیسے غالب آسکے گا۔''

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے شاگرد امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ

---

[1] فلسفۂ اخلاق

[2] ترمذی، اَبْوَابُ الدَّعَوَاتِ: ۱۸۶/۲

سے فرمایا: ''سستی اور کسل مندی سے تم بہت ہی بچو، کیوں کہ یہ بہت ہی منحوس اور بری بلا ہے۔''

حضرت ابونصر صفار انصاری رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے نفس سے مخاطب ہو کر اشعار میں ارشاد فرماتے ہیں جس کا مفہوم یہ ہے:

''اے میرے نفس! فرصت کے ایام میں، احسان، عدل اور نیکی کے اعمال میں سستی مت کر، کیوں کہ نیکیوں پر تو لوگ رشک کرتے ہیں اور سست آدمی مصیبت اور نحوست میں ہوتا ہے۔''

علامہ زرنوجی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے اشعار میں اپنے نفس سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں:

''اے میرے نفس! سستی اور کاہلی کو چھوڑ دے ورنہ ذلت میں پڑا رہے گا کیوں کہ کاہلوں کو سوائے ندامت اور محرومی کے کچھ حاصل ہوتے ہوئے میں نے نہیں دیکھا۔''

محبوبُ العلماء والصلحاء، پیر ذوالفقار احمد نقشبندی دامت برکاتہم فرماتے ہیں:

''مہلتِ زندگی کی قدر کریں اگر کسی انسان کو کہا جائے کہ تو اپنی مقررہ میعاد سے تین سال پہلے مرجائے گا تو وہ شخص بہت مغموم ہوگا، مگر وہی انسان فارغ رہ کر اپنی زندگی کے اتنے لمحات بے کار گزار دیتا ہے جنہیں یکجا کریں تو چھ سال کی مدت بنے اور اس عمل پر اسے کوئی افسوس نہیں ہوتا۔''

خوش قسمتی محنت کی اولاد ہے، محنت ہمارے ہاتھ میں ہے اور نصیب اللہ کے ہاتھ میں ہے، ہمیں اس سے کام لینا چاہئے جو ہمارے اختیار میں ہے۔

جسے خورد نوش کا چسکا ہے وہ حیوان ہے، جسے پڑے رہنے کی عادت ہے وہ بے جان ہے اور جسے محنت کی عادت ہے وہ صحیح انسان ہے۔

آپ زندگی کے ہر لمحے میں نیکی کا بیج بوتے جائیں تاکہ ایک دن باغ لگا ہوا پائیں، آپ جانتے ہیں کہ اجرامِ فلکی ہر وقت گردش میں رہتے ہیں یہ قدرت کی طرف سے سبق ہے کہ ہم بھی متحرک رہیں۔[1]

آج کل سستی، سستی ہے اور چستی مہنگی ہے، سستی کا مجرب علاج عملی میدان میں نکل کر ایک دوسرے کو دعوت دیتے رہنا، جیسے اپنا اور دوسرے کا ہاتھ ٹھنڈا ہو اور دونوں آپس میں پنجہ آزمائی کریں تو دونوں میں گرمی اور حرارت پیدا ہوجاتی ہے۔[2]

بہت سی شرمندگی اور ندامت انسان کو کاہلی سے اٹھانی پڑتی ہے، کسی شبہ کو دور کرنے کے لئے سستی مت کرو، جو خود سمجھ جاؤ تو ٹھیک ہے اور جو مشکل ہو اس کو پوچھ لو۔

سست لوگ ہمیشہ سے سست نہیں ہوتے بل کہ ان کی سابقہ زندگی کسی وجہ سے بہت بے کار اور ناکام گزری ہوتی ہے، اس لئے وہ اس احساس کا شکار ہوجاتے ہیں کہ جو کچھ ہمیں سابقہ زندگی میں حاصل ہوگیا ہے وہی کچھ آئندہ زندگی میں بھی ہوجائے گا، اس لئے وہ کسی ہمت وصلاحیت کو بروئے کار لانے کی ضرورت محسوس نہ کرتے ہوئے سستی اور کاہلی میں ہی عافیت سمجھتے ہیں۔

یاد رکھیے! محنت میں عظمت ہے جب کہ کاہلی اپنے چاہنے والوں کو صرف محتاجی اور ذلت کا تحفہ پیش کرتی ہے جو فرد سستی کا شکار ہوجاتا ہے وہ انتہا درجے کا حاسد بھی بن جاتا ہے۔

مانا کہ محنت سے بھی آدمی تھک جاتا ہے اور کاہلی سے بھی مگر محنت کا نتیجہ صحت اور دولت ہے اور کاہلی کا نتیجہ بیماری و افلاس، کامیابی کسی کی ملکیت اور میراث نہیں ہے، ہر وہ شخص جو کامیابی حاصل کرنا چاہتا ہے کامیاب ہوسکتا ہے۔

---

[1] ازافادات حضرت شیخ ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ

[2] نکات عزیزیہ

اسلاف نے سستی، کاہلی چھوڑ کر اپنا وقت کیسے قیمتی بنایا

ہمارے اسلاف جو سستی کو قریب بھی نہیں پھٹکنے دیتے تھے، وقت کے صحیح استعمال اور محنت سے اللہ تعالیٰ نے انہیں سرفرازی اور سر بلندی سے اس طرح نوازا کہ دنیا کے ہر میدان میں تعمیر، ترقی اور عظمت انہی کا مقدر تھی۔

وہ کیا تھے؟ ان کی زندگی کیسی تھی؟ اس پر چند ایک مثالیں۔

❁ عامر بن قیس رحمہ اللہ تعالیٰ ایک زاہد تابعی تھے، ایک شخص نے ان سے کہا: آؤ بیٹھ کر باتیں کریں۔

انہوں نے جواب دیا: ''تو پھر سورج کو بھی ٹھہرالو'' یعنی زمانہ ہمیشہ متحرک رہتا ہے اور گزرا ہوا زمانہ واپس نہیں آتا، اس لئے ہمیں اپنے کام سے غرض رکھنی چاہئے اور بے کار باتوں میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے۔

❁ ...... امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے شیخ محمد بن سلام بیکندی رحمہ اللہ تعالیٰ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے شیوخ میں سے تھے، ایک دفعہ ان کا قلم ٹوٹ گیا تو انہوں نے صدا لگائی کہ مجھ کو نیا قلم ایک دینار میں کون دیتا ہے؟

لوگوں نے ان پر نئے قلموں کی بارش کردی، یہ ان کی دریا دلی کا حال تھا کہ وہ ایک قلم کو ایک دینار (اس دور کی خطیر رقم) کے بدلے خرید لیتے تھے تاکہ لکھتے لکھتے ان کا ایک لمحہ بھی ضائع نہ ہو اور ان کے خیالات کا تسلسل جاری رہے۔

❁ ...... امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ کی چھوٹی بڑی کتابوں کی تعداد ایک سو سے کم نہ ہوگی، صرف تفسیرِ کبیر تیس جلدوں میں ہے، وہ کہا کرتے تھے کہ کھانے پینے میں جو وقت ضائع ہوتا ہے، میں ہمیشہ اس پر افسوس کرتا رہتا ہوں۔

❁ ...... علامہ شہاب الدین محمود آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ مفسرِ قرآن نے اپنے رات کے اوقات کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا، ① پہلے حصے میں آرام و استراحت

فرماتے تھے (۲) دوسرے میں اللہ کو یاد کرتے تھے (۳) تیسرے میں لکھنے پڑھنے کا کام کرتے تھے۔

* ...... جاحظ تاریخِ بغداد کے مصنف خطیب بغدادی لکھتے ہیں جاحظ کتاب فروشوں کی دکانیں کرایہ پر لے کر ساری رات کتابیں پڑھتے رہتے تھے۔

* ......امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے: انسان کوشش کے بعد ہر مشکل کام کو سرانجام دے لیتا ہے، جس طرح ہر بند دروازہ کوشش کے بعد کھل جاتا ہے۔

* ......حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ نے امام ابویوسف رحمہما اللہ تعالیٰ سے فرمایا: تم اتنے ذہین تو نہ تھے مگر تمہاری کوشش و مداومت نے تمہیں آگے بڑھا دیا۔

* ......مشہور محدث، امامِ جرح و تعدیل یحییٰ بن معین رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے دس لاکھ حدیثیں خود اپنے دستِ مبارک سے لکھیں اور جب ان کا انتقال ہوا تو کتابوں کے ایک سو چودہ کارٹن اور چار بڑے بڑے مٹکے چھوڑے (جن میں اس زمانہ میں حفاظت کی نیت سے کتابیں رکھیں جاتی تھیں)۔

* ......علامہ ابن جریر طبری رحمہ اللہ تعالیٰ جنہوں نے تین ہزار صفحات پر مشتمل تفسیر اور تاریخ لکھی ہے، ان کی وفات کے بعد جب یومیہ تالیف کا حساب لگایا گیا تو بچپن کی عمر کو چھوڑ کر روزانہ چودہ صفحے لکھنے کا اوسط نکلا۔ اس حساب سے انہوں نے بہتر سال میں تین لاکھ اٹھاون ہزار صفحات تصنیف فرمائے۔

خطیبِ بغدادی لکھتے ہیں کہ ابن جریر طبری رحمہ اللہ تعالیٰ نے چالیس سال تک روزانہ چالیس صفحات لکھنے کا التزام کیا۔

* ......مشہور محدث ابن عساکر رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۸۰ جلدوں میں تاریخِ دمشق لکھی ہے جو اسلامی تاریخ و سیر کا بے نظیر مجموعہ ہے، موصوف ہر وقت افادہ استفادہ میں مشغول رہنے کے ساتھ عبادات میں بھی کثرت سے وقت لگاتے، ہر ہفتہ ایک ختمِ قرآن اور رمضان المبارک میں یومیہ ایک ختمِ قرآن کا معمول تھا۔

❊ ......محدث ابن شاہین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

میں نے تین سوتیس تصنیفات لکھیں ہیں جن میں "تفسیرِ کبیر" ۱۰۰۰ اجزا (تقریباً ۳۰ ہزار صفحات) "مسند" ۱۳۰۰ اجزا (تقریباً ۳۹ ہزار صفحات) "تاریخ" ۱۵۰ اجزا (تقریباً ۴۵ سو صفحات) اور "زہد" ۱۰۰ اجزا (۳۰۰۰ صفحات) پر مشتمل ہے۔

❊ ...... امام ابوالفرج ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھوں سے دو ہزار کتابیں لکھی ہیں۔ آپ کے انتقال کے بعد جب آپ کے تحریر کردہ مسودے اکھٹے کئے گئے اور انہیں عمر کے ایام پر تقسیم کیا گیا تو یومیہ نو کاپیوں کا اوسط ہوا۔ اور یہ بھی مشہور ہے کہ آپ نرسل کے قلم کا چھیلا ہوا حصہ جمع کرتے تھے، جب زیادہ لکھنے کی وجہ سے وافر مقدار میں جمع ہوگیا تو وصیت فرمائی:

میرے انتقال کے بعد انہیں قلموں کی چھیلن سے میرے غسل کا پانی گرم کیا جائے، چنانچہ آپ کی وصیت پوری کرنے کے باوجود ایندھن بچ گیا۔

❊ ...... حافظ عبدالعظیم منذری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں نے علمِ حدیث میں دوسروں کی جمع کردہ نوے جلدیں اور سات سو اجزا اپنے ہاتھ سے نقل کی ہیں اور ان کی اپنی تصنیفات ان کے علاوہ ہیں۔

ان کے ایک پڑوسی کہتے ہیں کہ میں بارہ سال ان کے مکان کے قریب رہا مگر کسی رات ان کے کمرے کی روشنی بند نہیں پائی، وہ پوری پوری رات چراغ جلا کر مطالعہ اور تصنیف میں مشغول رہتے تھے۔

❊ ...... علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں لکھا ہے، کہ انہوں نے پانچ سو کے قریب تصنیفات تحریر کیں اور دیگر مشغولیات اور خدمات اس کے علاوہ ہیں۔

❊ ...... قاضی ابوبکر باقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ رات کو اس وقت تک سوتے نہ تھے جب تک کہ اسّی رکعت نماز اور پینتیس صفحات تصنیف کے نہ لکھ لیتے۔

❊ ...... صاحبِ مستدرک علامہ حاکم رحمہ اللہ تعالیٰ کی تالیفات کی تعداد ایک ہزار

پانچ سو اجزا یعنی تقریباً ۴۵ ہزار صفحات تک پہنچ گئی تھی۔

❊ ......حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نابینا تھے ان کو وقت کا بہت احساس تھا، کھانے کے وقت بھی آپ کو احساس ہوتا تھا اور اس پر روتے تھے کہ کھانے میں بھی وقت ضائع ہوتا ہے، اگر اس کو مطالعہ اور دوسرے دینی امور میں صرف کرتے تو اچھا ہوتا یہاں تک قضاء حاجت کے وقت بھی اس کا احساس تھا حالاں کہ یہ طبعی امور ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ دنیا میں جن لوگوں نے ترقی کی ہے ان لوگوں کو وقت کا احساس تھا۔

❊ ......امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ جب اس دنیا سے رخصت ہو رہے تھے تو اس وقت شاگرد عیادت کرنے آئے، جب شاگردوں سے بات ہونے لگی تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ ''رمی ماشیاً افضل ہے یا راکباً افضل ہے؟'' (یہ ابواب الحج کے مسائل ہیں) تو شاگردوں نے بتایا کہ آپ کو اس وقت تکلیف ہو رہی ہے یہ وقت ان مسائل چھیڑنے کا نہیں۔

اس لئے کہ آپ (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے دین کی بہت خدمت کی ہے آپ نے ساری زندگی فقہی مسائل تلاش کرنے میں صرف کی ہے اور ہزاروں فرضی (متوقع) مسائل کی وضاحت کی ہے (جو ابھی تک واقع بھی نہیں ہوئے ہیں) لیکن پھر بھی آپ نے ان کا حل بیان فرمایا، اس لئے یہ وقت ان مسائل کا نہیں، تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک مسئلہ واضح ہو جائے اس کے ساتھ مرنا افضل ہے یا یہ کہ ایک مسئلہ ادھورہ رہ جائے؟

اس بات چیت کے بعد شاگرد گھر سے نکل رہے تھے گھر کے دروازے پر پہنچے تو گھر سے رونے کی آواز آئی اور معلوم ہوا کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ دنیا سے تشریف لے گئے۔

❊ ...... ہمارے قریبی دور میں علامہ عبدالحئی لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے صرف انتالیس سال کی عمر پائی، مگر ایسی لازوال کتابیں اور حاشیئے تالیف فرمائے کہ حیرت

ہوتی ہے۔

❊ ...... حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار کتب ورسائل کا ایک عظیم ذخیرہ امت کو عطا فرمایا، جن میں سے اکثر کتابیں انقلابی شان رکھتی ہیں جن کا فیض کھلی آنکھوں نظر آتا ہے۔

❊ ...... شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ مدینہ منورہ کے زمانۂ قیام میں روزانہ پندرہ اسباق مسجد نبوی میں پڑھاتے تھے، اس مصروفیت کی وجہ سے روزانہ بقدرِ ضرورت سونا بھی نصیب نہ ہوتا چنانچہ چھٹی والے دن ہفتہ بھر کی نیند پوری کیا کرتے تھے۔[1]

"یاد رکھئے! تساہل ...... سست روی ...... تاخیر اور پھر کبھی" ہمارے دشمن ہیں ہمارے مستقبل کے لئے انتہائی تباہ کن ہیں، یہ نشہ آور چیزوں سے زیادہ نقصان دہ ہیں، کیوں کہ جو شخص نشہ کرتا ہے وہ معاشرے سے کافی حد تک کٹ جاتا ہے، مگر تساہل اور سست روی کا شکار فرد معاشرے میں رہ کر معاشرے کے لئے نقصان دہ ہوتا ہے۔[2]"

پھل، پھول آپ کو ضرور ملیں گے اور ضرور ملیں گے صرف تھوڑی سی تکلیف کانٹوں کے ہاتھوں اٹھانی پڑے گی، یہ تکلیف عارضی ہوگی اور خوشی دائمی، بلند مراتب کا شائق راتوں کو سویا نہیں کرتا، موتیوں کا شوقین سمندر میں غوطے لگایا کرتا ہے، محنت کے بغیر ترقی کی آرزو کرنے والا ناممکن کی تلاش میں اپنی عمر برباد کرتا ہے۔ لہٰذا سستی و کاہلی کو چھوڑیئے اور وقت جیسی قیمتی چیز سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کامیابی حاصل کیجئے۔

---

[1] نقش حیات، ہفتہ روزہ ختم نبوت

[2] شاہراہ زندگی پر کامیابی کا سفر

مایوسی چھوڑیئے بلند ہمتی اختیار کیجئے

بعض لوگ بہت جلد مایوس ہوجاتے ہیں اور وہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جاتے ہیں۔ مایوسی انسان کو عمل سے دور کرتی ہے اور بے عملی سے مایوسی مزید بڑھتی ہے، اور بے عملی کے نتیجے میں آدمی نقصان پر نقصان اٹھاتا ہے۔

مایوسی ایک کمزوری ہے، برائی ہے اور مسلمان کے لئے تو مایوس ہونا اس کی شان کے خلاف ہے خصوصاً طالب علم کے لئے تو اور بھی زیادہ اسی لئے مایوسی کو کفر قرار دیا گیا ہے۔

قرآن حکیم میں صاف فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو مایوسی دل کا سکون چھین لیتی ہے اور جب آدمی کا سکون ختم ہوجائے تو اس کے لئے کام کرنا اور کوشش کرنا مشکل ہوجاتا ہے چاہے کیسے ہی حالات ہوں۔ کتنا ہی نقصان ہوجائے کوئی عزیز، دوست یا ساتھی کتنی ہی تکلیف پہنچائے، ناامید نہیں ہونا چاہئے کوشش کرتے رہنا چاہئے، انسان محنت اور کوشش کرتا رہے تو اس کا نتیجہ ایک نہ ایک دن ضرور نکلتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ضرور جوش میں آتی ہے۔

اگر آپ دیکھیں کہ آس پاس کے لوگ مایوس ہورہے ہیں تو آپ اثر نہ لیں بل کہ لوگوں کو سمجھائیں کہ اصلاح کے لئے امید اور کوشش ضروری ہے، کبھی یہ نہیں سوچنا چاہئے کہ حالات نہیں بدلیں گے، حالات خراب بھی انسان ہی کرتا ہے اور بہتر بھی انسان کی کوشش سے ہی ہوتے ہیں۔

مایوسی دور کرنے کا سب سے اچھا طریقہ ہے کہ انسان فوراً عمل اور کوشش شروع کردے، عمل سے انسان کی ہمت بلند ہوتی ہے اور عمل کا نتیجہ ہمیشہ اچھا نکلتا ہے۔ نتیجہ نکلنے میں دیر ضرور ہوسکتی ہے، لیکن دیر سویر کامیابی ہو ہی جاتی ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ عارضۂ قلب میں مبتلا ہوئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"وَلَا يَقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ"

ترجمہ: "اپنے رب کی رحمت سے گمراہ لوگ ہی مایوس ہوتے ہیں۔"

اور ساتھ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طبیب کے پاس لے جانے کی ہدایت فرمائی۔ معالج نے تعلیماتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں علاج کیا اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسی شفا پائی کہ پورے مشرقِ وسطیٰ میں جنگیں لڑیں اور "فاتحِ ایران" کہلائے۔

عقل کے کامل ہونے کی علامت یہ ہے کہ انسان بلند ہمت ہو اور جو پستی پر راضی اور مطمئن ہو وہ پست حوصلہ ہے۔

علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: "میں نے اس سے بڑا اور برا کوئی عیب نہیں دیکھا کہ تکمیل پر قدرت کے باوجود کوتاہی کی جائے۔"

جو آدمی روزانہ ارادہ تبدیل کر لینے کا خوگر ہو اور کبھی اس کو عملی جامہ نہ پہنائے اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو کسی گڑھے یا خندق کو پھاندنے کا ارادہ رکھتا ہو، اس کے لئے دور سے دوڑتا ہوا آئے اور جب قریب پہنچے تو ارادہ بدل دے۔ اور پھر ازسرِ نو اسی دھن میں لگ جائے اور وقت پر پھر ارادہ تبدیل کر دے اور یونہی کرتا رہے تو ایسا آدمی نہ گڑھا پار کرنے میں کامیاب ہوگا اور نہ کبھی اس کو اس سے چین نصیب ہوگا۔

جس کام کا ہم عزم کریں اس پر فی الفور عمل کی کوشش کریں اور ایسے کاموں کو جو اس کے لئے معاون اور مددگار ثابت ہوں ان پر عمل شروع کر دیں۔

ہمیشہ وہی لوگ اس دنیا میں کامیاب ہوتے ہیں جن کے ارادے پہاڑ سے بھی زیادہ مضبوط ہوتے ہیں اور وہ اپنے دل و دماغ میں لفظ ناممکن یا مشکل کو کبھی نہیں

آنے دیتے۔

قوت ارادی کے بارے میں فلسفۂ اخلاق کے مصنف مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''ارادہ ایسا ہونا چاہئے کہ جس چیز کی طرف وہ رخ کرے اس کو کر گزرے خواہ کتنے ہی دشوار گزار مرحلے اس کی راہ میں رکاوٹ ڈالیں اور کتنی ہی خوف ناک گھاٹیاں اس کی راہ میں حائل ہوں۔ اور انسان اس درجہ پر پہنچ جائے کہ اپنے رخ سے ہٹنے کو دنیا کی تمام دشواریوں سے زیادہ دشواری اور مصیبتوں سے زیادہ مصیبت سمجھنے لگے۔

یہی وہ ''قوتِ ارادہ'' ہے جو حیاتِ انسانی کی کامرانیوں کا راز اور جلیل القدر انسانوں کی زندگی کا عنوان ہے، جب وہ کسی کام کا ارادہ کر بیٹھتے ہیں تو پھر کوئی طاقت ان کو اس سے ہٹا نہیں سکتی، وہ ہر راہ سے اس کی طرف پیش قدمی کرتے ہیں۔

متنبّی کہتا ہے: ''بڑے کام اور اچھے امور، اچھے اخلاق، عزیمت اور پختگیٔ ارادہ کے بقدر ہی ہوا کرتے ہیں۔ کم ہمت کو چھوٹی چیزیں بڑی معلوم ہوتی ہیں اور بلند ہمت کو بڑے امور بھی آسان اور چھوٹے معلوم ہوتے ہیں۔''

اس لئے آپ کبھی بھی کسی پریشانی کے وقت پریشان نہ ہوں، بل کہ بجائے مایوس ہونے اور دل تنگ کرنے کے اپنی ہمت بلند رکھئے اور محنت کرتے رہئے ان شاء اللہ آپ کو کامیابی ضرور ملے گی۔

سحر خیزی اور چہل قدمی

زیادہ سونے سے دین اور دنیا دونوں کا نقصان ہے، کیوں کہ ہر وقت سونے سے انسان بے کار ہو جاتا ہے، جس طرح زیادہ کھانے پینے سے تکلیف اور بیماریاں

پہنچتی ہیں، اسی طرح زیادہ سونے سے بھی بدن خراب ہو جاتا ہے۔ زندگی کے لمحات بہت قیمتی ہیں انہیں سونے میں برباد نہیں کرنا چاہئے۔ حدیث میں آتا ہے:

"بَاكِرُوْا فِيْ طَلَبِ الرِّزْقِ وَالْحَوَائِجِ، فَاِنَّ الْغُدُوَّ بَرَكَةٌ وَنَجَاحٌ"۔[1]

ترجمہ: "روزی کمانے اور ضرورتوں کے پورا کرنے کے لئے صبح سویرے ان کو انجام دو کیوں کہ صبح میں برکت اور کامیابی ہے۔"

یہ بات مشاہدہ میں آئی ہے کہ صبح ایک گھنٹہ لگا کر جو کام کیا جاتا ہے وہ سارا دن کرتے رہنے سے بھی نہیں ہوتا۔

لہٰذا آپ ہرگز اس بری عادت کو اپنے قریب نہ آنے دیں کہ نہ ہی اس میں دنیا کا فائدہ ہے اور نہ دین کا، بل کہ دونوں کا خسارہ ہے۔

حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیمات میں ارشاد فرمایا: جس نے نمازِ فجر پڑھی وہ فرحت وانبساط سے صبح کرے گا، ورنہ خباثت وسستی اس پر طاری رہے گی۔[2]

صبح سویرے بیدار ہو کر سیر کے لئے جانا بہت سی بیماریوں کا بہترین علاج ہے صحت اور تندرستی کے لئے صبح کی ہوا انتہائی مفید ہے۔ جسمانی بیماریوں کا سب سے مفید اور بہترین علاج صبح کے وقت پیدل چلنا ہے، یہ ایک قوی، صحت بخش غذا اور دوا ہے، صبح بیدار ہو کر سیر کو جانا دل و دماغ کو فرحت دیتا ہے اور رنج کا خاتمہ کرتا ہے۔ صبح کی سیر سے آنکھوں کی بینائی تیز ہوتی ہے، صبح سیر کے لئے جانا سستی کا خاتمہ کرتا ہے، معدہ کے نظام کو درست اور جسم کی نشو ونما کرتا ہے۔

صبح کی تازہ ہوا سے ذہنی صلاحیتوں میں ترقی ہوتی ہے، صبح کی تازہ ہوا خون صاف کرتی ہے، جس پر زندگی کی اساس ہے۔ جس قدر صاف اور تازہ ہوا ہوگی خون

---

[1] کنز العمال، رقم الحدیث: ۹۴۴۵ [2] زاد المعاد

بھی اسی قدر صاف اور صحت مند ہوگا۔[1]

جسم میں خون پھینکنے کا کام دل کے علاوہ کچھ اعصاب بھی نہایت باقاعدگی سے انجام دیتے ہیں اور اگر انہیں دوسرا دل کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا، اس لئے اگر ہم اپنے اس دوسرے دل یعنی اعصابی عمل کو صحت مند رکھیں تو نہ کسی دوا کی ضرورت ہوگی نہ ہسپتال جانے کی۔

اگر انسان چلتا پھرتا رہے تو اس کا وزن بھی حد سے تجاوز نہیں کرے گا۔

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیمات میں عیش کوشی، آرام طلبی کو کبھی دخل نہیں رہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم باوجود سینکڑوں جاں نثاروں کے اپنا کام خود اپنے دستِ مبارک سے انجام دیتے، دودھ دوھ لیتے، کپڑا سی لیتے، خادم کے ساتھ آٹا پیس لیتے، بازار سے سودا خود لادیتے، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عیادت فرماتے، جنازوں میں شرکت فرماتے۔

ان تمام باتوں کا مقصد یہ ہے کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کامیاب طالب علم بنیں، تو اپنے وقت کی حفاظت کریں اور اسے صحیح طریقے سے استعمال کریں، اگر آپ نے دن کی ابتدا سے ہی اس کی کوشش کی اور صبح کے وقت سے فائدہ اٹھایا، تو ان شاء اللہ آپ کے پورے دن میں برکت ہوگی آپ کی صحت بھی اچھی رہے گی اور آپ اپنی پڑھائی میں رفتہ رفتہ ترقی کرتے چلے جائیں گے اور ان شاء اللہ کامیاب طالب علم شمار ہوں گے۔

ٹی وی ایک میٹھا زہر ہے

ٹیلی ویژن سے کیسے بچا جائے؟ کیوں کہ یہ ناقابلِ تلافی دینی و دنیاوی

[1] سیر اور صحت

نقصانات کا باعث ہے مثلاً دینی نقصانات یہ ہیں:

❶ ٹی وی دیکھنے سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہوتی ہے۔
❷ ٹی وی دیکھنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی ناراضگی ہوتی ہے۔
❸ اس میں آخرت کی ذلت بھی ہے۔
❹ قبر کے عذاب کا بھی سبب ہے۔
❺ اس میں نماز کا نقصان ہے۔
❻ اس کی وجہ سے نیک صحبت سے دوری ہو جاتی ہے۔
❼ اس میں فضول خرچی کا بھی گناہ ہے۔
❽ اس میں بدنظری کا بھی گناہ ہے۔
❾ یہ اخلاق کی تباہی کا سبب ہے۔
❿ اس کی وجہ سے فحاشی اور عریانی پھیلتی ہے۔

دنیاوی نقصانات مثلاً:

❶ یہ بچوں کی غلط تربیت کا ایک آلہ ہے۔
❷ اس سے گھر میں بھی بے برکتی ہوتی ہے۔
❸ اس میں وقت کا ضیاع ہے۔
❹ اس کی وجہ سے رزق میں تنگی ہوتی ہے۔
❺ ٹیلی ویژن پر تشدد اور جنس سے متعلق پروگرام بچوں پر تباہ کن اثرات مرتب کرتے ہیں۔
❻ ٹی وی کی شعاعیں نہایت درجہ مہلک اور مادۂ کینسر کی حامل ہیں۔
❼ ٹی وی کی شعاعوں سے آنکھوں کی بینائی پر نہایت مضر اثرات پڑتے ہیں۔
❽ ٹی وی سے جو زہریلے مادے گیسوں کی شکل میں خارج ہوتے ہیں وہ نیوکلیائی تجربہ گاہ میں بم پھٹنے کے بعد پائے جانے والے اثرات سے ۵ گنا زیادہ

خطرناک ہوتے ہیں۔

ٹی وی کے نقصانات ماہرین کی نظر میں

❶ ماہرین کا فیصلہ ہے کہ ایک کمرے میں ٹی وی چل رہا ہو تو ساتھ والے کمرے میں بیٹھنے والے لوگوں کی صحت بھی اس سے متاثر ہوتی ہے۔

❷ جناب ابرار حسین صاحب لکھتے ہیں:

"ٹی وی کی اسکرین کے مضر اثرات آنکھوں پر مرتب ہوتے ہیں۔ انسانی دماغ کے دو حصے ہیں، دایاں حصہ اور بایاں حصہ۔ یہ حصے جسم کے دائیں اور بائیں حصوں کو کنٹرول کرنے کے ساتھ ساتھ کچھ دیگر کام بھی کرتے ہیں۔ دائیں حصہ کا کام سوچ و فکر ہے، جبکہ بائیں حصہ کا کام منطقی اعمال کو کنٹرول کرنا ہے۔"

"ای سی جی" (دل کی دھڑکن کا گراف) کے مشاہدہ سے پتہ چلتا ہے کہ ٹی وی دیکھنے کے دوران انسانی دماغ کا بایاں نصف کرہ قریب قریب کام چھوڑ دیتا ہے، یہ بھی پتہ چلا ہے کہ اس وقت دماغ کے دونوں نصف کروں کے درمیان آپس کا تعلق بھی معطل ہوجاتا ہے۔ دماغی لہریں بھی سست ہوجاتی ہیں۔

زیادہ دیر تک اور زیادہ عرصہ تک ٹی وی دیکھنے سے دماغ کا دایاں نصف کرہ شدید طور پر متاثر ہوسکتا ہے اور خاص کر احتسابی صلاحیتوں کے مفقود ہونے کے خطرات ہیں۔

❸ ......اخبار ٹائمز کے ۱۹۶۴ء کے شمارہ میں ہے:

"بچوں کی بیماریاں اور ان کے ماہر ڈاکٹر نے فضائیہ کی دو چھاؤنیوں میں اس بات کو محسوس کیا کہ اس علاقے میں کام کرنے والے افسران کے بچے جن کی عمر ۳ سال سے ۱۲ سال کے درمیان ہے، ہمیشہ دردسر، بے خوابی، معدہ کی گڑبڑ، قے پیچش اور دیگر بیماریوں میں گھرے رہتے ہیں۔

طبّی نقطۂ نظر سے اس بیماری کی کوئی وجہ معلوم نہ ہوئی، لیکن مکمل طور پر تحقیق کرنے کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ یہ تمام بچے ٹیلی ویژن کے طویل پروگرام دیکھنے کے عادی ہیں اور ہر روز تین گھنٹے سے چار گھنٹے تک ٹی وی پروگرام دیکھتے ہیں۔ ڈاکٹروں نے ان کے لئے صرف یہی علاج متعین کیا کہ ان کو ٹی وی دیکھنے کی اجازت نہ دی جائے، یہ علاج کیا اور مؤثر بھی رہا۔ سر درد، قے، پیچس اور باقی تمام بیماریاں ختم ہوگئیں۔''

اس تمام تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ ٹی وی میں ہر چھوٹے، بڑے کا انہماک سرے سے ہی صحیح نہیں۔ ٹی وی، ٹی بی سے زیادہ مہلک اور تباہ کن ہے، اب کسی سے اوجھل نہیں کہ ٹی وی کے برے اثرات کا ہماری زندگی پر پڑنا لازمی امر ہے۔

تو پھر ہم آج ہی سے بل کہ ابھی سے ہی یہ پکا ارادہ کرلیں کہ خود بھی اس گندگی سے بچیں گے اور اپنے معاشرے کو بھی ٹی وی، وی سی آر وغیرہ جیسی گندگیوں سے جلد از جلد پاک کرنے کے لئے اپنی بھرپور صلاحیتوں کا استعمال کریں گے کیوں کہ اس میں نہ ہی ذہنی فائدہ ہے نہ جسمانی نہ دنیا کا نفع ہے اور نہ ہی آخرت کا، بل کہ اس میں صرف نقصان ہی نقصان ہے۔

چائے نوشی کے نقصانات

چائے ہمارے دیس میں

چائے دراصل ایک سبزی ہے، چین میں اس کا پودا ۹ فٹ لمبا ہوتا ہے، آسام میں پودوں کی بجائے ۲۰ سے ۶۰ فٹ تک درخت پائے جاتے ہیں، کمبوڈیا میں اس کا ۱۶ فٹ کا درخت موجود ہے، کلکتہ کے گرد ونواح اور مشرقی پاکستان میں سلہٹ کی

پہاڑیوں پر خاص طور پر اس کی کاشت کی جاتی ہے۔

پاکستان میں خاص قسم کی چائے استعمال نہیں کی جاتی بل کہ متعدد اقسام کی چائے کو مختلف طریقوں سے تیار کر کے استعمال میں لایا جاتا ہے، لکڑی کا برادہ اور چنے کے چھلکے بھی رگڑ کر اس میں ملا دیئے جاتے ہیں جو سمِ قاتل کی حیثیت رکھتے ہیں اور اس کی تیاری میں بعض ایسے اجزا بھی شامل کر دیئے جاتے ہیں جو آنتوں اور معدہ کے لئے نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں۔

طبّی ماہرین کے نزدیک اس کے ایک کپ میں چار حرارے (کلوریز) ہوتے ہیں اور ساتھ ہی بی کمپلیکس بھی، مگر اس میں نکوٹین ایسڈ کا زہر بھی ہوتا ہے جو انسان کے دل و دماغ کے علاوہ اس کی آنتوں کو خشک کرتا ہے اور ان میں سوزش پیدا کر دیتا ہے۔ کیفین اس کا ایک زہریلا جزو ہے، یہ بھی انسانی آنتوں کے لئے سمِ قاتل کی حیثیت رکھتا ہے، کیفین کا بیشتر حصہ چائے کے پودے کی کونپلوں میں ہوتا ہے، اس کی مقدار چار سے پانچ فیصد تک ہوتی ہے جو چائے کی پتلی ٹہنیوں اور شاخوں سے تیار کی جاتی ہے۔

چائے کا سب سے پہلے استعمال چینیوں نے کیا۔ برِصغیر پاک و ہند میں اسے انگریزوں نے اپنے دورِ اقتدار میں رواج دیا، آسام اور مشرقی پاکستان کے علاقوں کے باغات ان کی ملکیت تھے اور وہ انہیں تجارتی بنیادوں پر فروغ دینا چاہتے تھے۔

۱۷۱۵ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے اس کی تشہیر کے لئے بھر پور محنت کی یہاں تک ۱۸۳۹ء تک یہ برِصغیر سے برآمد بھی کی جانے لگی، اس طرح جہاں اس سے انگریزوں کو مالی منفعت حاصل ہوئی وہاں انہوں نے ہندوستانیوں کو بھی اس کا عادی بنا کر خاصی دولت کمائی۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ۱۹۲۵ء تک متحدہ ہندوستان کے لوگ چائے کے عادی نہ تھے اور انہیں اس سے کوئی دل چسپی نہ تھی، مکھن کے ساتھ دودھ، لسی جیسے

مقوی مشروبات استعمال کرتے تھے، اسی لئے صحت قابلِ رشک ہوا کرتی تھی، لیکن شاید یہی بات انگریزوں کو گوارہ نہ تھی۔

چناں چہ انہوں نے اپنے چائے کے باغات اگانے سے زیادہ زور اس پر لگایا کہ ایک ٹی پروسس بورڈ قائم کیا جائے۔ چائے کو رِواج دینے کے لئے ہندوستان کے صنعتی شہروں میں محنت کش آبادی کو چائے کا عادی بنانے کے لئے ایک منظم پروگرام پر عمل درآمد کیا گیا۔ ان آبادیوں میں انگریزوں کے مقرر کردہ کارندے چائے کے گشتی اسٹال لگاتے اور گلی گلی پھر کر دودھ، شکر ملا کر ہر ایک کو مفت چائے پیش کرتے۔ چناں چہ یہ اسکیم بہت زیادہ کامیاب ہوئی۔

مزدور اور ان کے بچوں کے علاوہ دوسری آبادی ان پھیری والوں کا انتظار کرتی، خواتین کے لئے گھروں میں چائے کے پیکٹ پھینکے جاتے، اسی طرح چائے گھر گھر پہنچانے کے لئے ان دنوں ایک نیا نعرہ بھی ایجاد ہوا، جو کہ بڑا مشہور ہوا:

''گرمیوں میں گرم چائے ٹھنڈک پہنچاتی ہے۔''

اس کے پوسٹر لگائے گئے، اخبارات میں بڑے بڑے اشتہارات شائع کرائے گئے، غرض چائے کو قبولیتِ عامہ کی سند دلانے کے لئے ہر حربہ استعمال کیا گیا، لوگ جوق در جوق چائے کے اسٹالوں پر آنے لگے اور مفت کی چائے کا انتظار کرنے لگے۔ دوسری طرف گشتی اسٹالوں کی تعداد بھی رفتہ رفتہ کم کی جانے لگی اور اس کی جگہ چائے کے ہوٹل کھلنے لگے۔

چناں چہ جب لوگوں کو انتظار کے بعد گشتی اسٹالوں سے مایوسی ہوجاتی تو وہ ہوٹلوں اور دکانوں کا رخ کرتے اور اس طرح چائے خرید کر پینے کا سلسلہ چل نکلا۔ پھر بھی قیامِ پاکستان سے قبل اس کا اتنا رواج نہ ہوا تھا، اور اسے گھر میں استعمال ہونے والے مشروبات میں کوئی خاص مقام حاصل نہ تھا۔ مہمانوں کی تواضع لسی اور دودھ سے ہوا کرتی تھی، لیکن اس چائے نے مختلف منازل طے کرنے کے بعد آج

سارے معاشرہ میں مشروبات سے بڑھ کر ایک غذائی حیثیت بھی حاصل کرلی ہے۔

کافی اور چائے

کافی اور چائے کا تعلق ایک ہی خاندان سے ہے کافی دراصل ایک پودے کا بیج ہے، ان بیجوں کو بھون کر پیس لیتے ہیں اور یہ سفوف (پاؤڈر) گرم پانی میں ڈال کر تھوڑا سا جوش دینے کے بعد استعمال کرتے ہیں۔

اکثر نامور طبیبوں نے چائے کی طرح کافی کو بھی پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھا بل کہ ایک حد تک اس کی برائی کی ہے اور سچ یہ کہ ان کے دلائل میں معقولیت کے ساتھ وزن بھی پایا جاتا ہے۔

کافی میں ٹینک ایسڈ کی مانند ایک قابض جزو موجود ہے جو مقدار میں پانچ فیصد ہوتا ہے، اس کے علاوہ اس میں ایک لطیف وخوشبودار جزو بھی ہے، جو خشک کرنے اور بھوننے کے بعد ظاہر ہوتا ہے اور ایک قلمی جوہر بھی، جس کا اصطلاحی نام ''قہوہ'' ہے یہ جوہر کافی سے جدا کیا جاسکتا ہے اور اس کا تجربہ کرنے سے معلوم ہوا ہے کہ وہ ایسا خطرناک زہر ہے جو انسان اور حیوان کو فی الفور ہلاک کرسکتا ہے۔ تجربات یہ بتاتے ہیں کہ چائے اور کافی کا جوشاندہ درحقیقت زہریلا ہوتا ہے۔

چائے کے نقصانات

۱ ...... معدہ اور ہاضمہ خراب ہوجاتا ہے۔
۲ ...... آنتوں کو بیماریاں گھیر لیتی ہیں۔
۳ ...... دل کی دھڑکن تیز ہوکر اختلاج کی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے۔
۴ ...... اس سے اعصاب کمزور ہوجاتے ہیں۔
۵ ...... مثانہ کمزور ہوجاتا ہے اور بار بار پیشاب آنے کی شکایت ہوجاتی ہے۔
۶ ...... معدہ سست ہوجاتا ہے، بھوک نہیں لگتی اور جو کچھ کھایا جاتا ہے وہ اچھی

طرح ہضم بھی نہیں ہوتا۔

۷ ...... خون کو خراب کرتی ہے اور نیند کو کم کر کے بے خوابی کی شکایت پیدا کرتی ہے۔

۸ ...... محرک اثرات کی وجہ سے چائے قوتِ مردانگی کو کمزور، منی کو خراب اور جریان، احتلام، سرعتِ انزال کی شکایت بھی پیدا کرتی ہے۔

۹ ......اس سے دماغ اور آنکھوں کی بینائی پر اثر پڑتا ہے۔

۱۰ ......زیادہ چائے پینے والے افراد میں خون کی کمی ہوجاتی ہے۔

۱۱ ......زیادہ چائے کے استعمال سے بدن کی رگیں موٹی ہوکر ابھر آتی ہیں۔

۱۲ ...... چائے کے بکثرت استعمال سے گیس، بلڈ پریشر جیسے موذی امراض بھی پیدا ہوجاتے ہیں۔

۱۳ ......خونی بواسیر کے مریضوں کے لئے از حد نقصان دہ ہے۔

۱۴ ...... چائے جگر کو خراب کرتی ہے۔

۱۵ ......سوزاک پیدا کرتی ہے۔

۱۶ ......عورتوں میں لیکوریا کی شکایت ہوجاتی ہے۔

چائے کے متعلق محققین کی رائے

چائے میں تھلیئین چائے کا جوہر البیومن، ڈیکسٹرین، ٹے نین اور معدنی ونباتاتی اجزاء وغیرہ پائے جاتے ہیں۔ تھلیئین اور ٹے نین اس کے جزوِ مؤثر ہیں۔ چائے کے زیادہ اور مسلسل استعمال سے جب تھلیئین زیادہ مقدار میں جسم میں پہنچتا ہے تو طرح طرح کے امراض کا پیش خیمہ بن جاتا ہے۔

۱ فرانس کے ایک مشہور ڈاکٹر موسیو الیوی نے تجربات کی بناء پر لکھا ہے:

"جو لوگ چائے بکثرت پیتے ہیں ان کی دماغی قوتوں میں خرابی پیدا

ہوجاتی ہے۔ دماغ کی نازک رگیں کمزور اور قوتِ سامعہ ضعیف ہوجاتی ہے۔ کانوں میں مختلف قسم کی آوازیں پیدا ہونے لگتی ہیں، دل دھڑکنے لگتا ہے، دماغ میں اشتعالی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے، چہرے کا رنگ زرد ہوجاتا ہے، چائے کے کثرت استعمال سے ہاضمہ کمزور ہوجاتا ہے۔ جریان، احتلام اور سرعتِ انزال کی بیماری ہوجاتی ہے۔"

❷ ڈاکٹر بلارڈ نے کہا: "چائے سے بھوک کا زائل ہوجانا، بدہضمی، اختلاجِ قلب ذکاوتِ عصبی، درد اور ہسٹیریا کے دورے وغیرہ عواض کا ہونا قدرتی ہے۔"[1]

چائے بنانے کا صحیح طبّی طریقہ

چائے بنانے کا درست اور صحیح طریقہ یہ ہے کہ پہلے سادہ پانی کسی برتن میں اُبال لیں، اس کے بعد ایک اور برتن لے کر اسے آگ پر اچھی طرح گرم کرلیں، خیال رہے کہ اس برتن میں چائے تیار کی جائے گی، اور اس میں چائے کی خشک پتی ڈال دیں، اب کھولتا ہوا پانی ڈالیں اور برتن پر کوئی تہ کیا ہوا کپڑا ڈھک دیں۔ اس طرح چائے کو صرف ۵ منٹ تک بھیگا رہنے دیں، اس کے بعد چھان کر استعال کریں، اگر چائے کی پتی ۵ منٹ سے زیادہ بھگوئی جائے گی تو اس میں چائے کا کسیلا اور مضرِ صحت جز "ٹے نین" زیادہ مقدار میں شامل ہوجائے گا۔

چائے کو پانی میں ڈال کر اُبالنا یا پکانا غلط طریقہ ہے، ایسی چائے صحت کو نقصان پہنچاتی ہے۔ چائے میں غذائیت نہیں، لیکن شکر اور دودھ شامل کرنے سے اس میں خفیف سی غذائیت آجاتی ہے، دودھ اس کے ٹے نین کی مضرت کو بھی کم کرتا ہے، کیوں کہ دودھ اس جزو کو پانی میں حل ہونے سے روکتا ہے۔

جب ڈیڑھ تولہ چائے ایک سیر پانی میں دم کی جاتی ہے تو یہ ہلکی چائے کہلاتی

[1] بحوالہ غذاؤں سے علاج: صفحہ ۲۱۷

ہے اور جب ۳ تولہ چائے کو ایک سیر پانی میں شامل کیا جاتا ہے تو یہ متوسط یا درمیانی چائے کہلاتی ہے۔ حتی الامکان ہلکی یا متوسط چائے پینی چاہئے اور تیز چائے سے اجتناب کرنا چاہئے۔

خلاصہ یہ کہ چائے سے دوری بھلی، اگر پینی ہو تو اسے خالص دودھ میں تیار کریں، تھوڑا سا پانی ملائیں تو کوئی حرج نہیں، وہ بھی دن میں ایک یا دو پیالیاں اور بس۔

نسیان اور قوتِ حافظہ

نسیان ایک ایسا مرض ہے جس میں انسان وہ باتیں بھول جاتا ہے جو پہلے یاد تھیں اور نئی باتیں بھی یاد نہیں رہتیں، یا بوقت ضرورت دوبارہ پورے طور پر یاد کر کے صحیح طریقے سے ترتیب نہیں دے سکتا اور دماغ پر زور دے کر ان سے کوئی صحیح نتیجہ برآمد نہیں کرسکتا۔ اس مرض کا ظاہری سبب یہ ہے کہ رطوبت کی زیادتی سے دماغ نرم پڑ جاتا ہے، یا رطوبت کی کمی سے سخت پڑ جاتا ہے، تو یہ مرض پیدا ہو جاتا ہے۔

نسیان کا سبب

اس مرض کا ایک سبب یہ ہے کہ انسان گناہوں میں مشغول رہے اور توبہ نہ کرے یعنی کثرتِ گناہوں کی وجہ سے بھی نسیان پیدا ہو جاتا ہے۔

❊ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقولہ ہے کہ گناہ کرنے سے آدمی وہ علم بھی بھول جاتا ہے جو حاصل کر چکا ہے۔

❊ ...... حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مشہور مقولہ ہے کہ انہوں نے اپنے استاد حضرت وکیع رحمہ اللہ تعالیٰ سے اپنے حافظہ کی خرابی کی شکایت کی ان کے استاد

محترم امام وکیع رحمہ اللہ تعالیٰ نے انہیں گناہوں سے بچنے کی تلقین کی۔

اس سوال و جواب کو امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اشعار میں یوں بیان فرمایا:

شَكَوْتُ اِلٰى وَكِيْعٍ سُوْءَ حِفْظِيْ فَاَوْصَانِيْ اِلٰى تَرْكِ الْمَعَاصِيْ

فَاِنَّ الْعِلْمَ نُوْرٌ مِنْ اِلٰهٖ وَنُوْرُاللّٰهِ لَايُعْطٰى لِعَاصِيْ

ترجمہ: ''میں نے حضرت وکیع رحمہ اللہ تعالیٰ سے اپنے حافظہ کی خرابی کی شکایت کی، انہوں نے مجھے گناہ چھوڑنے کی وصیت فرمائی اس لئے کہ علم اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اللہ تعالیٰ کا فضل کسی گناہگار اور نافرمان کو عطا نہیں کیا جاتا۔''

ان اشیاء کے استعمال سے حافظہ قوی ہوگا

حکماء فرماتے ہیں ان چیزوں کو زیادہ استعمال کرو، حافظہ مضبوط ہوگا۔

۱ بکری کا گوشت ۲ کلیجی
۳ دودھ ۴ مکھن
۵ مرغ کا شوربہ ۶ چنے کا شوربہ
۷ پالک ۸ ٹینڈے
۹ کدو ۱۰ لوکی
۱۱ توری ۱۲ گاجر
۱۳ شلجم ۱۴ آم
۱۵ میٹھے سیب ۱۶ بادام
۱۷ شہد ۱۸ نہار منہ کشمش کھانا

یہ تو حافظہ قوی کرنے والی اشیاء ہیں، اب ذیل میں حافظہ مضبوط کرنے والے اعمال ذکر کئے جاتے ہیں۔

1. نماز کی پابندی کرنا
2. کثرت سے روزہ رکھنا
3. تلاوتِ قرآن کریم کی کثرت کرنا
4. صلوٰۃ اللیل ادا کرنا
5. قرآنِ کریم دیکھ کر پڑھنا
6. ہمیشہ مسواک کرنا
7. ہر چھوٹے بڑے گناہ سے بچنا۔

نسیان[1] کا نبوی علاج

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر تھے اسی دوران حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے، انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے باپ اور ماں آپ پر قربان ہوں، میرے سینے سے قرآن نکل جاتا ہے، جو یاد کرتا ہوں وہ محفوظ نہیں رہتا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے ابوالحسن! کیا میں تمہیں چند ایسے کلمات نہ سکھادوں جنہیں پڑھنے سے تمہیں فائدہ ہوگا اور جن لوگوں کو تم سکھا دو گے انہیں بھی فائدہ ہوگا اور تمام سیکھی ہوئی چیز تمہارے سینے میں محفوظ ہوجائیں گی؟

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: جی ہاں، اے اللہ کے رسول! مجھے ضرور سکھا دیجیے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جب جمعہ کی رات آئے تو اگر تم سے ہوسکے تو رات کے آخری تہائی حصہ میں بیدار ہوجاؤ، کیوں کہ وہ فرشتوں کے حاضر ہونے کا وقت ہے اس وقت دعا قبول ہوتی ہے اور اسی وقت کے بارے میں میرے بھائی یعقوب علیہ السلام نے اپنے

[1] نوٹ: اگر نسیان کے موضوع پر مزید تفصیل دیکھنی ہو تو بندہ ناچیز کی اس پر ایک مدلل و مفصل کتاب بنام ''انسان اور بھول'' ہے (ناشر درخواستی کتب خانہ علامہ بنوری ٹاؤن۔ کراچی) تفصیل اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں۔

لڑکوں سے کہا تھا: عنقریب میں تمہارے لئے اپنے رب سے مغفرت طلب کروں گا۔

اگر رات کے آخری تہائی حصہ میں نہ اٹھ سکو تو رات کے وسط میں بیدار ہو جاؤ اور اگر رات کے وسط میں بھی نہ اٹھ سکو تو اوّل شب ہی کھڑے ہو کر چار رکعت نماز پڑھو۔

1. پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ یٰسین پڑھو۔
2. دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ دُخان پڑھو۔
3. تیسری رکعت میں سورۂ فاتحہ اور الم السجدہ پڑھو۔
4. چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ تبارک الذی پڑھو۔

تشہد سے فارغ ہونے کے بعد اچھی طرح اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرو، مجھ پر اور سارے انبیاء پر درود بھیجو، اہل ایمان مردوں عورتوں اور وفات شدہ مؤمن بھائیوں کے لئے استغفار کرو، پھر آخر میں یہ دعا مانگو:

﴿اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِيْ بِتَرْكِ الْمَعَاصِيْ اَبَدًا مَّا اَبْقَيْتَنِيْ وَارْحَمْنِيْ اَنْ اَتَكَلَّفَ مَالَا يَعْنِيْنِيْ وَارْزُقْنِيْ حُسْنَ النَّظْرِ فِيْمَا يُرْضِيْكَ عَنِّيْ، اَللّٰهُمَّ بَدِيْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ذَاالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ وَالْعِزَّةِ الَّتِيْ لَاتُرَامُ اَسْئَلُكَ يَا اَللّٰهُ يَارَحْمٰنُ بِجَلَالِكَ وَنُوْرِ وَجْهِكَ اَنْ تُلْزِمَ قَلْبِيْ حِفْظَ كِتَابِكَ كَمَا عَلَّمْتَنِيْ وَارْزُقْنِيْ اَنْ اَقْرَأَهٗ عَلَى النَّحْوِ الَّذِيْ يُرْضِيْكَ عَنِّيْ، اَللّٰهُمَّ بَدِيْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ذَاالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ وَالْعِزَّةِ الَّتِيْ لَاتُرَامُ اَسْئَلُكَ يَااَللّٰهُ يَارَحْمٰنُ بِجَلَالِكَ وَنُوْرِ وَجْهِكَ اَنْ تُنَوِّرَ بِكِتَابِكَ بَصَرِيْ وَاَنْ تُطْلِقَ بِهٖ لِسَانِيْ وَاَنْ تُفَرِّجَ بِهٖ عَنْ قَلْبِيْ وَاَنْ تَشْرَحَ بِهٖ صَدْرِيْ

وَاَنْ تَغْسِلَ بِهٖ بَدَنِیْ، فَاِنَّهٗ لَایُعِیْنُنِیْ عَلَی الْحَقِّ غَیْرُكَ وَلَایُؤْتِیْهِ اِلَّا اَنْتَ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ﴾[1]

ترجمہ: ''اے الہ العالمین مجھ پر رحم فرما کہ جب تک میں زندہ ہوں گناہوں سے بچتا رہوں اور مجھ پر رحم فرما کہ میں بے کار چیزوں میں کلفت نہ اٹھاؤں، اور اپنی مرضیات میں خوش نظری مرحمت فرما۔ اے اللہ! زمین اور آسمان کے بے نمونہ پیدا کرنے والے، اے عظمت اور بزرگی والے اور اس غلبہ یا عزت کے مالک جس کے حصول کا ارادہ بھی ناممکن ہے، اے اللہ! اے رحمٰن! میں تیری بزرگی اور تیری ذات کے نور کے طفیل تجھ سے مانگتا ہوں کہ جس طرح تو نے اپنا کلام پاک مجھے سکھا دیا اسی طرح اس کی یاد بھی میرے دل سے چسپاں کر دے اور مجھے توفیق عطا فرما کہ میں اس کو اس طرح پڑھوں جس سے تو راضی ہو جائے، اے اللہ! زمین اور آسمانوں کے بے نمونہ پیدا کرنے والے، اے عظمت بزرگی والے اور اس غلبہ یا عزت کے مالک، جس کے حصول کا ارادہ بھی ناممکن ہے، اے اللہ! اے رحمٰن! میں تیری بزرگی اور تیری ذات کے نور کے طفیل تجھ سے مانگتا ہوں کہ تو میری نظر کو اپنی کتاب کے نور سے منور کر دے اور میری زبان کو اس پر جاری کر دے، اور میرے سینے کو کھول دے اور اس کی برکت سے میرے جسم کے گناہوں کا میل دھو دے کہ حق پر تیرے سوا میرا کوئی مددگار نہیں اور تیرے سوا میری یہ آرزو کوئی پوری نہیں کر سکتا اور گناہوں سے بچنا یا عبادت پر قدرت نہیں ہو سکتی مگر اللہ برتر و بزرگی والے کی مدد سے۔''

[1] ترمذی، اَبْوَابُ الدَّعْوَاتِ، بَابٌ فِی دُعَاءِ الْحِفْظِ: ۱۹۷/۲

قوتِ حافظہ کے لئے یہ مختصر دعا بھی ہر فرض نماز کے بعد مانگیں:

"اَللّٰهُمَّ نَوِّرْ قَلْبِیْ وَزِدْ قُوَّةَ سَمْعِیْ وَبَصَرِیْ وَحِفْظِیْ."

ترجمہ: "اے اللہ میرے دل کو روشن کر اور میری قوتِ سامعہ، قوتِ باصرہ اور قوتِ حافظہ کو زیادہ فرما۔"

حافظہ قوی کرنے کے نسخے

❶ کلونجی: حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر کلونجی کے اکیس دانے لے کر اور کپڑے میں باندھ کر پانی میں جوش دے کر پہلے روز دائیں نتھنے میں دو قطرے ٹپکائے، اور پھر بائیں میں ایک قطرہ، اسی طرح تین روز تک جو شخص یہ عمل کرے گا تو دماغ کے امراض سے محفوظ رہے گا۔[1]

❷ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کا نسخہ: حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں (بغرض علاج) حاضر ہونے والے اصحاب میں زیادہ تر وہ اصحاب تھے، جن کے دماغ ضعیف ہوچکے تھے یا ہوتے جاتے تھے، یعنی طلباء وعلماء کی جماعت جن کے دماغ میں مشغلہ درس و تدریس اور شبانہ روز مصروفیتِ تعلیم وتعلّم کے باعث اس قدر ضعف لاحق ہوتا تھا کہ ہر وقت سر میں درد رہتا، بصارت کمزور ہوجاتی، بھوک کی خواہش کم پڑجاتی، اور دماغی محنت و کمزوری کے سبب طرح طرح کے امراض پیدا ہونے لگتے تھے۔

اسی طرح ذاکر، شاغل طالبین کے گروہ کو بھی یہ شکایت تھی کہ نیند کم کرنے اور ذکر بالجہر یا قوتِ خیالیہ فکریہ سے رات دن کام لینے کے بعد دماغ میں ضعف آجاتا اور خشکی غالب ہوجاتی تھی۔

اس لئے آپ ان دونوں فریق کے لئے تقویتِ دماغ کا یہ نسخہ تجویز فرماتے

---

[1] طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

تھے اور خود بھی استعمال فرمایا کرتے تھے۔

''سیر بھر دھنیا اور سیر بھر گیہوں (گندم) لے کر علیحدہ علیحدہ بھاڑ میں بھنوالے اور چکی میں پسوانے کے بعد دونوں کو ہم وزن کر کے ملا لے اس میں ہر ایک سے نصف وزن یعنی آدھا سیر خشخاش کچی پیس کر ملالے، اور تین پاؤ مصری میں تینوں اجزا کا قوام کر کے چار چار تولہ کے لڈو باندھ لے، روزانہ صبح کے وقت ایک لڈو کھالیا کرے۔''[1]

❸ آبِ زم زم: کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج کے ڈاکٹر غلام رسول قریشی کے تجزیئے کے مطابق آب زم زم میں دیگر عناصر کے علاوہ مینگنیز، جست، گندھک آکسیجن مرکب سلفیٹ اور سوڈیم ملتے ہیں جو کہ خون کی کمی کو دور کرتے، دماغ کو تیز کرتے اور ہاضمہ کی اصلاح کرتے ہیں، باقاعدگی سے آب زم زم کے استعمال سے حافظہ بہت بہتر ہو جاتا ہے۔[2]

❹ (الف) بادام: ایک پاؤ بادام لے کر اس کا چھلکا اتار لیں، چھلکا اتارنے کا طریقہ یہ ہے کہ رات بھر کسی برتن کے اندر پانی میں بھگو کر رکھ دیں، صبح نرم ہو جانے پر بادام پر چڑھی کتھئی پرت بآسانی اتر جائے گی، بادام کے سفید چمکدار دانے برآمد ہوں گے اب بادام کو شیشے کی بوتل میں ڈال دیں، اوپر سے اس بوتل میں آدھا کلو خالص شہد بادام کے ساتھ بھر دیں، بوتل کو دن رات چالیس روز تک کھلے آسمان کے نیچے رکھیں، چالیس روز پورے ہونے پر اس بوتل میں سے ایک دانہ بادام ایک چمچ شہد کے ہمراہ لے کر اس پر سورۂ کوثر ایک بار پڑھ کر دم کرلیں اور کھالیں، ان شاء اللہ حافظہ قوی ہوگا۔

(ب) دس دانے بادام پیس کر شہد میں ملا کر چاٹے جائیں اور اوپر سے نیم گرم دودھ

---

[1] تذکرۃ الرشید: مولانا عاشق الٰہی میرٹھی اسباب ذہانت

[2] ماہنامہ نفسیات اور زندگی کراچی جنوری ۱۹۹۴ء

پیا جائے تو تمام دماغی صلاحیتیں روشن ہوجاتی ہیں، دماغ تروتازہ ہوجاتا ہے، حافظہ تیز ہوجاتا ہے۔[1]

❺ (الف) سونف: ۲۵۰ گرام نئی سونف صاف کر کے اس میں میٹھے تازہ بادام ۱۲۵ گرام کالی مرچ ۱۰۰ گرام، اور دونوں کے برابر چینی شامل کر کے گرائنڈر میں پیس کر محفوظ کرلیں۔

روزانہ صبح ۲ چائے کے چمچ یہ سفوف کھا کر اوپر سے دودھ پی لیں، اسی طرح سوتے وقت بھی استعمال کریں، تقویتِ دماغ اور نظر کا یہ ایک آزمودہ نسخہ ہے۔

(ب) اصلی گھی ایک کلو میں تازہ سونف کوٹ کر اس کا رس شامل کر کے ہلکی آنچ پر پکائیں اور رس جلنے کے بعد یہ گھی روزانہ صبح دودھ میں شامل کر کے کھائیں، یہ گھی دماغ اور نظر کو طاقت بخشتا ہے...... ۱۰ گرام اس گھی میں چینی ملا کر بھی کھا سکتے ہیں تازہ سونف نہ ملنے کی صورت میں خشک سونف آدھا کلو کو پانی کے ساتھ پیس کر گھی میں شامل کر کے پکائیں اور استعمال کریں۔

❻ مناسب غذا: دماغی محنت کرنے والوں کو غذا کے معاملے میں خاص طور پر محتاط رہنا چاہئے، ذہنی کاوش کا قاعدہ ہے کہ یہ ہمارے قوائے دماغی اور قوتِ جسمانی پر بڑا بوجھ ڈالتی ہے، اس پر ہماری قوتوں کا بہت سا زور صرف ہوجاتا ہے، یہ زورِ قوت بالآخر ایسی چیز سے پیدا ہوتا ہے جس کا نام غذا ہے۔

ایک اہم بات یہ ہے کہ دماغی محنت کرنے والے اپنے وقت کا بیشتر حصہ بیٹھ کر گزارتے ہیں، اس سے آلاتِ ہضم کمزور ہوجاتے ہیں، اس لئے یہ بات ضروری ہے کہ دماغی کام کرنے والے احباب جسمانی مشقت کرنے والے دوستوں سے کم مقدار میں غذا کھائیں، لیکن غذائیت کی ضرورت ان ہر دو کو یکساں ہوتی ہے، بل کہ دماغی کام کرنے والوں کو جسمانی مشقت کرنے والوں سے زیادہ ہوتی ہے، تاہم

---

[1] شہد سے علاج۔ اقبال آرزو

یہاں یہ بات پیش نظر رہنی چاہئے کہ ایسی غذا استعمال کی جائے جس کی معمولی مقدار قوائے جسمانی و دماغی کی بحالی کے لئے کافی ہو۔

طبّی اصطلاح میں یوں کہئے کہ کھانا مقدار میں کم ہو لیکن اس کی غذائی قوت زیادہ ہو، اگر کھانا اس طرح پکایا جائے کہ اس کی غذائیت کم ہو جائے ہضم میں تکلیف دے ہو تو یہ بات دماغی محنت کرنے والوں کے حق میں بہت نقصان دہ ہے۔[1]

۷ **حافظہ کی تقویت کے تین اصول:** جرمن ماہر نفسیات ''یادداشت کی صلاحیت کیسے بڑھائی جائے'' میں لکھتے ہیں: ''نوجوانوں میں قوت حافظہ کی تربیت اور تقویت مختصر عرصہ میں کسی جادو کے طریقے پر پیدا نہیں کی جاسکتی، بل کہ ایک طویل مدت تک مستقل طریقہ پر مشق کرنی پڑتی ہے تاکہ مطلوبہ نتائج حاصل ہوسکیں اس سلسلہ میں تین اصول بڑے کارآمد ثابت ہوسکتے ہیں۔

- ......متواتر مطالعہ
- ......سوچ سمجھ کر پڑھنا
- ...... پورے اعتماد سے سیکھنا یا پڑھنا۔[2]

وضاحت: بزرگوں نے حافظہ کی تقویت کے لئے ایک جامع اصول یہ بتلایا ہے کہ گناہوں سے بچا جائے خصوصاً بدنگاہی سے بچا جائے، جو اپنی نگاہ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں سے نہیں بچاتا اس کا حافظہ کمزور ہو جاتا ہے نگاہ کی حفاظت کے لئے مکتبہ الشیخ بہادرآباد کراچی کے مکتبہ کا رسالہ بدنظری کا علاج مطالعہ مفید رہے گا۔

طلباء کے لئے مزید راہ نما اصول

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

[1] عمل اور میدان عمل　　[2] روزنامہ جنگ، جنوری ۱۹۸۷ء

❶ ...... حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا واقعہ ہے کہ ایک طالبِ علم آپ کا مہمان ہوا، رات کو سونے کے وقت آپ نے اس کے پاس لوٹے میں پانی بھر کر رکھ دیا، صبح کو جب آپ وہاں تشریف لائے تو دیکھا کہ لوٹے میں پانی اسی طرح رکھا ہے، تب آپ نے اس مہمان طالبِ علم سے فرمایا کہ:

میں نے لوٹے میں پانی بھر کر اس لئے رکھ دیا تھا کہ تم تہجد کے لئے اٹھو گے تو تم کو وضو کے لئے پانی تلاش کرنے میں دقت نہ ہو، مگر میں نے دیکھا کہ پانی اسی طرح رکھا ہے، معلوم ہوتا ہے تم تہجد کے پابند نہیں، بہت افسوس کی بات ہے۔ طالب علموں کو اس کا زیادہ خیال رکھنا چاہئے، اگر طلبہ اور علماء ہی پابند نہ ہوں گے تو اور کون ہوگا؟[1]

❷ ...... بعض طلبہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ابھی تو ہمارا زمانہ تحصیلِ علم کا ہے، اس زمانہ میں عمل کی چنداں ضرورت نہیں بعد فراغت عمل بھی کر لیں گے، یہ سراسر شیطانی دھوکہ ہے۔ نصوص نے طلبہ اور علماء میں وجوبِ احکام میں کہیں فرق نہیں کیا پھر اس خیال کی گنجائش کب ہوسکتی ہے؟[2]

❸ ...... طالب علمی کے زمانہ میں کسی دوسری طرف متوجہ ہونا تعلیم کو برباد کرنا ہے طالب علم کے لئے جمعیتِ قلب اور یکسوئی ضروری چیز ہے، اس کے برباد ہونے سے تعلیم برباد ہو جاتی ہے۔[3]

❹ ...... میری رائے ہے کہ کسی تحریک میں بھی طالب علموں کو شرکت کی اجازت نہ ہونی چاہئے، اس میں سخت مضرت ہے آئندہ کے لئے۔[4]

❺ ...... میں نے کبھی اپنے زیرِ اثر طلبہ کے لئے انجمن بنانے کو جائز نہیں رکھا بل کہ ہمیشہ ایسے جلسوں میں شرکت سے روکتا رہا۔ تقریروں میں مشغول ہونے کا

---

[1] بزم جمشید: صفحہ ۳۸ [2] حقوق العلم: صفحہ ۳۳

[3] الافاضات: ص ۳۲۸ [4] الافاضات: ص ۷

ادنیٰ مفسدہ یہ ہے کہ علوم میں اشتغال کم ہوجاتا ہے، ایک ہفتہ قبل کوئی مضمون تقریر کے لئے تجویز کردیا جاتا ہے، ہفتہ بھراس کی تیاری میں رہتے ہیں، نہ مطالعہ ہے، نہ سبق میں حاضری کی پابندی، نہ حاضری کے وقت استاد کی تقریر کی طرف توجہ، نہ بعد میں نظر ثانی، نہ تکرار۔

ایک بار مجھ سے درخواست کی گئی کہ جمعرات کو کچھ تقریریں کیا کریں، میں نے اس صورت سے منظور کیا کہ اپنی درسی کتابوں کو ہاتھ میں لے کر کھڑے ہوجاؤ اور ان کے مضامین کی تقریر کردو، مقصود بھی حاصل ہوجائے گا اور مفاسد سے بھی محفوظ رہیں گے۔

اور اس سے جو غرض ہے وہ اپنے تجربہ سے لکھتا ہوں کہ علومِ درسیہ میں استعداد بدرجہ اکمل حاصل ہوجاتی ہے، چنانچہ پہلے زمانے کی سادہ تعلیم حاصل کئے ہوئے اس وقت سب کام اس وقت کے نئے لوگوں سے اچھا کر رہے ہیں۔ تصنیف بھی، تدریس بھی، تقریر بھی مناظرہ بھی۔ [1]

❻ ......"اے طالب علمو!" اپنی اصلاح کی فکر کرو، بے فکری بہت بری شئے ہے اس سے گناہ بڑھتے چلے جاتے ہیں اور گناہ کے بڑھنے سے دل بے حس ہوجاتا ہے پھر اچھے برے کی تمیز بھی نہیں رہتی، اس لئے ہر وقت اپنے نفس کی دیکھ بھال اور نگرانی میں لگے رہنا چاہئے۔ یہ نفس کم بخت ہر رنگ میں مارتا ہے، حتیٰ کہ دیندار کو دنیا میں دین کا رنگ دکھا کر مبتلا کردیتا ہے، بہرحال سخت ضرورت ہے نگرانی کی، کسی کو بھی بے فکر نہ ہونا چاہئے۔ [2]

❼ ...... معاصی سے اجتناب کرو، اس سے خود بخود فہم و عقل میں نورانیت پیدا ہوگی، جو لوگ بک بک کرتے ہیں ان کی فہم و عقل برباد ہوجاتی ہے، معاصی سے ادھر ادھر دیکھنے بھالنے سے حواس منتشر ہوکر عقل خراب ہوجاتی ہے، مشاہدہ کی بات

[1] قند دیوبند [2] الافاضات: ۱۱۵/۲

ہے۔[1]

۸ ...... طالبان علم کہلانے والوں میں ایک قسم کے لوگ وہ بھی ہیں جو یوں چاہتے ہیں کہ ہم کو کچھ کرنا بھی نہ پڑے اور عالم ہوجائیں، اس کی ترکیب انہوں نے یہ نکالی کہ مدرسہ میں داخل ہوکر کسی جماعت میں شریک ہوگئے، پھر دس بارہ دن یا کم وبیش کو غائب ہوگئے، نہ مطالعہ ہے نہ تکرار ہے، نہ سبق کے وقت توجہ ہے، بس جماعت نے کتاب ختم کرلی تو ان کی بھی ختم شمار ہوگئی، درسیات سے فارغ ہوگئے۔ تو یاد رکھو یہ کوئی طالب علمی نہیں، اس طرح علم نہیں آیا کرتا۔[2]

۹ ...... یہ بھی ایک مرض ہوگیا ہے کہ طلبہ لوگ کتابوں کے ختم کرنے کو اصل کام سمجھتے ہیں، اگرچہ سماعت ہی سے ہو اور کتاب کی عبارت ایک دن بھی نہ پڑھنا پڑے۔ اور اب تو بعضوں کی یہ حالت سنی ہے کہ سبق میں بھی شریک ہیں مگر اس کی خبر نہیں کہ سبق کہاں ہو رہا ہے اور کس مسئلہ کی تقریر ہو رہی ہے۔[3]

۱۰ ...... مدارس میں ایسے طلبہ موجود ہیں جو برائے نام اسباق میں آجاتے ہیں مگر اندرونی طور پر عالم فاضل وغیرہ کے کورس سے (اس لئے) دلچسپی رکھتے ہیں تاکہ سرکاری نوکری مل سکے، اس لئے امتحانات کے لئے تیار ہو رہے ہیں، بھلا یہ لوگ طالب علم کہلانے کے مستحق ہیں؟ ہرگز نہیں۔[4]

۱۱ ......ایک طالب علم نے مدرسہ کانپور میں دوسرے طالب علم کی کتابیں کپڑے چوری کر کے نکال لئے اور پولیس میں اطلاع کردی، تو سب انسپکٹر آپہنچے اور مجھ سے کہنے لگے کہ طالب علم بھی چوری کرتے ہیں؟

میں نے کہا ہرگز نہیں! کہنے لگے: یہاں تو مشاہدہ ہے، میں نے کہا: مشاہدہ تو صحیح ہے لیکن حقیقت اس کی آپ نہیں سمجھے، کہنے لگے وہ کیا؟

---

[1] حسن العزیز: ص ۲۰۳ [2] مواعظ حسنہ: ص ۳۱
[3] اتباع المنیب: ص ۲۱ [4] قند دیوبند: ص ۱۹

میں نے کہا: حقیقت اس کی یہ ہے کہ چور بھی کبھی طالب علمی کرنے لگتے ہیں۔ حاصل یہ ہوا کہ جو اصل میں طالب علم ہوگا وہ چوری نہیں کرے گا، البتہ چور طالب علم بن سکتا ہے تاکہ مدرسہ میں چوری آسانی سے کرسکے، اس لئے یہ کہنا غلط ہے کہ طالب علم چوری کرنے لگے۔

۱۲ ...... ایک طالب علم نے ایک مدرّس کی شان میں گستاخی کی تھی۔ مقدمہ میرے پاس آیا، میں نے اس سے کہا کہ استاد سے معافی مانگو ورنہ تم کو مدرسہ سے نکال دیا جائے گا۔ وہ معافی چاہنے پر راضی ہوا مگر معافی چاہنے کی یہ صورت تھی کہ آپ دونوں ہاتھ پیچھے کر کے تن کر کھڑے ہوگئے اور زبان سے کہا میں آپ سے معافی چاہتا ہوں، جس سے ذرہ برابر بھی ندامت و تواضع نہیں معلوم ہوتی تھی، بس چند الفاظ ضابطے کے تھے۔

مجھے یہ صورت دیکھ کر غصہ آگیا اور میں نے دو تین طمانچہ لگائے کہ گستاخ! یہ طریقہ ہوتا ہے معافی چاہنے کا؟ آگے بڑھ ہاتھ جوڑ، پیر پکڑ ورنہ ابھی مدرسہ سے نکال دوں گا۔ حاصل یہ کہ بڑوں کے ساتھ تواضع ادب نہ ہونا، عجب و تکبر اور اپنی شان اور غرور میں رہنا، غلطی پر نادم و شرمندہ نہ ہونا یہ سب طالب علمی کے خلاف ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ افتاء کے متعلق فرماتے ہیں:

۱۳ ......فتویٰ کا خاص ذوق اور ملکہ ہوتا ہے جو مفتی میں ہونا ضروری ہے اور وہ کتنی کتابیں پڑھنے کے باوجود، اس وقت تک حاصل نہیں ہوتا جب تک برسہا برس کسی ماہر مفتی کے زیرِ ہدایت فتویٰ لکھنے کا کام نہ کیا ہو۔

۱۴ ......فرمایا کہ محض فقہی کتابوں کی جزئیات یاد کر لینے سے انسان فقیہ یا مفتی نہیں بنتا، میں نے ایسے بہت سے حضرات دیکھے ہیں جنہیں فقہی جزئیات ہی نہیں ان کی عبارتیں بھی ازبر تھیں، لیکن ان میں فتویٰ کی مناسبت نظر نہیں آئی۔ وجہ یہ کہ

درحقیقت فقہ کے معنی سمجھ کے ہیں اور فقیہ وہ شخص ہے جسے اللہ تعالیٰ نے دین کی سمجھ عطا فرمادی ہو اور یہ سمجھ محض وسعتِ مطالعہ یا فقہی جزئیات یاد کرنے سے پیدا نہیں ہوتی بل کہ اس کے لئے کسی ماہر فقیہ کی صحبت اور اس سے تربیت لینے کی ضرورت ہے۔

۱۵ ...... فرمایا کہ فتویٰ نویسی ایک مستقل فن ہے جس طرح مفتی کو بہت سی باتوں کی رعایت رکھنی پڑتی ہے، مثلاً سب سے پہلے مفتی کو یہ دیکھنا پڑتا ہے کہ مستفتی کا سوال قابل جواب ہے یا نہیں اور بعض اوقات سوال کے انداز سے یہ بات معلوم ہوجاتی ہے کہ اس کا مقصد عمل کرنا یا علم میں اضافہ کرنا نہیں، بل کہ اپنے کسی مخالف کو زیر کرنا ہے یا حالات ایسے ہیں کہ اس سوال کے جواب سے فتنہ پیدا ہوسکتا ہے، ایسی صورت میں استفتاء کے جواب سے گریز کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

۱۶ ...... فرمایا کہ فتویٰ میں مسئلے کا مختصر حکم اور اس کے مفصل دلائل بالکل ممتاز ہونے چاہئیں، تاکہ جو شخص صرف حکم معلوم کرنا چاہتا ہو وہ بآسانی حکم معلوم کرلے اور جس شخص کو دلائل سے دل چسپی ہو وہ دلائل بھی پڑھے، فتاویٰ میں عام آدمی کے لئے تو صرف حکم ہوتا ہے اور دلائل اہل علم کے لئے ہوتے ہیں۔

۱۷ ...... مفتی کو ہمیشہ، اس امر کا خصوصی طور پر خیال رکھنا چاہئے کہ اس کے فتویٰ سے کوئی فتنہ نہ کھڑا ہوجائے نہایت سوچ سمجھ کر لکھنا چاہئے کہ کتب کی طرف مراجعت کے ساتھ ساتھ موقع اور محل کو بھی ملحوظ رکھنا چاہئے فقہاء نے فرمایا ہے:

"مَنْ لَّمْ یَعْرِفْ اَھْلَ زَمَانِہٖ فَھُوَ جَاھِلٌ"

۱۸ ...... مفتی کو چاہئے کہ جن مسائل کا تعلق اپنی ذات سے ہو وہاں مسائل میں دوسرے علماء سے استفسار کرے اپنے نفس پر اعتماد نہ کرے کیوں کہ نفس کے کید خفی کا اندیشہ ہے۔

آگے حضرت مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے مزید ارشادات ملاحظہ

فرمائیں:

۱۹ ......قرآن کریم کی محض تلاوت بھی بلاشبہ بہت موجب اجر ہے لیکن ایک عالم کو چاہئے کہ وہ کچھ وقت تدبرِ قرآن کے لئے بھی نکالا کرے، قرآن کریم کا کوئی لفظ حشو یا زائد نہیں ہے لہٰذا اگر غور کیا جائے تو اس کے ہر لفظ سے کسی نئے فائدے کی طرف رہنمائی مل سکتی ہے۔

۲۰ ......اکابر علماء دیوبند کا طریقہ یہی رہا ہے کہ دارالعلوم دیوبند سے وابستہ رہنے کی حالت میں انہوں نے سیاست میں کوئی نمایاں حصہ نہیں لیا۔

۲۱ ......قرآن عظیم میں یہ بات بتلائی گئی ہے کہ جو طائفہ علم دین حاصل کرنے کے نام پر جمع ہوا ہے اس کا کام یہ ہے کہ دین میں سمجھ بوجھ پیدا کرے اور سمجھ بوجھ اس کو کہا جائے گا، جب کہ اس علم کے ساتھ عمل بھی ہو، جس علم کے ساتھ عمل نہ ہو وہ دین کی سمجھ بوجھ نہیں کہلاتی ایسا علم تو شیطان کو بھی ہے۔

فرمایا: اگر صرف علم کسی شخص کی عظمت کے لئے کافی ہوتا تو شیطان بھی بہت بڑا عالم ہے اور وہ مستشرقین جو دن رات علمی تحقیقات میں مصروف رہتے ہیں، وہ بہت سے مسلمان اہلِ علم سے زیادہ معلومات رکھتے ہیں، لیکن ظاہر ہے کہ ایسے علم کی کیا قدر و قیمت ہوسکتی ہے جو انسان کو ایمان کی دولت نہ بخش سکے، اسی طرح جو علم انسان کی عملی زندگی پر اثر انداز نہ ہو وہ بے کار ہے۔

۲۲ ......مولویوں کے لئے ضروری ہے کہ ان کو تقریر کرنی آتی ہو، فرمایا کہ ایک اچھا واعظ اور مقرر بننے کے لئے ضروری ہے کہ ہر واعظ قرآن حکیم کی اس آیات کو ملحوظ رکھے:

﴿اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ﴾[1]

[1] سورۂ نحل، آیت: ۱۲۵

ترجمہ: ''اپنے رب کی راہ کی طرف لوگوں کو حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلایئے اور ان سے بہترین طریقہ سے گفتگو کیجئے۔''

۲۳ ...... عصر کی نماز کے بعد کھیل وغیرہ ہلکی ورزش کا اہتمام کیا جائے، اگر یہ نہ ہو سکے تو چہل قدمی ہی کی جائے، اس سے ان شاء اللہ صحت اچھی رہے گی اور پڑھائی وغیرہ میں دل لگے گا' ور انسان دل جمعی کے ساتھ رات کے وقت مطالعہ کر سکے گا۔

فرمایا کہ چہل قدمی کے لئے بازار یا مارکیٹ یا پارکوں کا اہتمام نہ کرنا چاہئے کیوں کہ اس میں بہت بڑی خرابی ہے اوّل یہ کہ بازار وغیرہ جا کر انسان خواہ مخواہ کے گناہوں کا مرتکب ہوجاتا ہے اور بازاروں اور پارکوں وغیرہ سے دل مردہ ہوجاتا ہے، اس لئے اہلِ علم کو ایسے مقامات پر خواہ مخواہ جانا مناسب نہیں، ہاں بقدرِ ضرورت اگر کسی کام سے جائے تو چاہئے کہ فوراً لوٹ آئے۔

۲۴ ...... جہل کا اعتراف بھی علم کا ایک حصہ ہے اور پھر امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقولہ سنایا کہ وہ فرمایا کرتے تھے:

''عَلِّمُوْا اَصْحَابَکُمْ قَوْلَ لَا اَدْرِیْ''

ترجمہ: ''اپنے ساتھیوں کو میں نہیں جانتا کہنا بھی سکھاؤ۔''

۲۵ ...... میرے خیال میں مولوی وہ ہے جس میں اس قدر استعداد ہو کہ ہدایہ کی چاروں جلدوں میں جو جگہ اس کو بتلائی جائے اس کو حل کر کے سمجھا اور پڑھا سکے۔

۲۶ ...... بقسم کہتا ہوں کہ میں نے ایک عالم بھی ایسا نہیں دیکھا کہ جس نے اللہ کے لئے پڑھا اور پڑھایا ہو، اور اللہ نے اس کو عزت و راحت کی زندگی عطا نہ کی ہو اگر عالم ہو کر کوئی رسوا ہو تو اپنی بد عملی سے ہوا۔

۲۷ ...... طلباء کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس نہیں ہے اور اس دور میں سہل پسندی اور کاہلی سے کام لے کر اپنی عمر کے قیمتی حصے کو برباد کردیتے ہیں۔ یاد رکھو! ایک ایک لمحہ

آپ کا قیمتی ہے اس کو یوں ہی نہ گزارو۔

۲۸ ...... فرمایا کہ دار العلوم دیوبند کا وہ زمانہ تھا کہ مہتمم سے لے کر دربان اور چپڑاسی تک ہر شخص صاحب نسبت تھا۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''طالب علم اگر طالب علمی کے زمانہ میں صاحب نسبت نہ ہوا تو کچھ نہ ہوا۔'' [۱]

۲۹ ...... اخلاق کی حقیقت یہ ہے کہ ہم سے کسی کو کسی قسم کی ایذا ظاہری یا باطنی حضور یا غیبت میں نہ پہنچے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا کرتے تھے، تم میں بہترین وہ شخص ہے، جس کی عادتیں اور اخلاق تم میں سب سے اچھے ہوں۔ [۲]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جنت میں سب سے زیادہ لے جانے والی چیز تقویٰ اور حسنِ اخلاق ہے۔'' [۳]

۳۰ ...... طالب علم کے لئے ضروری ہے کہ آداب وسنن کے معاملہ میں سستی و کاہلی سے کام نہ لے، کیوں کہ یہ طے شدہ امر ہے کہ جو شخص آداب میں کوتاہی کرتا ہے وہ سنتوں میں کوتاہی کرے گا اور سنتوں میں کوتاہی کا اثر یہ ہوگا کہ اس سے فرائض چھوٹیں گے اور ادائیگی فرض میں ذرا سی بھی غفلت آخرت کی نعمتوں سے محرومی کی علامت ہے۔

۳۱ ...... طالب علم کو چاہئے کہ کھانے پینے میں احتیاط برتے، حلال روزی کھائے

---

[۱] ماخوذ از ماہنامہ البلاغ شوال ۱۴۱۷ھ

[۲] بخاری شریف: ص ۵۰۳، مسلم شریف ۲۵۵/۲

[۳] گنجینۃ الحکمت

حرام سے بچے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿یٰاَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ط﴾

ترجمہ: ''اے پیغمبرو! حلال چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو۔''

مفسرین نے نکتہ لکھا ہے کہ اکلِ طیب کو اس لئے مقدم کیا کہ عمل صالح کرنے میں اکلِ طیب کو دخل ہے، بغیر حلال روزی کے عمل صالح نہیں ہوتا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی ہے:

''اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ رِزْقاً طَیِّباً وَعِلْمًا نَافِعاً وَعَمَلاً مُتَقَبَّلاً''

ترجمہ: ''اے اللہ! میں آپ سے پاک رزق، علم نافع اور قبول کے لائق عمل کا سوال کرتا ہوں۔''

معلوم ہوا کہ پاک روزی کے بغیر علم نافع و عمل صالح کا حصول نہیں ہوتا۔

۳۲ ...... طالبِ علم کی اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑی عزت ہے اور بڑا مرتبہ ہے اسے گناہ پر جرأت نہ کرنا چاہئے، کیوں کہ یہ خلافِ حیا اور خلافِ مروّت ہے کہ اللہ تعالیٰ تو ان کے لئے فرشتوں سے پر بچھوائیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے انہیں ناخوش کریں، اور اللہ تعالیٰ ان کے عیوب کو چھپائیں اور یہ گناہوں کی کثرت کریں۔

اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنا دونوں جہانوں میں خسارہ ہی خسارہ ہے

؎ ہے وہ عاقل جو کہ آغاز میں سوچے انجام
ورنہ ناداں بھی سمجھ جاتا ہے کھوتے کھوتے

''تعلیم المتعلّم'' میں ایک حدیث نقل کی ہے، رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص زمانہ طالب علمی میں گناہوں سے احتیاط نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس کو تین چیزوں میں سے ایک میں ضرور مبتلا کرتے ہیں۔

(اول) یا وہ عین جوانی میں مر جاتا ہے۔

(ب) یا پھر وہ باوجود فضل و کمال کے ایسی جگہوں میں مارا مارا پھرتا ہے جہاں اس کا علم ضائع ہو جاتا ہے اور علم کی اشاعت نہیں کر پاتا۔

(ج) کسی بادشاہ یا رئیس کی خدمت میں ذلتیں برداشت کرتا ہے، طالب علم اگر پرہیزگار ہوگا تو اس کے علم سے لوگوں کو بھی نفع ہوگا اور خود اس پر علم کی راہیں کھلیں گی۔

۳۳ ...... طالب علم کا علمی مشاغل میں مشغول رہنا ایک بڑی نعمت اور بڑی عبادت ہے۔ اس لئے طالب علم ہر وقت اس پر اللہ رب العزت کا شکر ادا کرے اور اس کی قبولیت اور اس کے نافعِ دنیا و دین ہونے کے لئے تہہ دل سے دعا کرے۔

۳۴ ...... طالب علم اپنا محاسبہ بھی کرتا رہے، اور یہ سوچے کہ آج میں نے کیا ترقی کی، اس سے پہلے دن مجھے کتنا علم تھا اور اب کتنا ہے؟ اور میں نے اس پر کتنا عمل کیا اور علم و عمل میں ترقی کے لئے ان دعاؤں کو بھی مانگتا رہے۔

(الف) "اَللّٰهُمَّ انْفَعْنِیْ بِمَا عَلَّمْتَنِیْ وَعَلِّمْنِیْ مَایَنْفَعُنِیْ."

(ب) "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْاَرْبَعِ مِنْ عِلْمٍ لَّا یَنْفَعُ وَقَلْبٍ لَّا یَخْشَعُ وَنَفْسٍ لَّا تَشْبَعُ وَدُعَاءٍ لَّا یُسْمَعُ."

تَرجَمہ: "اے اللہ میں چار چیزوں سے پناہ مانگتا ہوں، وہ علم جو نفع نہ دے، وہ دل جو بے خوف ہو، وہ نفس جو سیر نہ ہو، وہ دعا جو قبول نہ ہو۔"

۳۵ ...... برا خاتمہ ہونے کے ڈر سے روتا رہے، ہر وقت لرزاں و ترساں رہے۔ اللہ تعالیٰ مجھ گناہگار سمیت ہم سب کا خاتمہ بالخیر فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

سب کچھ کرنے کے باوجود اگر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہ کیا جائے تو علم سے محرومی ہوتی ہے، کیوں کہ منبعِ علم وہی ذات ہے۔

دعا مانگتے وقت اپنے اساتذہ اور والدین اور عام مسلمانوں کو بھی دعا میں شامل کیا جائے۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ نااہل سمیت سب کو علم نافع عطا فرما کر

''کامیاب طالب علم'' بنائے اور کل بروز قیامت علم والوں کے ساتھ حساب و کتاب فرمائے۔

کامیاب طالب علم کا عہد اور اس کی دعا

اے خدا اے اللہ ہے ترا آسرا
سن لے دل کی صدا ہے یہ اپنی دعا

ہم مبلّغ بنیں ہم معلّم بنیں
ہم مجاہد بنیں دین کے خادم بنیں

تجھ کو راضی کریں گے یہ وعدہ رہا
معصیت سے بچیں گے یہ وعدہ رہا

سنتوں پہ چلیں گے یہ وعدہ رہا
دین پر مرمٹیں گے یہ وعدہ رہا

تجھ سے طاعت کا پیاں نہ توڑیں گے ہم
فسق وعصیاں سے رشتہ نہ جوڑیں گے ہم

دعوتِ دیں سے رخ کو نہ موڑیں گے ہم
اور کبھی حق کا دامن نہ چھوڑیں گے ہم

اپنے اعمال کی تقویٰ بنیاد ہو
دل میں ہر آن و لمحہ تری یاد ہو

اپنا دن وقفِ تدریس و ارشاد ہو
اپنی شب صرف اشکہائے فریاد ہو

اپنے چہرے پہ سنت کی تنویر ہو
زندگی اپنی قرآن کی تفسیر ہو

اپنی نوکِ قلم مثلِ شمشیر ہو
ہر عمل مبنی بر فکر و تدبیر ہو

ہم اکابر کے خوابوں کی تعبیر ہوں
بحرِ ظلمت میں ساحل کی تبشیر ہوں

محسنوں سے وفاؤں کی تصویر ہوں
قصرِ اقبالِ ملت کی تعمیر ہوں

نرمی ریشم کی ہو سختی فولاد کی
آہیں الیاس کی گرمی امداد کی

مہر تحدیث یوسف سے استاد کی
قدر ہو دل میں مدنی کے ارشاد کی

اہل ملت کو پھر جوشِ ایمان دیں
دانشِ دین و تعلیمِ قرآن دیں

فہم بو یوسف وفقہ نعمان دیں — ہم زمانے کو سنت کا عرفان دیں
لے کر قرآن زمانے پہ چھا جائیں ہم — حق کی قوت کا سکہ جما جائیں ہم
رب کی نصرت کا منظر دکھا جائیں ہم — تاکہ رتبہ شہادت کا پا جائیں ہم
یا خدا! تو ہمیں اپنا عرفان دے — ان نگاہوں کو قاسم کا ایقان دے
نطقِ عاجز گنگوہ کی شان دے — دارِ اشرف کے جوہر کی پہچان دے

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِنَا الْمُرْسَلِيْنَ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ، رَبِّیْ وَتَقَبَّلْ مِنِّیْ هٰذِهِ الْخِدْمَةَ الْحَقِيْرَةَ وَارْحَمْنِیْ وَاغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِاَسَاتِذَتِیْ وَلِجَمِيْعِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ الْاَحْيَاءِ مِنْهُمْ وَالْاَمْوَاتِ، اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ.

آمین ثم آمین۔

دیگر آنے والی نئی کتابیں

مستند مجموعہ درود سلام

تمام مسلمانوں کے لئے ایک بیش قیمت اور خوبصورت **تحفہ**

احادیث مبارکہ کی مستند و معتبر کتب سے جمع کئے گئے ۹۰ سے زائد درود و سلام

خوبصورت کتابت، عمدہ کمپوزنگ اور بہترین ترتیب کے ساتھ

جن کا ورد اللہ جل جلالہ کے قرب، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و شفاعت، دین سے رغبت ، دنیا کے غموں و پریشانیوں سے نجات اور آخرت میں کامیابی کا ذریعہ ہے۔

پریشان ہونا چھوڑ دیجئے

دکھی انسانوں کے لئے انمول تحفہ، پریشانیوں میں گھرے لوگوں کے لئے امید کی کرن،

غم و مصیبت کے ستائے ہوئے لوگو کے لئے راحت کی نوید

ایک ایسی کتاب جو تمام لوگوں کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ **خوشی کا پیغام** ثابت ہو گی اس کتاب میں پریشانیاں دور کرنے کے لئے قرآن کریم و حدیث مبارک سے ثابت مختلف اعمال، ۵۰ تعوذات مع تشریح، مستند دعائیں، مجرب وظائف اور ذہنی تسلیوں و نفسیاتی تدبیروں کو آسان انداز میں ذکر کیا گیا ہے۔ اپنے موضوع پر ایک منفرد و مستند کتاب جس کا مطالعہ انشاء اللہ تعالیٰ ہر شخص کے لئے بہت مفید ہوگا۔

آیئے ہم ایک دوسرے کے مددگار بنیں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج بخیر وعافیت ہوں گے..... گرامی قدر محترم جناب

آپ اور آپ کی آراء ہمارے لیے بہت اہم ہیں۔ بہت خوشی ہوگی کہ آپ ہمیں اس کتاب اور ہماری دیگر کتابوں سے متعلق اپنی قیمتی رائے سے آگاہ فرمائیں۔

یقیناً آپ اس سلسلے میں ہمارے ساتھ تعاون فرما کر انشاء اللہ تعالیٰ ادارے کی کتابوں کے معیار کر بہتر سے بہتر بنانے میں مددگار بنیں گے۔

امید ہے جس جذبہ سے گزارش کی گئی ہے اس جذبہ کے تحت اس گزارش کا عملی استقبال بھی کیا جائے گا اور آپ ضرور ہمیں جواب لکھیں گے۔

★ اس کتاب کے علاوہ ادارے کی کس کتاب کا آپ نے مطالعہ فرمایا..........؟

مثلاً: ☆ والدین کی قدر کیجیے ☆ پریشان رہنا چھوڑ دیجیے ☆ صحابہؓ کے واقعات

☆ تابعینؒ کے واقعات ☆ مثالی بیوی

★ کتاب کا تعارف کیسے ہوا؟..

★ کیا آپ نے اپنے محلّہ کی مسجد..... لائبریری..... مدرسہ یا اسکول..... میں اس کتاب کو وقف کر کے یا کسی رشتہ دار وغیرہ کو تحفہ میں دے کر علم پھیلانے میں حصہ لیا؟..................

اگر نہیں تو آج ہی سے یہ نیک کام شروع فرمائیں۔

★ کتاب پڑھ کر آپ نے کیا فائدہ محسوس کیا؟..

★ کتاب کی کمپوزنگ، جلد اور کاغذ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

معمولی ☐ بہتر ☐ اعلیٰ ☐

کتاب کی قیمت کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

سستی ہے ☐ مناسب ہے ☐ مہنگی ہے ☐

کتاب کی تیاری میں مدد کرنے والے ناشر اور کتاب پڑھنے والوں کے لئے دعائیں تو کرتے ہوں گے؟

کتاب میں کوئی غلطی آپ کی نظر سے گزری ہو تو مندرجہ ذیل چارٹ میں تحریر فرمادیں تو عنایت ہوگی۔

صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلطی کی نوعیت

نام:________ تاریخ:________

پتہ:________________

یہ خط مندرجہ ذیل پتہ پر پوسٹ فرما کر آپ بھی نیکی اور علم پھیلانے میں معاون بن سکتے ہیں ہمت کیجیے اور اپنے مفید مشورہ دعا سے ادارے کا تعاون کیجیے۔

پتہ

دار الھدیٰ

G-30 اسٹوڈنٹ بازار، گراؤنڈ فلور مقدس مسجد، اردو بازار کراچی۔

فون: 021 - 2726666 [illegible] 0325 - [illegible]

0321 - [illegible] www.[illegible].pk Marketing team 0300-[illegible]